تاریخ انقلاب روس

ٹراٹسکی کی مشہور و معروف کتاب "تاریخ انقلاب روس" کا مستند اور
مکمل خلاصہ جس میں روس کے حیرت انگیز سیاسی اور اقتصادی انقلاب
کے اسباب و نتائج اور دیگر اہم واقعات کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان
کیا گیا ہے، جس کے مطالعہ کے بعد اُنیسویں اور بیسویں صدی کے سیاسی
رجحانات کا پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے۔

از

ایم ایم جوہر صاحب

ناشر

مکتبۂ برہان قرول باغ نئی دہلی

۱۹۴۱ء

بار اول

فہرستِ مضامین

پانچواں باب

چھٹا باب

یہ ناچیز کوشش اپنے رفتگان، والد مکرم حضرت فرجاد رحمۃ اللہ علیہ، و ہمشیرہ اطہر النساء بیگم اور برادران جواد، و ہیرا د کے نام منسوب کرتا ہوں، جن کی یاد باوجود "فکرِ معاش"، و "عشقِ بتاں"، کے دل سے محو نہیں ہوتی اور اکثر رلاتی رہتی ہے۔

م۔ م۔ جوہر

دیباچہ

انقلاب روس ۱۹۱۷ء کی جنگ عظیم کا سب سے زیادہ نتیجہ خیز واقعہ تھا
یہ سیاسی انقلاب نہ تھا کہ ایک بادشاہ کی بجائے دوسرا برسرِ اقتدار آجاتا
یا ایک سرمایہ دار پارٹی دوسری سرمایہ دار پارٹی کو جگہ دیدیتی، بلکہ یہ ایک سماجی
انقلاب تھا جس کا مقصد سرمایہ دارانہ تہذیب و تمدن کو ختم کرنا اور اشتراکی
تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالنا تھی۔

یہاں مختصر طور پر یہ بیان کرنا غیر موزوں نہ ہوگا کہ پرولتاری۔
(Proletarian) انقلاب کیوں ہوتا ہے، کون کرتا ہے، اور
کامیاب انقلاب کے لئے کن حالات کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ناظرین کی
سہولت کے لئے ہم نمبروار اِن تینوں سوالات کے جوابات عرض کرتے ہیں

(۱) انقلاب کیوں ہوتا ہے ؟

کسی ملک میں انقلاب اُس وقت ہوتا ہے جب کہ تاریخی حالات کی وجہ سے
جمہور میں وقتی سیاسی نظام سے نفرت اور حکومتی جماعتوں کی اقتصادی
بے انصافی اور تشدد کے خلاف جذبہ پیدا ہوجاتا ہے اور جماعتی تضاد کچھ ایسی
سختی اختیار کر لیتا ہے کہ صرف انقلاب ہی اُس کا حل ہوتا ہے۔ دوسرے
الفاظ میں یوں کہئے کہ سماج شعوری طور پر اپنے سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی

نظریہ۔ ادارے اور رسم و رواج زمانہ کے مطابق نہیں بدلتی، بلکہ سرمایہ دار جماعت اپنے مفاد کی خاطر نئے دور میں بھی پرانے نظریوں اور آئین و قوانین اور رسم و رواج کے مطابق کام چلانا چاہتی ہے، جس کی وجہ سے نئے زمانہ کی سرمایہ دار اور پرولتاری جماعتوں کے مفاد آپس میں بہت زورسے ٹکرانے لگتے ہیں، یہاں تک کہ روزمرہ کی کشمکش، پرولتاری کے لئے ناقابل برداشت ہوجاتی ہے اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے وہ انقلاب برپا کردیتے ہیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی قابل ہے کہ بسا اوقات پرولتاری انقلاب کرتے وقت کوئی تعمیری پروگرام پیش نظر نہیں رکھتے۔ انقلاب سے اُن کا مقصد صرف ناقابل برداشت آئین و قوانین کو توڑنا ہوتا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ ان آئین و قوانین کی جگہ کن آئین و قوانین کو دیجائے گی۔

روس کا فروری کا انقلاب اسی قسم کا انقلاب تھا۔ پرولتاری طبقہ نے انقلاب تو کردیا لیکن چونکہ وہ شعوری، یعنے کسی خاص پروگرام کی مطابق نہ تھا اس لئے پرولتاری حکومت پر قبضہ نہ جماسکے۔ اور عنانِ حکومت جس طبقہ سے چھینی تھی پھر اُسی طبقہ کے ہاتھ میں چلی گئی۔

(۲) پرولتاری انقلاب کون کرتا ہے۔؟

یہاں یہ دیکھنا ہے کہ انقلاب کسی خاص لیڈر کی کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے یا پرولتاری کی جدوجہد کا۔ اس سلسلہ میں اگر دنیا کی اُس حالت پر نظر ڈالیں جو جنگ عظیم کے بعد رونما ہوئی تو اس مسئلہ کا حل بہت آسان

ہوجاتا ہے۔ اس بات سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جنگ عظیم کے بعد دنیا میں
ایک انقلابی لہر اٹھی، جس نے روس، جرمنی، آسٹریا، ہنگری، ترکی، ایران و
اسپین وغیرہ کی بادشاہتیں ختم کردیں اور جہاں اٹلی کی طرح وہ قائم بھی رہیں
وہاں بادشاہ کے اختیارات اتنے محدود ہوگئے کہ اس کو بادشاہ کہنا مشکل
ہوگیا۔ مشرق قریب وبعید کی محکوم قوموں نے بھی مختلف طریقہ پر آزادی کے لئے
جدوجہد شروع کردی۔ افریقہ بھی جو تاریک براعظم کے نام سے مشہور ہے
اس لہر کی پہونچ سے باہر نہ رہ سکا۔ وہاں بھی مصر سے لگا کر مراکش تک
آزادی کے لئے جدوجہد شروع ہوگئی۔ اس زمانہ میں ہر ملک و قوم میں
لیڈر پیدا ہوئے۔ لینن۔ ہٹلر۔ مسولینی۔ اتاترک۔ سنٹیسن۔ گاندھی، ڈی
ولیرا۔ زاغلول۔ ابن سعود۔ رضا شاہ وغیرہ کے ناموں سے کون واقف
نہیں ہے۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ آیا وہ انقلابی لہر ان لیڈروں نے
پیدا کی یا اس انقلابی لہر نے ان لیڈروں کو ملک و قوم کی خدمت کرنے کا
موقع دیا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مندرجہ بالا لیڈر جنگ عظیم سے قبل بھی
موجود تھے اور ان میں سے اکثر سیاسی جدوجہد میں مشغول بھی تھے، لیکن
اس وقت کوئی ان کو جانتا بھی نہ تھا اور یہ سب جنگ عظیم کے بعد کی انقلابی
فضا کی وجہ سے منظر عام پر آئے، تو ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ ان لیڈروں
نے انقلابی فضا پیدا نہیں کی بلکہ انقلابی فضا نے ان کو پالا پرورش اور ایک
ہی وقت میں مختلف ملکوں میں مختلف لیڈروں کا منظر عام پر آجانا اس امر کی
پختہ دلیل ہے کہ ان تمام ملکوں کی سیاسی فضا میں کوئی ایسی شے مشترک تھی

جس نے ایک خاص عرصہ کے اندر مختلف ممالک میں لیڈر پیدا کئے۔ یہ مشترک شے وہی انقلابی لہر تھی جو جنگ عظیم کے بعد جمہور میں پیدا ہوئی۔ جنگ عظیم نے جمہور پر یہ روشن کر دیا تھا کہ دنیا کی سماجی زندگی سرمایہ دار طبقہ کے ہاتھ میں ہے جو دُنیا کی ہر شے پر قابض ہے اور جب تک دنیا اس طبقہ کے چنگل سے نہیں نکلے گی اُس میں سُکھ کی زندگی بسر نہیں ہو سکتی۔ اِس امر کے سمجھ جانے کے بعد تمام دنیا کے جمہور انقلابی ہو رہے تھے، اِس جگہ ہم اِس پر بحث نہیں کریں گے کہ جنگِ عظیم اقتصادی مقابلہ ہی کی ایک شکل تھی اور یہ انقلابی لہر اقتصادی تضاد کا نتیجہ تھی۔ یہاں ہمارا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ انقلابی حالات اور جمہور کے انقلابی رجحانات پارٹی اور لیڈر کو پیدا کرتے ہیں۔ یہ خیال کہ لیڈر انقلاب پیدا کرتے ہیں جتنا عام ہے اتنا ہی غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر تاریخی حالات مساعدت نہ کریں تو لیڈر نہ انقلاب کر سکتا ہے اور نہ ملک کو آزاد کرا سکتا ہے، البتہ وہ نیم مردہ قِسم کی سیاسی جدوجہد جاری رکھ سکتا ہے۔ ہندوستان کی ۱۹۲۰ء اور ۱۹۴۰ء کی سیاسی حالت کا موازنہ اس مسئلہ کے طے کرنے کے لئے کافی ہے۔ وہی کانگریس ہے اور وہی اُس کے لیڈر ہیں۔ لیکن سیاسی فضا خراب ہوتی چلی جا رہی ہے اور کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

دراصل لیڈر صرف یہ کر سکتے ہیں کہ تحریر و تقریر سے انقلابی تخیلات زندہ رکھیں، اور واقعات کی نبض پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں، جب تاریخی حالات مساعدت کریں اُسوقت جمہور کے سامنے ایسا پروگرام پیش کریں جو کامیاب انقلاب کا حامل ہو۔ اِس پروگرام کی نوعیت سے لیڈر کی دوربینی اور کوتاہ نظری کا

اندازہ لگایا جاتا ہے اور وہی لیڈر قابل تشکر سمجھا جاتا ہے جو انقلابی زمانہ میں جمہور کو ایک ایسا لائحہ عمل دے جس پر وہ عمل پیرا ہو کر کم سے کم وقت میں کم سے کم قربانی کے بعد زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں۔

لینن جنگِ عظیم سے پہلے بھی موجود تھا اور ہمیشہ سے اُس کی یہی خواہش تھی کہ دنیا میں ایک سوشلسٹ نظام جاری کرے لیکن کیا جنگِ عظیم سے قبل وہ کہیں اشتراکی نظام قائم کر سکا؟ نہیں۔ کیا وجہ؟ یہ کہ حالات ناموافق تھے جب تک روس میں خاص حالات نہ پیدا ہو گئے لینن کچھ نہ کر سکا۔ اپریل ۱۹۱۷ء سے جون تک لینن مخالفین پر قابو پاتا جا رہا تھا اور جولائی ۱۹۱۷ء میں وہی لینن، مخالفین سے شکست کھا کر فنلینڈ بھاگ گیا تھا۔ کیا سبب؟ اس کا سبب یہ تھا کہ اپریل میں جمہور لینن کے ساتھ تھے اور جولائی میں مخالفین کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اگر صرف لیڈر انقلاب پیدا کر دیا کرتے تو لینن ۱۹۱۷ء سے قبل کہیں کہیں اشتراکی نظام قائم کر چکا ہوتا۔ بڑے سے بڑا لیڈر خواہ وہ کوئی مہاتما یا قائدِ اعظم ہی کیوں نہ ہو خاص تاریخی حالات کی عدم موجودگی میں بے دست و پا ہوتا ہے۔

دراصل انقلاب اُس وقت ہوتا ہے جبکہ جمہور ملک کے حالات و واقعات کے مطالعہ سے خود سیاسی نتائج نکالنے لگتے ہیں اور اپنے انقلابی رجحانات کے مطابق ملکی معاملات میں دخل دیکر مستقبل کی تشکیل کرتے ہیں۔ وہ اپنے لیڈروں کی اندھی تقلید نہیں کرتے بلکہ اُن کے اعمال و افعال پر نظر رکھتے ہیں اور جب لیڈر غلط قدم اُٹھاتا ہے تو جمہور اپنے عمل سے

اُس کو درست کر دیتے ہیں، جہاں جمہور میں اتنی بیداری اور جرأت نہیں ہوتی اور لیڈر عقل کل سمجھا جاتا ہے (جیسے ہندوستان میں) وہاں انقلاب ہوتا دوبھر ہو جاتا ہے۔

(۳) کامیاب پرولتاری انقلاب کے لئے کن حالات کا ہونا ضروری ہے؟

• کسی ملک میں کامیاب پرولتاری انقلاب اُس وقت ہو سکتا ہے جبکہ اُس وقت کے موجودہ سماجی نظام میں رہکر قوم ترقی نہ کر سکتی ہو، سرمایہ دار جماعت ملک کو ترقی کی طرف نہ لیجا سکتی ہو۔ اُس میں خود اعتمادی ختم ہو [illegible] پھوٹ پڑ گئی ہو اور افراد معجزہ کے انتظار میں رہنے لگے ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اُس ملک میں پرولتاری جماعت پیدا ہو گئی ہو جس کو اقتصادی بے انصافیوں اور سرمایہ دار جماعت کے تشدد کا پورا احساس ہو گیا ہو اور جو ہر ملکی مسئلہ کو حل کر سکتی ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جمہور (کسان-پرولتاری) اور فوج میں ملکی نظام کی طرف سے شدید نفرت پیدا ہو گئی ہو اور اس نظام کو ختم کرنے کیلئے ہر قربانی کرنے کو تیار ہو گئے ہوں۔ یہ شرط کامیاب اشتراکی انقلاب کرنے کے لیئے بہت ہی اہم شرط ہے۔ کیونکہ کسان اور پرولتاری جماعت جتنی دلیری اور جرأت دکھائے گی ٹٹ پونجیہ طبقہ (Petty Bourgeoisie) اتنا ہی اُس پر اعتماد کریگا اور ساتھ دیگا۔ ٹٹ پونجیہ طبقہ کا پرولتاری طبقہ پر بہت اثر ہوتا ہے اگر پرولتاری جماعت دلیری سے کام نہ لے تو ٹٹ پونجیہ طبقہ بورژوازی (Bourgeoisie) اور سرمایہ دار طبقوں سے ملجاتا ہے اور ٹٹ پونجیہ طبقہ کے اثر سے پرولتاری طبقہ کا معتدبہ حصہ بھی

برجوازی رجحانات کی طرف ڈھل جاتا ہے۔ اور فسطائیت قائم ہوجاتی ہے۔
انقلابی دور میں اگر پرولتاری طبقہ انقلابی قوتِ عمل دکھا کر ٹٹ پونجیہ طبقہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے تو اشتراکی نظام قائم ہوجاتا ہے اور اگر ٹٹ پونجیہ طبقہ، پرولتاری طبقہ کو اپنے ساتھ کھینچ لیتا ہے تو اس کو فسطائی نظام کہتے ہیں
انقلاب کے لئے چوتھی شرط یہ ہے کہ پرولتاری جماعت میں ایسی بیدار پارٹی پیدا ہو جس پر جماعت کو پورا اعتماد ہو اور جو جماعت کی رہبری کرے لیکن جماعت میں اتنی دلیری ہونی چاہئے کہ اگر پارٹی لڑکھڑائے تو جماعت عمل سے اُس کی غلطی کو صحیح کر دے۔

روسی انقلاب کی تاریخ کا مطالعہ اس لئے بہت ہی دلچسپ ہے کہ وہ سرمایہ دارانہ دور کا پہلا پرولتاری انقلاب تھا۔ اگرچہ روسی انقلاب کے مورخ کو یہ دقت ضرور ہوتی ہے کہ اُس کو پرولتاری جماعت کے ایسے مفصل تحریری حالات نہیں ملتے جن سے اُس کی نفسیاتی کیفیت کا اندازہ ہوسکے تاہم ایک سمجھدار مورخ کے لیے اتنی مشکل نہیں جتنی کہ بادی النظر میں معلوم ہوتی ہے۔ پرولتاریوں کے مظاہرے، ان کے نعرے، اُن کے جھنڈے جن پر مختلف نعرے ثبت ہوتے ہیں پرولتاریوں کی نفسیاتی کیفیت کا آئینہ ہوتے ہیں اور مورخ کو بہت مدد دیتے ہیں۔ دراصل انقلاب کی تاریخ مختلف جماعتوں کی نفسیاتی کیفیت کی تاریخ ہوتی ہے۔

ہم نے ان صفحات میں اختصار سے انقلاب کے روزمرہ کے واقعات بے کم و کاست بیان کر دیئے ہیں جن سے ہر جماعت کی نفسیاتی

کیفیت۔ مختلف پارٹیوں کا پروگرام اور زاویہ نگاہ کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ان صفحات میں انقلاب روس کو ایسے زاویہ نگاہ سے دیکھا گیا ہے جو ہندوستان کے لئے نہایت سبق آموز ہے امید ہے کہ مفکر طبیعتیں روسی انقلاب کے حالات کے مطالعہ سے ہندوستان کی سیاسی جدوجہد کی بابت درست نتائج اخذ کر سکیں گی۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ روسی سال عیسوی سال سے مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً جو انقلاب روسی شمار کے بموجب فروری میں ہوا تھا، اور جو روسی ادب میں "فروری کا انقلاب" کے نام سے مشہور ہے وہ عیسوی سال کے لحاظ سے مارچ میں ہوا تھا اور بہت سے یورپین مورخوں نے اس کو "مارچ کا انقلاب" لکھا ہے اور اسی عمل کے ماتحت ہر واقعہ کو جدا تاریخ اور جدا نام دے دیا ہے جس سے روسی ادب کے پڑھنے والے کو الجھن ہو جاتی ہے۔ ہم نے اس کتاب میں روسی سال کی مطابقت کی ہے تاکہ جن ناظرین کو روسی ادب یا روسی مورخ کی لکھی ہوئی تاریخ مطالعہ کرنے یا لینن وغیرہ کی تصانیف پڑھنے کا اتفاق ہو تو وہ ان کو بخوبی سمجھ سکیں۔

م۔ م۔ جوہر

پہلا باب
روس کے ابتدائی حالات

روس کی عام حالت روس کی ترقی کی رفتار دوسرے ایشیائی ممالک کی طرح بہت سست رہی ہے۔ لیکن یہ گری ہوئی سماجی حالت اقتصادی پس ماندگی کا نتیجہ تھی۔ وہ تمام نقائص جو ایک پس ماندہ اور غیر متمدن قوم میں پائے جاتے ہیں روسیوں میں بھی تھے۔ وہ مذہب اور توہمات میں تمیز نہیں کرتے تھے۔ وقت کے تقاضوں کے خلاف رسم و رواج کی پابندی کرتے قدرت کی طاقتوں سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اُن سے ڈرتے اور اجتماعی مفاد کو انفرادی مفاد پر قربان کر دیتے تھے۔ پیٹر اول کا ہمعصر مورخ ویکو (Vico) لکھتا ہے "ماسکو کا بادشاہ اگرچہ عیسائی ہے لیکن ایک کاہل اور کند ذہن قوم پر حکومت کرتا ہے"۔ اُس وقت تک روس میں اٹھارھویں صدی کے ہندوستان کی طرح مختلف جماعتیں پیدا نہیں ہوئی تھیں، سماجی زندگی میں مقابلہ پیدا کرنے والی اقتصادی جدوجہد معدوم تھی۔

روسی تاریخ کو عوام کے خیالات اور اعمال سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ بلکہ وہ صرف اعلیٰ طبقہ کے عیش کوشی اور کامرانی کی کہانی تھی۔

اگر مقابلتاً دیکھا جائے تو روس ترقی کے میدان میں مغربی یورپ سے چار صدی پیچھے تھا۔ مثلاً انگلستان میں چودھویں صدی میں اقتصادی ترقی کی وجہ سے بیگار دینے والا طبقہ غیر ضروری ہو گیا تھا اور اس کو قانوناً ختم کر دیا گیا تھا۔ لیکن روس میں صرف ۸۰ سال ہوئے کہ بیگاری آزاد کیے گئے۔ جس زمانہ میں مغربی ممالک اتنی اقتصادی ترقی کر چکے تھے کہ وہاں تجارتی شہر بس گئے تھے۔ روس میں کاشتکاری اور صنعت و حرفت ایک ہی پیشہ شمار ہوتے تھے ایک ہی آدمی آدھا کاشتکار اور آدھا دست کار ہوتا تھا یہ ملا جلا طریقہ پیداوار روس کی اقتصادی پستی کا کھلا ثبوت ہے۔

روس مغربی یورپ کی دوسری نوآبادیوں کی طرح ایک نوآبادی تھا جہاں ترقی یافتہ ممالک اپنا مال فروخت کرتے تھے، روسی شہروں کی اہمیت بھی صرف سیاسی اور فوجی تھی اقتصادی نہ تھی ان کا کام یہ تھا کہ مغربی یورپ سے مال منگوا کر اُس کو ملک کے چپہ چپہ میں پہنچا دیں۔

مختصر یہ کہ جب روس جاگیردارانہ دور سے گذر رہا تھا، مغربی یورپ سرمایہ دارانہ دور میں داخل ہو چکا تھا، ایسا ہوتے ہوئے بھی مغربی یورپ کی ہمسائگی روس پر اثر کر رہی تھی۔ وہ ایشیائی ملک ہوتا ہوا بھی ان ملکوں سے کہیں بہتر تھا جن پر مغربی یورپ کا سایہ نہ پڑا تھا۔

غیر تدریجی ترقی | روس میں مغربی یورپ کے صنعتی و حرفتی تمدن

کی تقلید تو پیٹر اعظم کے زمانہ سے شروع ہو گئی تھی لیکن انیسویں صدی تک وہ تقلید برائے نام تھی۔ دراصل بیسویں صدی میں روس کے رؤسا سرمایہ دار بننے شروع ہوئے اور ملک میں غیر تدریجی ترقی کے اصول پر اقتصادی دور شروع ہوا۔ یہاں غیر تدریجی ترقی کی تشریح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جب ایک پس ماندہ ملک ترقی یافتہ ملک کے دوش بدوش آنا چاہتا ہے تو اُس کو اقتصادی چھلانگ مارنی پڑتی ہے اور ایک چھلانگ میں وہ تمام اقتصادی دور طے کرنا پڑتے ہیں جن سے گذرنے کے لئے ترقی یافتہ ملک کو صدیوں کی تدریجی سہولت مل چکی ہوتی ہے۔ اس اصول کے ماتحت جب روس اقتصادی ترقی کی طرف بڑھا تو مجبور ہوا کہ اجتماعی دستکاری اور مشین کاری کے ابتدائی دَور کو چھلانگ کر یک لخت مشین کاری کی آخری منزل میں داخل ہو جائے چنانچہ روس میں بہت ہی قلیل عرصہ میں امریکن طرز کے کارخانے قائم ہو گئے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی سال میں روس کی پیداوار پہلے سے دوگنی ہو گئی۔ ان کارخانوں سے مرعوب ہو کر روسی مورخوں نے یہ دعوے کئے ہیں کہ بیسویں صدی کے شروع میں روس پس ماندہ ملک نہ تھا۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط تھا کسی ملک کا یکلخت آلاتی (Mechanical) ہو جانا ہی اس امر کی دلیل ہوتا ہے کہ وہ پس ماندہ ملک ہے، روس کی عام حالت آج بھی اِس کی پس ماندگی کی شاہد ہے۔

اِقتصادی ترقی کا معیار اور روس کی حالت

کسی ملک کی اقتصادی ترقی کا اندازہ مندرجہ ذیل امور سے کرنا چاہئے۔

(۱) اوسط مزدور کس قدر جنس پیدا کرتا ہے۔
(۲) ملک کے کل طریقۂ پیداوار کا کتنا حصہ آلاتی ہو چکا ہے۔
(۳) ملک میں فی باشندہ دولت کا کیا اوسط ہے۔
(۴) رسل و رسائل کے ذرائع کتنے وسیع ہیں۔
(۵) اور ملکی صنعت و حرفت میں ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کی کیا نسبت ہے
اگر روس کو اس معیار پر جانچیں تو وہ یقیناً پس افتادہ ملک تھا۔
اس سلسلہ میں چند اعداد و شمار دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے۔

اگرچہ سنہ ۱۹۱۴ء میں روس صنعتی و حرفتی لحاظ سے معراج پر پہنچا ہوا تھا لیکن اس ترقی کے باوجود روسی مزدور امریکن کی نسبت بہت کم جنس بنا سکتا تھا، فی باشندہ روس کی آمدنی کا اوسط امریکہ کی بہ نسبت آٹھ سے لگا کر دس حصہ کم تھا۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں امریکہ کی صنعتی آبادی زراعتی آبادی سے ڈھائی گنی زیادہ تھی۔ اس کے برخلاف روس کی کل آبادی کا ۴/۵ حصہ زراعت میں لگا ہوا تھا جو بہت ہی پرانے غیر آلاتی طریقہ پر ہوتی تھی۔ روس میں سو مربع کیلومیٹر میں صرف ۶ ،۵ کیلومیٹر ریل تھی۔ برخلاف اس کے جرمنی میں ۱۱٫۷ اور آسٹریا میں ۵ ،۷ کیلومیٹر تھی۔ روس کی تمام صنعت و حرفت پر بنکوں کا قبضہ تھا اور بنک غیر ملکی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں تھے۔ کوئلہ، لوہا، تیل اور اس قسم کی دیگر ضروری اشیاء بھی غیر ملکی سرمایہ داروں کی ملکیت تھیں، چھوٹی صنعتوں پر بھی وہ رفتہ رفتہ قبضہ کرتے جا رہے تھے۔
نہ صرف یہی بلکہ اقتصادی لوٹ کے ساتھ ساتھ روس میں غیر ملکیوں کی سیاسی

ریشہ دوانیاں بھی عام تھیں۔

انقلاب کے دو بڑے سبب

یہ تو روس کی عام حالت کا ذکر تھا لیکن وہاں انقلاب ہونے کے دو بڑے سبب پرولتاری طبقہ کی کثرت اور روس و جاپان کی جنگ تھے۔ جس زمانہ میں انگلستان میں Puritan انقلاب ــــما ور فرانس میں انقلاب فرانس ہوا اُسوقت انگلستان کی کل آبادی صرف ساڑھے پچاس لاکھ اور فرانس کی دو کروڑ پچاس لاکھ تھی۔ اس کے برخلاف ۱۹۱۵ء میں روس کی صرف پرولتاری آبادی ایک کروڑ کے قریب تھی اور اگر مزدوروں کے گھر والوں کو بھی شمار کر لیا جائے تو پرولتاریوں کی کل آبادی دو کروڑ پچاس لاکھ کے قریب ہو جاتی تھی یعنی ۱۹۱۵ء میں صرف روس کے پرولتاریوں کی آبادی ۱۷۸۹ء کے کل فرانس کے برابر تھی

در اصل روس میں فروری اور اکتوبر کا انقلاب ہونے کی یہی وجہ ہوئی کہ وہاں ایک کروڑ پچاس لاکھ کے قریب پرولتاری طبقہ موجود تھا

انقلاب ہونے کی دوسری وجہ روس اور جاپان کی لڑائی تھی اس جنگ میں روس کی شکست نے فوجی کمزوری ظاہر کر دی تھی اور نتیجۃً حکومت کی استبدادیت کے خلاف ہر تحریک کو اُکسا دیا تھا۔ مثلاً اس زمانہ میں لبرل پارٹی نے حکومت کی شکست اور عوام کی بے چینی سے فائدہ اٹھا کر مطلق العنان زار کو آئینی ہونے پر مجبور کرنا چاہا۔

پرولتاریوں نے اپنی بنیادی ادارے "سوویٹ" کی بنا ڈالی۔ کسانوں نے بغاوتیں کیں، فوج کے غیر مطمئن طبقہ نے اپنے افسروں کی

استبدادیت کے خلاف آواز اٹھائی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب دو سیاسی پارٹیاں بھی پیدا ہو گئی تھیں ایک انقلابی اور دوسری معتدل۔ انقلابی پارٹی مکمل انقلاب اور معتدل پارٹی اصلاحات چاہتی تھی۔ یہ حالات تھے کہ ۱۹۱۴ء میں جنگِ عظیم شروع ہو گئی اور روس بھی اس میں کود پڑا۔

روس جنگ میں کیوں شریک ہوا۔

جنگِ عظیم میں روس کی شرکت بہت ہی مضحکہ خیز تھی، کیونکہ یہ جنگ سرمایہ دار ملکوں کی جنگ تھی جو منڈیوں اور بازاروں پر قبضہ کرنے کے لیے لڑی جا رہی تھی۔ روس میں سرمایہ داری اس عروج پر نہیں تھی کہ اُس کو بیرونی بازاروں کی ضرورت ہوتی، اِس لیے روس کی جنگ میں شرکت بے معنی تھی لیکن جس طرح وہ مغربی یورپ کے اثر سے اِس امر پر مجبور ہوا تھا کہ آلاتی ترقی کرے اِسی طرح جب یورپ کی بڑی سلطنتوں کی جنگ ہوئی تو روس اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اگر مغربی یورپ کو ایک بڑی فرم مان لیں تو یہ کہنا درست ہوگا کہ روس کی آمریت اُس فرم کی ایک شاخ تھی۔ روس کے امیر طبقہ کی زندگی غیر ملکی سرمایہ سے وابستہ تھی جس کی مدد کے بغیر اس کا اپنا وجود خطرے میں تھا یعنے روس کی حالت اُس ایجنٹ کی سی تھی جس کی روزی فرم کے کل نفع کا ایک جزو ہوتی ہے اور اگر نفع کم ہو جائے تو ایجنٹ کا کمیشن بھی کم ہو جاتا ہے جب ۱۹۱۴ء میں مغربی یورپ دو فرموں میں تقسیم ہو گیا اور ان میں سخت اقتصادی مقابلہ یعنی جنگ شروع ہوئی تو روس کو اس فرم کی طرف ہونا پڑا جس کے سرمایہ سے وہ فائدہ اُٹھا رہا تھا۔

۱۹۱۵ء میں روس کی فوجی حالت — روس جنگِ عظیم میں کود پڑا لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ اِس جنگ کے لیئے بالکل تیار نہ تھا۔ زار کی فوج بیگاریوں پر مشتمل تھی جو نہ دورِ حاضر کے فوجی قواعد سے واقف تھے اور نہ نوایجاد ہتھیاروں کے استعمال سے آشنا۔ یہی نہیں بلکہ اِس فوج میں بر جوازی، طبقہ کے لوگوں کو ذمہ دار عہدے خاندانی اثرات کی بنا پر ملے ہوئے تھے ظاہر ہے کہ اِس قسم کے ناتجربہ کار افسر فوج کا کیا انتظام کر سکتے تھے چنانچہ چند ہفتے ہی گذرنے پائے تھے کہ جنگ زار کے لئے بہت ہی وقار شکن ثابت ہونے لگی۔ وہ فوج جس کو قومی غرور نے ناقابلِ تسخیر کا خطاب دے رکھا تھا میدان جنگ میں موم کی طرح پگھلنے لگی۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو جب ڈوما (Duma) کے اجلاس میں وزیر جنگ سے دریافت کیا گیا کہ میدانِ جنگ میں کیا ہو رہا ہے تو جواب ملا "ہماری فتح کی ساری امیدیں ملک کی وسعت، دلدلوں کے ناقابلِ عبور ہونے اور سینیٹ لیور (St. Leo) کی شفقت سے وابستہ ہیں"

کس قدر ٹھیٹ ایشیائی جواب ہے، وزیر جنگ کو فوج پر بھروسہ نہیں بلکہ اس کی اُمیدیں ملک کی جغرافیائی حفاظت اور پیر و مرشد کی کرامت سے وابستہ ہیں۔ چند روز بعد ایک جنرل نے وزیر جنگ سے صاف کہدیا۔ "موجودہ طریقہ جنگ ہمارے بس کا نہیں جرمن ہم سے بہت بڑھے ہوئے ہیں"۔ ایک انجنیر نے کہا "جرمنوں سے لڑنا حماقت ہے ہم جرمنوں سے نہیں لڑ سکتے۔ نیئے طریقۂ جنگ سے ہم اجنبی ہیں اور یہی ہماری شکست کا باعث ہے"۔

لیکن اِس کمزوری کے باوجود حکومت بڑے زور و شور سے بھرتی کر رہی تھی اور فوج کی کل تعداد قریب ایک کرور کے پہنچ گئی تھی۔ لیکن وہ سپاہی نام کے سپاہی تھے۔ کسانوں کو فوجی لباس پہنا کر محاذ پر روانہ کر دیا تھا ظاہر ہے کہ میدان جنگ میں وہ بیکار تھے انھوں نے جنگی محاذ کو ایک میلہ بنا دیا۔ دورانِ جنگ میں جب پچیس لاکھ کسان مختلف مقامات پر مارے جا چکے اور اس قربانی کے بعد بھی اُن کو فتح کی توقع نہ ہوئی تو بد دل ہو کر فوج سے بھاگنے شروع ہوئے۔ جولائی ۱۹۱۵ء میں ایک وزیر کہتا ہے۔ "آہ روس تیری فوج جو کسی زمانہ میں دشمن کے لیے موت کا پیغام تھی۔ آج بزدل اور بھگوڑے سپاہیوں سے بھری پڑی ہے۔" روسی فوج کے تعلیمیافتہ جنرلوں کا یہ حال تھا کہ جب دشمن کی فوجیں مقام کیو (Kieo) کے سامنے آئیں تو روسی جنرل آپس میں گھنٹوں اِس امر پر مباحثہ کرتے رہے کہ کیو سے مدفون بزرگانِ دین کی ہڈیاں محفوظ جگہ کس طرح پہنچائی جائیں اس اہم فوجی مسئلہ پر زار کی یہ عقیدتمندانہ رائے تھی "نہیں جرمن اس متبرک شہر پر گولہ باری نہیں کریں گے اور اگر انھوں نے بیحرمتی کی تو ہمارا کیا حرج ہے انھیں پر قہر نازل ہو گا۔" حکومت ابھی بحث و مباحثہ ہی کر رہی تھی کہ پادریوں نے بزرگوں کی ہڈیاں جمع کرنا شروع کر دیں۔ وہ کہتے تھے کہ "جب ہم یہاں سے روانہ ہوں گے تو اپنا متاعِ عظیم بھی ساتھ لے جائیں گے۔" یہ صلیبی جنگ کے واقعات نہیں ہیں بلکہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے حالات ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اِس وقت روس،

توہمات میں اُسی سطح پر تھا جس پر شاید آج کا ہندوستان ہے۔

جب فوج اور اس کے جنرلوں کا یہ حال ہو تو شکست ہونا لازمی تھی چنانچہ پے درپے شکستوں کی وجہ سے جب فوجی وقار متزلزل ہوتا دکھائی دیا تو زار نے اِس پسپائی کی ذمہ داری دوسروں کے سر منڈھی یہودیوں پر جاسوسی کے الزام لگائے، جن روسیوں کے جرمن وضع کے نام تھے ان کو مورد الزام ٹھیرایا۔ فوجی دفتر کے ایک کرنل کو جس کا جرمن وضع کا نام تھا گولی کا نشانہ بنا دیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وزیر جنگ پر غداری کا الزام لگا کر اُس کو قید کر دیا، جس واقعہ نے اتحادی ممالک میں سنسنی پیدا کر دی، انگلستان کے وزیر خارجہ نے روسی پارلیمنٹری وفد سے کہا: "تمھاری حکومت بہت دلیر معلوم ہوتی ہے کہ دوران جنگ میں وزیر جنگ پر غداری کا الزام لگا دیا"۔ صرف زار ہی نہیں بلکہ ڈوما کے اراکین زار کے درباریوں پر جرمن سے موافقت کا کھلم کھلا الزام لگاتے تھے انگلستان کا عمل سیاسی مصالح کی بنا پر بہت سستی سے تیز ہو رہا تھا۔ اور اتحادیوں کی ناعاقبت اندیشی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ وہ روسی سپاہیوں کو خطرہ کی جگہ لڑواتے تھے اور اپنے سپاہی محفوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ روس میں بطور طعن یہ کہا جانے لگا تھا: "انگلستان نے قسم کھائی ہے کہ جب تک روس کا ایک سپاہی باقی ہے انگلستان جنگ جاری رکھے گا"۔ یہ جملے خندقوں میں پہنچ کر بارود کا کام کر رہے تھے۔ سپاہی کا یہ خیال ہو چلا تھا کہ "حکومت ہمارے خون سے کھیل رہی ہے"۔

روسی حکومت واقعی سپاہی کے خون سے کھیل رہی تھی، اُس کی نزدیک سپاہی کی جان کی کوئی قیمت نہ تھی اور وہ لاکھوں کی تعداد میں کٹوائی جا رہے تھے۔ اتحادیوں کے کل جانی نقصان کا ۴۰ فیصدی تنہا روس کا نقصان تھا۔ آج تک کسی ملک نے قومی جنگ میں اتنے انسان بھینٹ نہیں چڑھائے ہوں گے۔

ابتدا میں تو روسی سپاہی بلا سوچے سمجھے افسر کے حکم پر جان دینے کو تیار ہو جاتا تھا لیکن جب کچھ عرصے بعد نوبت یہاں پہنچی کہ سپاہی کے پیر میں نہ جوتا اور نہ پیٹ میں روٹی اور حکم یہ کہ حملہ کرو اور حملہ بھی ایسا جو بسا اوقات بے نتیجہ ثابت ہوتا تھا۔ تب تو سپاہی کو یقین ہو گیا کہ افسر بد حواس ہو چکے ہیں اب سپاہی افسروں کے احکامات کا مذاق اڑانے لگا اور لڑائی سے مُنہ موڑنے لگا اُس وقت حکومت کی طرف سے ایک خفیہ حکم نکلا "سپاہی کو فوجی خدمت ترک کرنے یا اور کسی ایسے ہی سنگین قصور پر کوڑے لگائے جائیں" لیکن یہ کوڑے بازی بھی سپاہی کو لڑنے پر آمادہ نہ کر سکی۔ پریکو نامی سپاہی اس زمانہ کی حالت اپنی ڈائری میں یوں لکھتا ہے "ہر سپاہی صلح کا خواہاں ہے اُس کو اس سے بحث نہیں کہ کون جیتتا ہے اور صلح کن شرائط پر ہوتی ہے۔ وہ لڑائی سے اکتا گیا ہے اور ہر صورت میں صلح چاہتا ہے۔"

اُس زمانہ میں حکومت یہ کوتاہ اندیشی کر رہی تھی کہ جو انقلابی مزدور کارخانوں میں ہڑتال کرتے تھے ان کو سزا کے طور پر میدان جنگ کو روانہ کر دیتی تھی اس طرح انقلابی لوگ بغیر کوشش کے محاذ پر پہنچ جاتے تھے

اور سپاہیوں میں انقلابی خیالات کی تبلیغ شروع کر دیتے تھے، ان انقلابی تخیلات کا فوج پر بہت مہلک اثر ہو رہا تھا۔ ایک خفیہ پولیس کا افسر لکھتا ہے "فوج میں ایسے گروہ پیدا ہو گئے ہیں جو وقت آنے پر کامیاب بغاوت کر سکتے ہیں۔" ۱۹۱۶ء کا سرکاری بیان ہے "فوج کی حالت خطرناک ہے۔ سپاہیوں اور افسروں کے تعلقات کشیدہ ہیں۔ اکثر اُن میں کشت و خون کی نوبت پہنچ جاتی ہے فوج قبضہ سے باہر ہے۔" اسی سال اکتوبر کے مہینہ میں پولیس کا ڈائرکٹر لکھتا ہے "لڑائی سے سب گھبرائے ہوئے ہیں۔ اور ہر شرط پر صلح کرنے کو تیار ہیں۔"

معتدل پارٹی جسے کیڈٹ کہتے تھے اور جس نے ابتدائی جنگ میں یہ کہا تھا کہ "ہمارا مستحکم ارادہ ہے کہ دشمن کو شکست دیکر دم لیں۔" اب سپاہیوں کی بابت یہ کہتی سنائی دیتی تھی کہ "ان گدھوں سے جرمنی پر فتح پانے کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔"

روس کی اقتصادی حالت

جیسا کہ سرمایہ دار ملکوں کی تمام جنگوں میں ہوتا ہے روس کا سرمایہ دار طبقہ غریبوں سے تو یہ توقع کر رہا تھا کہ وہ ملک کی حفاظت کے لئے اپنا خون پانی کی طرح بہائیں لیکن وہ خود سونا بٹورنے میں مشغول تھا۔

۱۹۱۶ء کے موسم بہار میں ہتھیاروں کی کمی کی وجہ سے جب سپاہی محاذ سے واپس ہونے شروع ہوئے اُس وقت حکومت نے سامانِ جنگ بنانے کے لئے ایک اقتصادی کانفرنس منعقد کی اور اس کانفرنس کی

تجویز کے مطابق ایک کثیر رقم ملک کے کارخانہ داروں کو صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے دیدی۔ اس رقم سے سرمایہ داروں نے بڑے بڑے کارخانے کھڑے کرلئے اور خوب نفع کمایا۔ کارخانہ داروں کی لوٹ کا اندازہ اُس زمانہ کی نفع کی شرح سے ہوتا ہے۔ ماسکو کی کپڑے کی کمپنی کو ۷۵ فیصدی ٹیور کمپنی کو ۱۱۱ فیصدی اور تلہ کی کمپنی کو جس میں صرف ایک کروڑ روپیہ کا سرمایہ لگا ہوا تھا ایک کروڑ بیس لاکھ نفع ہوا۔ جیسے ہندوستان کی جنگ آزادی میں برجوازی طبقہ نے جمہور کے جذبہ حب الوطنی سے سودیشی کی آڑ میں خوب نفع کمایا اسی طرح روس میں بھی برجوازی طبقہ کے لئے جنگ بہت نفع بخش ثابت ہو رہی تھی۔ اُس زمانہ میں سٹہ اور جوا بہت زور پر تھا۔ پرولتاری پر موت اور سرمایہ داروں پر سونا برس رہا تھا۔ غریب طبقہ کے لئے دارالخلافہ میں روٹی تک نہ تھی لیکن جوہری فیبرگٹ کا بیان ہے "میرا کام جتنا اُس زمانہ میں چلا کبھی نہیں چلا تھا"

زارینہ کی ہمجولی لکھتی ہے "میں نے ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۶ء کی سردی کے موسم میں اتنے حسین اور بیش قیمت گون امیر خواتین کو پہنے دیکھے کہ اس سے قبل کبھی نہیں دیکھے تھے اس زمانہ میں امیر طبقہ نے اتنے جواہرات خریدے کہ کسی اور زمانہ میں نہیں خریدے تھے"

برجوازی طبقہ بہت امیر ہو گیا تھا اور دولت نے اُن کے لئے عیش و عشرت کے دروازے کھول دئے تھے۔ رات کی کلب کی زندگی پورے شباب پر تھی۔ وہ لوگ جو جنگ کی تکالیف کے لئے تو بڑھے تھے،

لیکن کلب کی رنگ رلیوں کے لئے جوان تھے خوب عیش کر رہی تھے،
یہی وہ طبقہ تھا جو صلح کی ہر کوشش کو شرمناک ٹھیراتا تھا کیونکہ وہ تاڑ
گیا تھا کہ اس کی عیش و عشرت کا زمانہ صلح ہونے تک ہی ہے۔

ڈوما اور زار میں اختلاف

بر جوازی، نہ صرف سامان حرب بنا کر فائدہ اٹھا رہے تھے بلکہ زار کی شکست سے بھی وہ اپنے
طبقہ کو فائدہ پہنچانا چاہتے تھے، اس زمانہ میں مصلحت وقت دیکھتے ہوئے
مختلف برجوازی پارٹیاں متحد ہو گئی تھیں اور معتدل طبقہ کو یہ امید ہو گئی تھی
کہ حالات کی نزاکت کی وجہ سے زار مختلف پارٹیوں کے اتحاد سے مرعوب
ہو کر شاید مراعات دیدیگا۔ یہ سوچ کر معتدل پارٹی نے متحد ہو کر ذمہ دار
حکومت قائم کرنے کا مطالبہ پیش کر دیا تھا لیکن زار نے بجائے مراعات
دینے کے ۱۵ر ستمبر کو "ڈوما" کا اجلاس برخاست کر دیا ڈوما کے ممبر ہندوستان
کی لبرل پارٹی کی طرح اس قدر حکومت پرست نکلے کہ انھوں نے یہ حکم
سن کر غصہ تو درکنار تعجب تک کا اظہار نہیں کیا۔ زار کی جے بولی اور گھروں
کو واپس ہو گئے۔ ڈوما کے اس رویہ کی وجہ بقول چیف خفیہ پولیس یہ تھی
"درپردہ سرمایہ دار جماعت کی مختلف پارٹیاں انقلاب سے ڈرکر زار
روس کے ساتھ ہیں، یہ انقلاب نہیں چاہتیں بلکہ انقلابی حالات کو مراعات
حاصل کرنے کا آلہ کار بنانا چاہتی ہیں وہ اپنے مفاد کی حد تک انقلابی
تحریکات کے ساتھ ہیں انقلاب میں ان کو خسارہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ
زار کی مخالفت اُس حد تک کرنا چاہتی ہیں جس حد تک کہ انقلاب کا خطرہ

پیدا نہ ہو۔" ہندوستان کی برجوازی لیڈر شپ کا بھی یہی مطمح نظر ہے۔
زار کے خلاف توقع ڈوما کے برخاست ہونے کے بعد سیاسی حالات
بجائے سنورنے کے خراب ہونے لگے اور اس درجہ خراب ہوئے کہ زار
دوبارہ ڈوما کا اجلاس بلانے پر مجبور ہوگیا۔ ڈوما کا صدر اس اجلاس
کی بابتہ بیان کرتا ہے کہ "یہ اجلاس مردہ تھا۔ ممبروں کی تعداد کم تھی
آئینی جدوجہد بے نتیجہ معلوم ہوتی تھی حکومت کسی کی رائے ماننے کو تیار
نہ تھی، کارروائیاں عام طور پر غیر آئینی ہو رہی تھیں اور ملک تباہی کی
طرف جا رہا تھا۔" اس سال موسم خزاں میں جب یہ صاف دکھائی دینے
لگا کہ شکست ہونی لازمی ہے اُس وقت معتدل پارٹی نے شاید زار
کے اشارہ سے ڈوما کے ڈپٹی پرِ وٹوپوف کو خفیہ طور پر جرمن نمائندہ
واربرگ سے صلح کی گفت وشنید کرنے اسٹاک ہام بھیجا۔ اس
علیحدہ صلح کی گفت وشنید کا سبب یہ تھا کہ روس کے سرمایہ دار کو
اتحادیوں کے طرزِ عمل سے یقین ہوگیا تھا کہ اِن کا مقصد فتح کے بعد
روس کو مال فروخت کرنے کی منڈی بنانے کا ہے۔ اس یقین کے
بعد معتدل پارٹی کو سوائے اِس کے کیا چارہ تھا کہ جرمنی سے الگ
صلح کرلے۔ پرِ وٹوپوف نے اسٹاک ہام سے واپسی پر زار کو صلح
کی گفتگو کا حال سنایا لیکن بے سود۔ شاید زار کو یہ خیال ہوا کہ اگر
اِس وقت صلح کرلی تو ملک میں معتدل پارٹی کی طاقت اور وقار بہت
بڑھ جائے گا۔ ار نومبر ۱۹۱۶ء کو ڈوما کا پھر اجلاس ہوا۔ اس اجلاس

میں حکومت کے خلاف بہت سخت تقریریں ہوئیں۔ یہاں تک کہ
ایک ممبر نے حکومت کی مختلف جنگی تجاویز کا ذکر کرتے ہوئے دریافت
کیا "یہ تدابیر غداری کا نتیجہ ہیں یا دیوانگی کا؟" زار نے گھبرا کر ڈوما کا
اجلاس برخاست کر دیا اور ان تقریروں کو نشر ہونے سے روک دیا
لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ سب تقریریں مزید حاشیہ آرائی اور مبالغہ کے ساتھ
روس کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گئیں جن سے عوام اس درجہ متاثر ہوئے
کہ حکومت خوف زدہ ہوگئی اور ہر مخالف تحریک کو تشدد سے کچلنے پر
اتر آئی۔ وزیر بدل دئیے گئے اور دارالخلافہ میں مارشل لا جاری ہوتے
ہوتے رہ گیا۔

حکومت کے اس رویہ پر ہر بورژوازی ادارے سے صدائے احتجاج
بلند ہونے لگی۔ ۹ ستمبر کو شہروں کی سبھا (Union of cities)
نے یہ تجویز منظور کی۔ "غیر ذمہ دار بدمعاش روس کو ہلاکت کی طرف
ہانک رہے ہیں ڈوما کو چاہئے کہ جب تک ذمہ دار حکومت نہ قائم
ہو جائے اس وقت تک اجلاس جاری رکھے۔"

اسٹیٹ کونسل جو امیر طبقہ کا ادارہ تھا اُس نے بھی اس امر پر
زور دیا کہ حکومت کی باگ ڈور اُن لوگوں کے ہاتھ میں دینی چاہئے
جن پر قوم کو اعتماد ہو۔ جب سب طرف سے حکومت پر دباؤ پڑا تو
۱۶ فروری سنہ ۱۹۱۷ء کو پھر ڈوما کا اجلاس بلایا گیا۔ لیکن ڈوما کی حالت
وہی نیم خوابیدہ انسان کی سی تھی وہاں بھی ہندوستان کے بورژوازی

طبقہ کی طرح عمل کی بجائے لفاظی پر زور صرف کیا جا رہا تھا

یہ وہ زمانہ تھا جب فروری کے انقلاب میں صرف دو ہفتہ باقی تھے

کسان

روسی انقلاب کے مفصل بیان سے قبل اس کے اجزا رکا تفصیلی بیان ضروری ہے۔ اس انقلاب کے دو بڑے اجزا ر تھے، ایک غریب کاشتکار طبقہ اور دوسرا پرولتاری (مزدور) طبقہ۔ باوجود زرعی ملک ہونے کے روس میں غریب کسان کی حالت ہمیشہ خراب رہی ہے۔ تعلیم و تنظیم نہ ہونے نے اس کو ہمیشہ حکومت کے رحم و کرم پر رکھا۔ ۱۹۰۵ء میں روس کی مزروعہ اراضی کا تخمینہ ۲۸ لاکھ روسی ایکڑ تھا (ایک روسی ایکڑ ۷ء۲ انگریزی کے برابر ہوتا ہے) اس میں سے ۱۴۸ لاکھ ایکڑ زمین مشترکہ تھی تمام کسان مشترکہ طریقہ پر اس کے مالک تھے۔ روس کے اکثر گاؤں میں ابتک انفرادی ملکیت قائم نہیں ہوئی تھی بلکہ گاؤں کی کل زمین پر کسانوں کی کل آبادی کا اجتماعی قبضہ تھا جس کو وہ فروخت نہیں کر سکتے تھے اس طریقہ کو وہ میر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ زار کی اراضیات پچاس لاکھ ایکڑ تھیں۔ گرجا اور خانقاہوں کی ملکیت میں ۲۰½ لاکھ ایکڑ زمین تھی اور ساٹھ لاکھ ایکڑ پر صرف ۳۰۰۰۰ بڑے زمیندار قابض تھے۔ وقت گذرنے پر روس کی دیہی آبادی تو بڑھ گئی لیکن اراضی اتنی ہی رہی جتنی تھی۔ کیونکہ طریقہ پیداوار میں ترقی نہیں ہوئی تھی ۱۴۰۰ لاکھ ایکڑ اس آبادی کی کفالت کرنے کے لیے ناکافی ہوگئی تھی۔ ان حالات میں غریب کسان کی للچائی ہوئی نظریں امیر زمیندار کی ساٹھ لاکھ ایکڑ زمین پر پڑنی

لگیں تھیں۔ کسان یہ سوچتے تھے کہ اگر یہ بڑا رقبہ ہمارے قبضہ میں آجائے تو اس کی پیداوار سے ایک کروڑ کسان گھر پل سکتے ہیں۔ چنانچہ اس خیال سے متاثر ہو کر کسانوں نے بغاوتیں شروع کر دیں تھیں۔ چونکہ یہ بغاوتیں غیر منظم طریقہ پر کی جاتی تھیں اس لیے کچل دی جاتی تھیں۔ تاہم ان بغاوتوں کا یہ اثر ہوا کہ کسانوں کے آنسو پونچھنے کے لیے حکومت نے کچھ مراعات دیدیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ حکومت چونک اُٹھی اور اس نے مستقل طور پر ان بغاوتوں کا سدباب کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۰۶ء میں حکومت نے ایک قانون بنایا جس نے گاؤں کی مشترکہ ملکیت ختم کر دی یعنی دیہات کی زمین کو گاؤں کی آبادی میں بانٹ دیا اور زمین خریدنے بیچنے کی اجازت دیدی۔ اس قانون کا یہ مدعا تھا کہ گاؤں میں زمینداروں کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو جائے جو حکومت کا وفادار رہے اور باغی کسان کو اقتصادی دباؤ سے اپنا مطیع بنائے رکھے۔ جب حکومت نے اس قانون پر عملدرآمد کیا اور گاؤں کی زمین تقسیم ہوئی تو بہت سے لوگوں کے حصہ میں اتنی کم زمین آئی کہ اُس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا وہ اُس کو بو جوت کر دو وقت کی روٹی بھی نہیں چلا سکتے تھے چنانچہ اُن کو اپنے چھوٹے حصے امیر زمینداروں کے ہاتھ فروخت کر کے شہر کا رُخ کرنا پڑا۔ ۵۰ لاکھ کے قریب مرد عورتیں اور بچے شہروں میں چلے گئے۔ اور وہاں کے پرولتاری طبقہ کے ساتھ رس بس گئے لیکن یہ تبدیلی آسانی سے نہیں ہوئی تھی۔ کمزور سے کمزور انسان بھی آسانی کے ساتھ اپنا مفاد قربان نہیں ہونے دیتا۔ جس وقت گاؤں کی مشترکہ زمین کے حصے بخرے ہونے

لگے تو غریب گاؤں والے لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے اور جب پولیس اور فوج
تقسیم کرانے آئی تو اُس کے سامنے بھی ڈٹ گئے، مارا اور مرے۔ امیر
زمینداروں کے کھیتوں کو آگ لگا دی۔ اُن کی زمینوں پر زبردستی قبضہ کر لیا
لیکن یہ غیر منظم جدوجہد کامیاب نہ ہو سکی اور کسان آخر کار شکست کھا کر بیٹھ گئے
سنہ ۱۹۱۶ء تک $\frac{1}{2}$ ۲۰ لاکھ زمینداروں اور ساہوکاروں نے ۱۷۰ لاکھ ایکڑ
زمین خرید لی اور ۲۰ لاکھ نے ۱۴۰ لاکھ خریدنے کی مزید درخواستیں دیں۔
گویا حکومت کی تدبیر چل گئی اور گاؤں میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا جس کی
زندگی ملکیت سے وابستہ ہو گئی۔ اور جو ہر انقلابی تحریک کا مخالف بن گیا۔ اور
حکومت کا وفادار۔

ان زمینداروں نے اپنی وفاداری کا ثبوت اس طرح دیا کہ ایک کروڑ
افلاس زدہ کسان فوج میں بھرتی کرا دئے اور ان غریبوں کی سواری کے
بیس لاکھ گھوڑے بھی حکومت کو کم قیمت پر دلا دئے۔ کسان جنگ میں چلے گئے
لیکن باوجود جنگ کی مشغولیت اور موت کے خوف کے جھونپڑے اور کھیت
کی یاد ان کے دل سے محو نہ ہوئی۔ وہ خندقوں میں بھی۔ گاؤں۔ زمین اور
سرمایہ داروں اور زمینداروں کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ فوج میں بھرتی
ہونے سے یہ فائدہ تو ہوا کہ وہ ہتھیاروں کا استعمال سیکھ گئے۔ لیکن
اُن میں تنظیم کا مسئلہ ابھی حل نہیں ہوا تھا۔ ان مسلح کسانوں کے دلوں میں
انتقامی جذبہ تو تھا لیکن ابھی اُن میں وہ رہبر مفقود تھا جو اُن کو جدوجہد
کرنے کا طریقہ بتاتا۔ یہ اُن کی سب سے بڑی خوش قسمتی تھی کہ پرولتاری

طبقہ ان کو رہبری کے لئے مل گیا۔

دنیا کے گزشتہ انقلابات اور روسی انقلاب میں سب سے اہم فرق یہی تھا کہ روسی انقلاب میں کسان طبقہ کو رہبری کے لئے مزدور طبقہ مل گیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ روسی انقلاب اتنا کامیاب ہوا۔

پرولتاری اب پرولتاری طبقہ کی تاریخ پر نظر ڈالئے، اس کو روسی استبدادیت سے اچھا سبق ملا تھا۔ زار روسی پرولتاری کا ہر مظاہرہ جرم اور ہر قدم بغاوت قرار دیتا تھا لیکن اُس طبقہ کی اقتصادی حالت بہتر کرنے کے لئے کچھ نہ کرتا تھا۔ فیکٹریوں میں مزدور کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی تھی۔ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ پرولتاریوں کی سیاسی ہڑتالیں روس کی اقتصادی زندگی کا ایک جزو بن گئی تھیں ان ہڑتالوں کی کثرت اور ہمہ گیری روس کی اقتصادی اور سیاسی زندگی کا پتہ دیتی ہے۔

سال	پرولتاری کی تعداد ہزاروں میں جنہوں نے سیاسی ہڑتالوں میں حصہ لیا۔
۱۹۰۳ء	۸۷
۱۹۰۴ء	۲۵
۰۵ " "	۱۸۴۳
۰۶ " "	۶۵۱
۰۷ " "	۵۴

۱۹۰۸ء	۹۳
۰۹ ،، ،،	۸
۱۰ ،، ،،	۴
۱۱ ،، ،،	۸
۱۲ ،، ،،	۵۵۰
۱۳ ،، ،،	۵۰۴
۱۴ ،، ،،	۱۰۵۹
۱۵ ،، ،، آدھا سال	۱۵۶
۱۶ ،، ،،	۳۱۰
۱۷ ،، ،،	۵۷۵

روس اور جاپان کی لڑائی کے پہلے سال یعنی سنہ ۱۹۰۴ء میں ۲۵۰۰۰ مزدوروں نے ہڑتال میں حصہ لیا۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں ۲۸۶۳۰۰۰ لوگ اقتصادی اور سیاسی ہڑتالوں سے متاثر ہوئے یعنی پہلے سال سے ۱۱۵ گنے زیادہ۔ جب اقتصادی حالات نے یہ صورت اختیار کی تو پرولتاریوں کو ایک تنظیمی ادارہ کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ایک جمہوری ادارہ بنایا گیا جس کا نام سوویٹ (Soviet) رکھا گیا۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں جیسا کہ مندرجہ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے مزدور طبقہ بہت زور پر تھا لیکن جب اس سال دسمبر میں مزدور طبقہ کو ایک یورش میں شکست ہوئی تو وہ دب گئے اور جو مراعات مل چکی تھیں اُن کو برقرار رکھنے کے لئے (سنہ ۱۹۰۶-۷ء) دو سال جدوجہد کرتی

رہی۔ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۱ء تک بڑے زور سے ردعمل ہوا۔ جن فیکٹریوں میں پولیس کے تشدد کی وجہ سے مکمل ہڑتالیں ہو جایا کرتی تھیں۔ اب مزدوروں کو کان تک ہلانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حکومت اُن پر ظلم کرتی تھی اور وہ اُف تک نہیں کر سکتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ شکست سے انقلابی جماعت کی قوتِ عمل طویل مدت کے لیے مفلوج ہو جاتی ہے دیرینہ رسم و رواج اور سیاسی توہمات جو مکمل طور پر نہیں مٹتے دوبارہ عود کر آتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء–۱۹۱۱ء کے درمیان پرولتاریوں میں وہ سب اختلافات دوبارہ رونما ہو گئے جن کے خلاف ۱۹۰۳ء سے جد و جہد ہو رہی تھی ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۳ء تک پرولتاریوں نے پھر زور پکڑا اور ۱۹۱۴ء میں صرف آدھے سال ہی میں ہڑتالوں کی تعداد ۱۹۰۵ء کے قریب پہنچ گئی۔ لیکن حکومت کی خوش قسمتی کہیے یا بدقسمتی کہ اسی سال جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ جنگ عوام میں وفاداری اور حب الوطنی کا جذبہ بہت قوی کر دیتی ہے جس سے ملک کی حکومت بہت فائدہ اُٹھاتی ہے چنانچہ روس میں بھی ایسا ہی ہوا۔ ملک کی تحفظ کے نام پر انقلابی مزدور فوج میں بھرتی ہو کر میدانِ جنگ پر چلے گئے اور حکومت نے موقع پا کر باقی ماندہ انقلابی مزدوروں کی خلاف بہت سختی کر دی۔ پرولتاری پریس بند کر دیا۔ مزدور سبھاؤں کا گلا گھونٹ دیا، انقلابی مزدوروں کے محاذ جنگ پر چلے جانے کے بعد نئے نئے مزدور عورتیں، لڑکے اور کسان فیکٹریوں میں داخل ہو گئے، یہ جلد ہی فیکٹریوں کے مالکوں کے اثر میں آ گئے اور باقی ماندہ انقلابی مزدوروں کو کچلنے میں

کارخانہ داروں کا ساتھ دینے لگے مختصراً یہ کہ اُس زمانہ میں پرولتاری طبقہ
کو انقلابی تخیلات کا زندہ رکھنا مشکل ہوگیا تھا۔ یہ زمانہ انقلابی تحریک کے لئے
اتنا سخت تھا کہ مزدور اپنے آپ کو انقلابی کہتے ڈرتے تھے۔

لیکن جب میدانِ جنگ میں شکست پر شکست ہوئی تو حالات نے
دوبارہ اپنی اصلی شکل اختیار کر لی۔ پرولتاریوں کا خوف و ہراس ختم ہو گیا
اور ۱۹۱۵ء میں ہڑتالوں کا نیا دور شروع ہوا۔ اس دور کی یہ خصوصیت
تھی کہ مزدور کے ساتھ فوجی سپاہی بھی احتجاج میں دوش بدوش تھے
حالات کی نزاکت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ عین اس وقت
جبکہ فرانس کا صدر الیگزنڈر III کی قبر پر پھول چڑھا رہا تھا شہر کی سڑکوں پر مزدوروں
کی چیخ پکار اور دھینگا مشتی جاری تھی اور حکومت اس کو نہیں روک سکتی تھی

مینشویک اور بولشویک

اس زمانہ میں ملک میں سیاسی احساس اس قدر
قوی ہو گیا تھا کہ دو سیاسی پارٹیاں پیدا ہو گئی تھیں
ایک مینشویک پارٹی اور دوسری بولشویک پارٹی۔ مینشویک پارٹی
۱۹۱۲ء سے قبل کے رجحانات سے پیدا ہوئی تھی یہ وہ زمانہ تھا جبکہ
حکومت کا تشدد انقلابی جماعت کے خلاف کارگر ہو رہا تھا اور سیاسی زندگی پر
عام افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ اس پارٹی کا یہ پیدائشی ماحول اس کے پروگرام
سے ظاہر ہوتا رہا اور اس میں انقلابی روح ہمیشہ مفقود رہی جیسے ہندوستان
کی کانگریس پارٹی میں مختلف الخیال پارٹیاں مثلاً سوشلسٹ، گاندھی والے، بوس
والے وغیرہ ہیں

اِسی طرح مینشویک پارٹی بھی بہت سی پارٹیوں کا مجموعہ تھی اِس میں ہندوستان کے لبرل قسم کے لوگوں سے لگا کر بولشویک رجحانات تک کے لوگ موجود تھے۔ دوسری بولشویک پارٹی تھی جو چونکہ تشدد کے زمانہ میں ختم نہیں ہوئی تھی اس لئے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی۔ لیکن جب دوبارہ ۱۹۱۶ء و ۱۹۱۷ء میں انقلابی رجحانات ظاہر ہوئے تو اس پارٹی نے پھر انقلابی تحریک کی سرکردگی شروع کر دی۔ اس زمانہ کی بولشویک پارٹی کے متعلق پولیس کا محکمہ لکھتا ہے کہ "لینن کے مصاحب چست اور بے خوف انقلابی لوگ ہیں جو تعمیری اور تنظیمی کام میں انتھک کوشش کر رہے ہیں اور جن میں استقلال بھی پایا جاتا ہے۔"

لیکن شروع میں ڈوما کی بولشویک پارٹی بھی پوری طرح انقلابی نہیں ہوئی تھی، اُس نے بھی مینشویک کی تقلید میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ امن عامّہ کو ہر حملہ سے بچائے گی۔ اس زمانہ کی بولشویک پارٹی کی خستگی کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ پیٹرزبرگ کی کمیٹی میں سات بولشویک ممبروں میں سے تین زار کی خفیہ پولیس کے افسر تھے اور پارٹی کو اس کا علم نہ تھا۔ لیکن باوجود ان سب کمزوریوں کے بولشویک کی ایک معتدبہ جماعت عوام میں جنگ کے خلاف جذبہ پیدا کر رہی تھی۔ اس جماعت کی کوشش کارگر ہوتی دیکھ کر حکومت نے نومبر میں ڈوما کے سب بولشویک ممبروں کو گرفتار کر لیا اور بولشویک پارٹی کے خلاف عام جہاد کا حکم دیدیا۔

فروری ۱۹۱۵ء میں ڈوما کے بولشویک ڈپٹیوں کا مقدمہ عدالت میں

پیش ہوا اور سب کو سزائیں ملیں۔ جب ان سزاؤں پر عوام میں کسی قسم کی شورش نہیں ہوئی تو پولس کے محکمہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ اگست ۱۹۱۵ء میں وزرا خوش خوش یہ کہتے پھرتے تھے کہ "مزدور طبقہ غداروں کا پتہ دے رہا ہے اور وہ ان کی تلاش میں ہے جن کی وجہ سے میدان جنگ میں ہمیں شکست ہو جاتی ہے" یہ واقعہ تھا کہ اس زمانہ میں پرولتاری روس کے تحفظ کے حامی تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ حکومت سے بددلی بھی بڑھتی جا رہی تھی وزرا صرف تحفظ کے جذبہ کو دیکھ رہے تھے لیکن ان کی نگاہ بددلی کی طرف نہیں جاتی تھی، اس بددلی کا مظاہرہ سب سے پہلے خوراک کی کمی کے زمانہ میں ہوا۔

جنس کی کمی کی وجہ سے بلوے اور ہڑتالیں

اس زمانہ میں ملک کی پیداوار کا پچاس فی صدی اور کپڑے کا ۷۵ فی صدی حصہ فوجی ضرورتوں کے صرف ہو رہا تھا۔ ملک میں سامانِ حرب کے کارخانوں کے سوا سب صنعت و حرفت بند تھی۔ ذرائع رسل و رسائل اتنے ناکافی تھے کہ کارخانوں کو نہ خام جنس پہنچ سکتی تھی اور نہ کوئلہ۔ خوراک کی کمی کی وجہ سے راشن کارڈ کا طریقہ جاری ہو گیا تھا۔ دیہات کے لوگ اپنے گھر چھوڑ کر شہر کا رخ کر رہے تھے اور شہر میں ان نوواردوں کے سبب سے پرولتاریوں کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہو گیا تھا کہ عام طور پر مزدوروں کی اجرتیں کم ہو گئی تھیں ان اقتصادی حالات میں ہڑتالوں کا ہونا لازمی تھا۔ جیسے جیسے وقت گذرتا جاتا تھا، ہڑتالیں زیادہ کامیاب ہوتی جاتی تھیں اور کہیں کہیں پولس سے ٹکر بھی

ہوجاتی تھی جس میں دو چار مقتول اور دو چار مجروح بھی ہو جاتے تھے ۵ رجون کو پولس نے ایک کپڑے کے کارخانے کے ہڑتالیوں پر گولی چلائی۔ چار مرے اور ۹ زخمی ہوئے۔ پھر ۱۰ ر اگست کو ۱۶ مرے اور ۳۰ زخمی ہوئے۔ اس وقت چند فوجی بھی ہڑتالیوں کے ساتھ تھے۔ یہ خبریں جب ملک میں پھیلیں تو تمام مقامات پر ان ہڑتالیوں کی ہمدردی میں ہڑتالیں ہوئیں۔ اس زمانہ میں تمام ملک میں اقتصادی بے چینی کے ساتھ ساتھ سیاسی احساس بھی بڑھ رہا تھا۔ عوام سیاسی جدوجہد میں حصہ لے رہے تھے۔ بولشویک اپنے اشتہارات بانٹ رہے تھے۔ ذرا سی سیٹی کی آواز پر مزدور یہ سمجھ کر کہ ہڑتال کی سیٹی بجی مشین بند کر دیتے تھے مزدوروں کی اعصابی حالت انقلابی ہو چکی تھی صرف سڑکوں پر اس کا مظاہرہ ہونا باقی تھا۔ دیکھنے والی نظریں ان ہڑتالوں میں انقلاب کا طوفان دیکھ رہی تھیں۔ وزیر انصاف نے ۱۶ ر اگست کو ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ "اگر اس وقت مزدوروں کے مسلح مظاہرے نہیں ہو رہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں تنظیم نہیں ہے" گورمکین نے زیادہ صاف الفاظ میں یہی دہرایا کہ "جب سے ڈوما کے بولشویک ڈپٹی جیل گئے ہیں پرولتاریوں کا کوئی مرکز نہیں رہا ہے نہیں تو وہ ضرور سر اٹھاتے" وزیر داخلہ نے ایک تقریر میں کہا کہ "ہمیں بولشویک ڈپٹیوں کو رہائی نہیں دینی چاہئے کیونکہ یہ مزدوروں کے لئے مرکز بن جائیں گے" انقلابی عمل موجود تھا لیکن منتشر تھا اس کو کامیاب ہونے کے لئے صرف یکجہتی کی ضرورت

تھی جس کے لئے ایک مرکز کا ہونا ضروری تھا۔

ڈوما کے بولشویک ڈپٹیوں کے قید ہو جانے کے بعد بولشویک پارٹی ایک خفیہ پارٹی رہ گئی تھی۔ پولس کے محکمہ کی رپورٹ ہے کہ "جب سے جنگ شروع ہوئی ہے لینن کے پیرو تمام ملک میں پھیل گئے ہیں اور خفیہ طریقہ پر تبلیغ کر رہے ہیں تمام بڑے بڑے مقامات پر ان کی خفیہ انجمنیں ہیں جو جنگ ختم کرنے، موجودہ حکومت کو تباہ کرنے اور جمہوریت کی بنیاد ڈالنے کی تبلیغ کر رہی ہیں اور ان کا پروپگنڈا مزدور جماعت میں سیاسی بیچینی بڑھا رہا ہے"

۹ جنوری ۱۹۱۶ء کو مزدور جماعت کی جدوجہد کی سالگرہ منائی گئی تمام ملک میں ہڑتالیں ہوئیں اور حسب معمول بہت سے مقامات پر ہڑتالیوں اور پولس میں ٹکر ہوئی اس زمانہ میں پرولتاریوں کی نظر میں سیاسی گہرائی پیدا ہو رہی تھی وہ سیاست اور اقتصادیات کا باہمی تعلق سمجھنے لگے تھے اور اقتصادی واقعات سے سیاسی نتائج نکالنے لگے تھے ان کی سمجھ میں آگیا تھا کہ سیاسی طاقت اقتصادی خوش حالی کی کنجی ہوتی ہے۔ پرولتاریوں کی بیداری کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ ۱۹۱۵ء میں سیاسی جدوجہد کی نسبت اقتصادی جدوجہد میں دُگنے مزدوروں نے حصہ لیا۔ لیکن ۱۹۱۷ء میں اقتصادی جدوجہد کی نسبت سیاسی جدوجہد میں چھ گنے زیادہ مزدور شامل تھے۔ مزدور جماعت میں یہ خیال پختہ ہوتا جا رہا تھا کہ ایک ہمہ گیر ہڑتال سیاسی طاقت حاصل کرنے میں مدد دیگی۔ اس لیے انقلابی مرکز مکمل ہڑتال کو کامیاب بنانے کی جان توڑ کوشش کر رہی تھی۔

ملک میں زار کا وقار بہت کم ہو گیا تھا۔ خفیہ پولس کی ایک رپورٹ کہتی ہے کہ "اگر دفعہ ۱۰۳ کے ماتحت اُن سب کو گرفتار کیا جائے جو شہنشاہِ اعظم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں تو اتنی گرفتاریاں کرنی پڑیں گی کہ تاریخ اس کی مثال پیش نہ کر سکے گی۔"

صرف عوام ہی نہیں بلکہ فوج بھی زار سے برگشتہ ہو رہی تھی اور مزدوروں سے عملاً ہمدردی کر رہی تھی۔ چنانچہ جب فرانس کے سفیر نے روسی وزیر اعظم کو توجہ دلائی کہ "ہڑتالیوں سے فوج والے تعاون کر رہے ہیں" تو وزیر اعظم نے جواب دیا کہ "دیکھتے جاؤ ان کو کیسے کچلتا ہوں۔"

اس زمانہ میں پولس کا ڈائریکٹر لکھتا ہے کہ "۱۹۰۵ء کی نسبت اب حکومت کی مخالفت بڑی شد و مد سے ہو رہی ہے۔ فوج اور پولس قابل اعتماد نہیں رہیں۔"
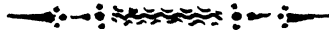
دوسرا باب
انقلاب اور محل کی زندگی!

زار کا کیریکٹر نکولا زدوم کو اس کے بزرگوں سے صرف ایک وسیع سلطنت ہی ترکہ میں نہیں ملی تھی بلکہ انقلاب بھی ملا تھا۔ زار ایک معمولی دل و دماغ کا بادشاہ تھا جس میں نہ اولوالعزمی و شجاعت تھی اور نہ دوربینی و فراست، اس کی سب سے اہم خصوصیت اُس کی خوش اعتقادی اور توہم پرستی تھی۔ زار کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اُس کا پیرومرشد راسپوٹن (Rasputin) اس کو ہر مصیبت سے بچا لیگا اس لئے زار ہر ملکی معاملہ سے لاپروا تھا۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں جب زار کی شہنشاہیت ختم ہوا چاہتی تھی اُس وقت بھی وہ سیر و شکار کے لطیفے سنا تا رہتا تھا اور ہر خرافات میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا تھا۔ اس زمانہ میں زار کی ملکی معاملات سے لاپرواہی ایسی عجیب معلوم ہوتی تھی کہ ایک جنرل کی زبان سے نکل ہی گیا کہ "زار میں یہ ضبط و استقلال کہاں سے آیا کہ مصیبت میں اتنا خوش ہے کیا یہ تربیت کا اثر ہے؟ یا توکل کا؟ یا احساس کی کمی ہے؟"

جنرل کا آخری خیال سچائی سے بہت قریب تھا۔ زار کی ڈائری اس امر کا پتہ دیتی ہے کہ زار میں نہ تفکر تھا نہ تدبر۔ نہ احساس تھا اور نہ روح کی گہرائی۔ اس کی زندگی بہت ہی سطحی تھی۔ شاید زارینہ اور راسپوٹن سے آگے اس کی نگاہ جاتی ہی نہ تھی۔ انقلاب کے زمانہ کی ڈائری میں ایسے اندراجات

اکثر نظر پڑتے ہیں۔ "آج بہت چلا۔ دو کوّے شکار کیے، دن چڑھ آیا تب چائے پی" "پیدل چلا۔ کچھ وقت ملاحی میں گذرا، کوّے شکار کیے، چائے پی۔" ڈائری میں عبادت کا ذکر بھی اسی انداز سے ہے جس طرح بزم عیش و نشاط کا ہے۔

۱۴ اپریل کو جب ملک سیاسی زلزلوں سے کانپ رہا تھا۔ زار لکھتا ہے "بہت ہی باریک قمیص میں سیر کے لیے نکل کھڑا ہوا، ملّاحی کی چھجّے پر بیٹھ کر چائے پی۔ اسٹانا نے کھانا کھایا اور ہمارے گھوڑے پر سوار ہو سیر کو گئی۔ کچھ پڑھا۔" کیا پڑھا اس کا کچھ ذکر نہیں۔ شاید کوئی عشقیہ ناول ہوگا۔ انقلاب، سیاسی جدوجہد، ہڑتالوں، فوجیوں کی بددلی اور ڈوما کے اجلاس کا کوئی ذکر نہیں۔ البتہ چھجّے پر چائے پینے کا ذکر ہے۔ ۱۵ اپریل کو ڈائری میں لکھتا ہے۔ " (   ) کا استعفا منظور کرلیا۔ میری اور دو مرغی کھانے پر تھیں اُن کو محل پہنچا دیا۔" اس کا کچھ ذکر نہیں کہ (   ) نے کیوں استعفا دیا اس کے کیا اثرات ہوں گے۔ ۷ جولائی کو جب ڈوما کے برخواست کرنے پر ہر سیاسی جماعت میں ہیجان اور ہیجان تھا زار لکھتا ہے "آج صبح بہت مشغولیت میں گذری، چاشت کے کھانے میں بھی آدھ گھنٹہ کی دیر ہوگئی۔ ایک طوفان آیا آسمان دھندلا ہوگیا، ہم سیر کو گئے۔ گورسکن ملنے آیا ہم نے ڈوما برخواست کرنے کے حکم پر دستخط کردئیے۔ اوسکا اور سیسیا کے ساتھ کھانا کھایا۔ تمام شام پڑھتے گذری۔" ڈوما کے برخواست ہونے پر ممبروں نے عوام سے یہ درخواست کی تھی کہ ٹیکس دینا بند کردیں فوج میں بغاوت اور بڑے بڑے افسروں پر حملے ہوئے تھے لیکن اِن باتوں کا

کہیں ڈائری میں ذکر نہیں۔

۹ر جولائی کو اندراج کرتا ہے۔ "خیال تھا کہ ڈوما کو برخواست کرنا پڑیگا وہ پورا ہوگیا کھانے کے وقت بہت سے لوگ منہ پھلائے ہوئے تھے موسم اچھا تھا سیر کرنے گئے۔ راستہ میں چچا جان سے ملاقات ہوئی، کھانے کے وقت تک بہت مشغول رہا اور شام کو بھی فرصت نہیں ہوئی ایک کینو پر ملاحی کی۔" یہ تو ذکر ہے کہ ملاحی ایک خاص قسم کی کشتی پر کی جس کو کینو کہتے ہیں لیکن یہ کہیں ذکر نہیں کہ دن بھر کس ضروری کام میں مشغول رہا ان تشویشناک ایام میں ۱۴ر جولائی کو اندراج کرتا ہے "کپڑے پہنے سائکل اٹھائی اور سمندر پہنچا وہاں خوب نہایا بڑا مزا آیا۔" ۱۵ر جولائی کو درج ہے، "دو مرتبہ غسل کیا دن بہت گرم تھا میں اور ملکہ کھانے پر اکیلے تھے کوئی مہمان نہ تھا۔ ایک طوفان آیا اور گذر گیا۔" ۱۹ر جولائی کو لکھتا ہے۔ "صبح نہایا کھیت پر گیا۔ چچا جان نے ہمارے ساتھ لنچ کھایا۔" ملک کے طول و عرض میں جو بدامنی اور بلوے ہو رہے تھے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ "کیا خوب تماشہ ہو رہا ہے۔" زار کو انقلاب تماشہ معلوم ہو رہا تھا، اُس کی سطحی نگاہ انقلاب کی گہرائی کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ ڈائری میں آگے چل کر لکھتا ہے۔ "صبح ساڑھے نو بجے تک خوب پھرا۔ موسم بہت خوشگوار تھا، سمندر میں غسل کیا چائے کے بعد لیفیف اور حلیف سے باتیں کیں۔" یہ دونوں کابینہ میں تبدیلی کی تجویز لیکر زار سے ملنے گئے تھے لیکن زار کی ڈائری میں ان اہم مسائل کی طرف اشارہ تک نہیں۔ شاہزادہ لیفیف کا بیان ہے کہ

"جب میں زار سے ملنے گیا تو مجھے خیال تھا کہ سیاسی حالات کی بنا پر بادشاہ بہت ہی افسردہ ہوگا۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ زار بہت ہشاش بشاش گلابی قمیص پہنے مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔" دو سال کی سیاسی مشکلات نے زار کے سیاسی شعور پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا واقعات اور زار کے درمیان احساس کی کمی حائل تھی۔ اس احساس کی کمی کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ تقدیر کا قائل اور راسپوٹن کے اقوال کو کلام الٰہی سمجھتا تھا۔ راسپوٹن نے زار کو یقین دلا دیا تھا کہ کوئی اُس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ ان عقائد نے زار کے تفکر اور احساس کو مردہ کر دیا تھا۔

مندرجہ بالا خصوصیات کے علاوہ، حیلہ جوئی۔ فرعونیت اور بے رحمی بھی زار کا طرۂ امتیاز تھیں۔ کاونٹ وٹ لکھتا ہے کہ "زار میں فرعونیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اُس کے نزدیک کسی کام کرنے کے لئے یہ وجہ کافی ہے "کیونکہ میں چاہتا ہوں اِس لئے ایسا ہونا چاہیئے۔" جن افسروں پر عتاب نازل کرتا اُن پر خاص طور سے نظر عنایت کرتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وزیر کو بلا کر اُس سے بہت گرمجوشی سے باتیں کیں لیکن جب وزیر واپس گھر پہنچا تو زار کا حکم ملا کہ اپنا استعفا پیش کر دو۔

زار کیونکہ خود صاحب دماغ نہ تھا اِس لئے دماغ والے لوگوں کا دشمن بھی تھا۔ جب مرشدوں اور فقیروں کی دعاؤں یا چاپلوسوں اور چالاکوں سے معاملات نہیں سلجھتے تھے تو اُس وقت وہ تجربہ کار اور عقلمند لوگوں کو بلاتا تھا اور جب اُن کی خوش تدبیری سے معاملات سلجھ جاتے تھے تو اُن کو

نکال دیتا تھا۔ ڈوما کے صدر روڈزیانکو نے مجبور ہوکر ۷ جنوری ۱۹۱۷ء کو زار سے کہا "افسوس کہ آپ کے مشیروں میں ایک بھی ایماندار آدمی نہیں ملک کے تمام بہی خواہ یا تو نکال دیئے گئے ہیں یا انھوں نے خود گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے۔ آج کل معاملات بہت نااہل لوگوں کے ہاتھ میں ہیں"۔

اس زمانہ میں بورجوازی طبقہ بہت کوشش کر رہا تھا کہ زار ضروری مراعات دیدے۔ ڈوما کا صدر کافی دلیری سے زار کی توجہ سیاسی طوفان کی طرف منعطف کرا رہا تھا۔ شاہی خاندان کے لوگ اور رؤسار ملک بھی زار کی سیاست سے بے توجہی پر نالاں تھے۔ جب گرانڈ ڈیوک زار کی اس بے توجہی کا معقول سبب معلوم نہ کرسکا تو اس کو شبہ ہوا کہ شاید راسپوٹن نے زار کو ایسی دوا کھلا دی ہے جس سے اُس کی تمام روحانی اور مردانہ خصوصیات فنا ہوگئی ہیں۔ ملک میں ایک افواہ یہ بھی تھی کہ زیادہ شراب نوشی سے زار کا توازن دماغی درست نہیں رہا۔ لیکن واقعہ یہ تھا کہ زار میں وہ سب برائیاں تھیں جو ایک بے دماغ بادشاہ میں ہوتی ہیں زار کی بدقسمتی صرف یہ تھی کہ اُس کے زمانہ میں انقلابی حالات پیدا ہوئے جن کی وجہ سے اس کی بے دماغی زیادہ نمایاں معلوم ہونے لگی۔ راسپوٹن جو زار کی نفسیاتی کیفیت خوب سمجھتا تھا کہتا ہے "زار میں روحانیت کمزور ہے بلکہ ہے ہی نہیں"۔

جس شخص میں باطنیت مردہ ہوجاتی ہے اور جو بے دماغ بھی ہوتا ہے وہ سفاک ہوجاتا ہے، زار میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی۔ ایک دفعہ کا

ذکر ہے کہ ایک رجمنٹ نے مزدوروں پر گولی چلائی تو زار نے اُس کو بہت داد دی۔ پھر چند سپاہیوں نے طالبعلم لڑکیوں کو کوڑے لگائے تو زار بہت خوش ہوا۔ وہ ایسے مظالم ڈھانے والے سپاہیوں سے خوب باتیں کیا کرتا تھا۔ جب اِن سپاہیوں کو ڈوما کی مخالف پارٹی کے لیڈر کے قتل پر سولی کی سزا دی گئی تو زار نے ان کو بچا لیا۔ ایک دفعہ ایک فوجی لفٹننٹ نے بغیر سرکاری حکم کے رعایا کو موت کے گھاٹ اُتارنا شروع کر دیا اور گورنر نے زار سے شکایت کی تو زار نے مثل پر لکھا کہ،
"لفٹننٹ خوب آدمی ہے"

زارینہ کا کیریکٹر ایک طرف تو یہ شقاوت تھی اور دوسری طرف زارینہ کے روبرو زار پانی پانی تھا۔ اگر زار روس پر حکومت کرتا تھا، تو زارینہ زار پر حکمراں تھی، اور یہ دونوں اپنے پیر و مرشد راسپوٹن کی فرمانبردار تھے۔ زارینہ بھی اتنی ہی بے دماغ تھی جتنا کہ زار۔ وہ بھی راسپوٹن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنی ہوئی تھی۔ ہر ملکی معاملہ میں اُس سے مشورہ لیتی اور جو کچھ وہ کہہ دیتا وہی کرتی۔ اُس کی تنگ نظری اور قدامت پسندی کا یہ عالم تھا کہ وہ جمہور کو جانور اور زار کو اُن کا رکھوالا خیال کرتی تھی۔

۱۹۱۶ء جبکہ تمام ملک شکست اور تباہی کا شکار ہو رہا تھا اور حالات کی نزاکت کی بناء پر زار خود میدان جنگ پر گیا ہوا تھا تو حکومت کے تمام امور زارینہ کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ اُس زمانہ میں زارینہ زار کو ایک خط میں لکھتی ہے کہ "تمھیں کبھی بھی وزیروں کا کہنا نہ کرنا چاہیئے اور نہ ذمہ دار

وزارت بنانے کی اجازت دینا چاہیئے۔ یہ تمھاری لڑائی ہے اور تمھیں ہی صلح کرنے یا نہ کرنے کا حق ہے۔ تمام معاملات میں تمھار اوقار اور روس کی عزت مقدم ہے نہ ڈوما کی۔ ڈوما کو صلح و جنگ کے معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔“

۶ر دسمبر ۱۹۱۶ء کو لکھتی ہے ”جب تم نے ایک دفعہ ارادہ کرلیا کہ وزیر داخلہ پرو ٹوپوف اپنے عہدہ پر بحال رہے تو وزیر اعظم اس کے خلاف کرنے والا کون ہوتا ہے۔ ہمت مردانہ سے کام لو، کسی کے مشورہ پر مت چلو۔ تم آقا ہو۔ اپنی پیاری بیوی کے مشورہ پر چلو اور ہمارے دوست راسپوٹن پر اعتماد رکھو۔“

تین روز بعد لکھتی ہے کہ ”جب تمھیں یقین ہے کہ تم راستی پر ہو، پھر اپنا سر بلند رکھو، وزیر اعظم کو حکم دو کہ پرو ٹوپوف کے ساتھ تعاون کرے اور اپنے حکم پر اڑے رہو۔“ ۱۲ر دسمبر کو مشورہ دیتی ہے کہ ”سب کچھ مان لینا مگر ذمہ دار وزارت کا مشورہ ہر گز نہ ماننا۔ جو ذمہ دار وزارت کا مشورہ دیتے ہیں وہ دیوانے ہیں۔ اب حالات درست ہوتے جا رہے ہیں بس ذرا تشدد کی ضرورت ہے۔ روسیوں کو چابک کی ضرورت ہے یہ اُن کی فطرت ہے۔“

زارینہ کو کیا خبر تھی کہ یہی کوڑے خود، آج سے ڈھائی ماہ کے اندر اندر زار اور زارینہ کا تختہ پلٹ دیں گے۔

بادشاہ اور ملکہ ہر معاملہ میں راسپوٹن سے مشورہ لیتے تھے۔ زارینہ کے خطوط میں اس قسم کے جملے عام ہیں۔ ”یہ میرا ذاتی خیال ہے۔ میں اپنے

دوست (راسپوٹن) سے دریافت کرکے لکھوں گی کہ اُن کی کیا رائے ہے۔
"ہمارے دوست (راسپوٹن) کی امداد اور دُعا ہمارے سب کام درست کردے گی۔ اگر وہ ہمارے ساتھ نہ ہوتا تو ہم اس سے بہت پہلے ہی ختم ہو چکے ہوتے اس کا مجھے کامل یقین ہے۔"

اس زمانہ میں پیشین گوئی کرنے والے مجذوب پیر و مرشد سب ہی دارالخلافہ میں موجود تھے اور مختلف روحانی طریقوں پر جنگ میں، کامیابی کی کوشش کررہے تھے۔ توہمات کی ماری ہوئی بڑھیاں جنکو باوقار بنانے کے لیے مختلف خطابات دیدیے گئے تھے زار اور زارینہ کو ان کے توہمات میں اور پختہ کررہی تھیں۔ حکومت جتنی زیادہ مشکلات میں پھنستی جاتی تھی زار اور زارینہ اتنی ہی دوسری دُنیا کی مدد کے لیے زیادہ کوشش کرتے جاتے تھے۔ وزرا، اور پادری سرمایہ داروں سے مل کر سازشیں کررہے تھے اور یہ سب ایک دوسرے کو سازش کے میدان میں شکست دینا چاہتے تھے۔

راسپوٹن کا کیریکٹر

واقعہ یہ تھا کہ الیگزینڈر دوم کے زمانہ سے جبکہ درباری لوگ بھوت پریت میں یقین رکھتے تھے محل کی زندگی نہیں بدلی تھی۔ پرانے توہمات نکولس دوم کو ترکہ میں ملے تھے اور درباری زندگی قرون وسطیٰ کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی زار اور اُس کے درباریوں پر نئی روشنی کا بجائے اچھا اثر ہونے کے یہ ہوا کہ وہ گھونگے کی طرح قرون وسطیٰ کے خول میں گھس گئے۔

نومبر ۱۹۰۵ء میں زار اپنی ڈائری میں لکھتا ہے۔ "میری ملاقات ایک خدا رسیدہ بزرگ سے ہوئی جو ٹیوبرک (Tabolberk) کے ضلع کا ہے"۔ یہ خدا رسیدہ بزرگ سائبریا کا ایک ناخواندہ کسان 'راسپوٹن'، نامی تھا، جس کو ایک مرتبہ گھوڑا چرانے کے جرم پہ سزا بھی مل چکی تھی، لیکن باوجود ناخواندہ ہونے کے وہ انسانی فطرت خوب سمجھتا تھا۔ محل میں آئے ہوئے اُسے کچھ دن ہی گذری تھی کہ وہ محل کی زندگی کا مرکز بن گیا اور نو سال کے قلیل عرصہ میں

تمام روس پر یہ ظاہر ہو گیا کہ حکومت کے بڑے عہدے اور ٹھیکے وغیرہ دینا راسپوٹن کے ہاتھ میں ہے۔ رفتہ رفتہ یہ مُرشدِ کامل بذاتِ خود حکومت کا ایک ادارہ بن گیا۔ وزیر اُس کی چاپلوسی کرتے تھے۔ سرمایہ دار اُس کے قدم چومتے تھے، پولس اس کی جان کی حفاظت کرتی تھی اور وہ خود عیش و نشاط کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس مرشدِ کامل کے متعلق پولس کی ڈائری کے کچھ اندراجات جو اس کی زندگی کو بے نقاب کرتے ہیں حسب ذیل ہیں۔

"جب راسپوٹن اپنے گاؤں گیا تو شراب میں دھت تھا اور نشہ میں اپنے باپ سے سڑک پر لڑ پڑا۔" "راسپوٹن صبح ۵ بجے گھر واپس ہوا، شراب میں دھت تھا" "ایک ایکٹریس تمام رات راسپوٹن کے پاس رہی" "راسپوٹن (شہزادی ش) کے ساتھ شراب میں بری طرح دھت آیا اور فوراً ہی باہر چلا گیا" جب ایک جاسوس نے دریافت کیا کہ حضور متفکر کیوں ہیں۔ تو جواب دیا۔ "سوچ رہا ہوں کہ ڈوما کے اجلاس بلانے کا حکم دوں یا نہ دوں" شہزادہ یوسیف جو بڑی حد تک راسپوٹن کی زندگی میں دخل رکھتا تھا

اور جس نے اُس کو قتل کیا لکھتا ہے "پیٹروگریڈ میں راسپوٹن کی زندگی ایک عیش و نشاط کی زندگی تھی"

ڈوما کا صدر لکھتا ہے "میرے پاس سیکڑوں ماؤں کے شکایتی خطوط موجود ہیں جن کی لڑکیوں کو راسپوٹن نے خراب کیا"

اِن سب بدکاریوں کے باوجود دارالخلافہ کا لاٹ پادری راسپوٹن کی سفارش سے مقرر ہوتا تھا۔ اس کے اشارے سے وزیر اعظم کوکیٹیر نکالا گیا اور آسٹومر اس کی جگہ مقرر ہوا۔ زارینہ زار کو لکھتی ہے۔ "ناموں کی یہ مختصر فہرست اپنے پاس رکھو۔ ہمارے دوست (راسپوٹن) کی رائے ہے کہ اس کا ذکر پروٹوپوف سے کر لینا" زارینہ دو دن بعد لکھتی ہے۔ "ہمارے دوست کا خیال ہے کہ اسٹومر کو چند روز اور اپنے عہدے پر رہنے دو" پھر لکھتی ہے "پروٹوپوف ہمارے عزیز دوست کی عزت کرتا ہے اس پر رحمتیں نازل ہوں گی"

جب راسپوٹن کے متعلق شراب و کباب اور عیش و نشاط کے قصے عام ہو گئے تو زارینہ زار کو لکھتی ہے۔ "لوگ راسپوٹن پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ عورتوں کو پیار کرتا ہے، انجیل پڑھو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کا خوش آمدید کہنے کا یہ ایک طریقہ ہے" ایک دوسرے خط میں لکھتی ہے "شام عبادت کے وقت مجھے دوست کا بہت خیال آیا لوگ کس طرح راسپوٹن پر ظلم ڈھا رہے ہیں حالانکہ یہ مسیح ہے، لیکن یہ دنیا کی پرانی رسم ہے کہ پیغمبر کی اُس کے ملک میں عزت نہیں ہوتی"

محلات میں راسپوٹن کو مسیح کا درجہ دیا جاتا تھا۔ زار کو انجیل کے

مسیح سے اطمینان نہیں ہوتا تھا بلکہ اپنی کمزور باطنیت کو ابھارنے کے لئے اُس کو زندہ مسیح درکار تھا اور زار کے لئے وہ زندہ مسیح راسپوٹن تھا۔

زار اور حکومتی طبقہ میں اختلاف زار اور زارینہ کے لئے تو راسپوٹن ایک مسیح کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن درباری لوگ اور امیر طبقہ اس مرشد کی حکومت سے تنگ آچکا تھا۔ ان کو یقین ہو گیا تھا کہ راسپوٹن قوم کی شکست اور ملک کی بدحالی کا باعث ہے۔ چنانچہ چند درباریوں نے جرات کر کے زار سے کہا۔ ”راسپوٹن سلطنت کے معاملات میں دخل دینے کا حق نہیں رکھتا اس لئے آئندہ اُس کو منع کر دیا جائے کہ وہ دخل نہ دے۔“

لیکن زار اپنے پیر و مرشد کے مشورہ کے بغیر کچھ بھی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ اُس نے امیر طبقہ کی درخواست منظور کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جب زار نے یہ درخواست نہ مانی تو دوسری گذارش کی گئی۔ ”اگر آپ راسپوٹن کے متعلق ہماری درخواست منظور نہیں فرماتے تو وزارت ہی میں ہماری مرضی کے مطابق تبدیلی فرما دیجے۔“ یعنے وہی پہلی درخواست دوسرے الفاظ میں پیش کر دی گئی۔ یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس موقع پر ملکہ نے ایک سیب بھیجا اور لکھا ”کہ یہ سیب مرشد کا عنایت کردہ ہے اس کو کھاؤ یہ تمھارے ارادہ میں استقلال پیدا کر دیگا اور دیکھو فرانسیسی حاضرات والا بھی تو یہی کہتا تھا کہ وزارت نہ بدلنا اگر ایسا کیا تو تم اور تمھاری سلطنت تباہ ہو جائے گی۔ پیٹر اعظم اور آدن سفاک بنو اور ان مفسدوں کو پاؤں تلے کچل دو۔“ ان دنوں جب زارینہ یہ مشورہ دے رہی تھی اُس کی مشہور

مصاحب خاتون "ویروبوفا" لکھتی ہے کہ "بادشاہ اور ملکہ کے تمام مصاحب
اُن کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور مجھے یہ دکھائی دے رہا ہے کہ یہ حقارت
بہت خوفناک نتائج پیدا کرے گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پیٹروگریڈ کے
امیر طبقہ کو کیا ہو گیا ہے۔ مجھے کبھی کبھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ کل طبقہ
یکلخت کسی روحانی بیماری کا شکار ہو گیا ہو۔ ان دنوں امراء اس قدر
پریشان اور بدحواس ہو رہے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔"

کچھ عرصہ بعد وزیر داخلہ پروٹوپوف اس زمانہ کی بابتہ لکھتا ہے
"ڈیوک۔ بڑے جاگیردار۔ بڑے سرمایہ دار سب حکومت کے خلاف
ہو گئے تھے۔ سیلونوں۔ کلبوں۔ میں بیٹھ کر وہ علانیہ حکومت کی سیاست کا
مذاق اُڑایا کرتے یا محل کی رنگین زندگی کا ذکر کرتے یا لوگوں کی خانگی زندگی
کریدتے یا ان کی بابت اشعار گھڑنے میں وقت ضائع کرتے تھے۔ اس
قسم کی باتوں کا عوام پر بہت بُرا اثر ہو رہا تھا لیکن امیر طبقہ کو آخیر وقت
تک اس کا احساس نہیں ہوا"

ان لوگوں کے اس رویہ کی خاص وجہہ یہ تھی کہ وہ روس کی شرکت
جنگ کے خلاف تھے۔ خود وزیر اعظم (stummer) جرمنی سے
جنگ کے موافق نہ تھا۔ عام افواہ تھی کہ وزیر اعظم، زارینہ اور راسپوٹین
جرمن جاسوس ہیں۔ فوج کو یقین تھا کہ زارینہ جرمنی سے صلح کی خفیہ
گفت و شنید کر رہی ہے۔ لارڈ کچنر کا ڈوبنا زارینہ کی جاسوسی کا نتیجہ خیال
کیا جا رہا تھا، اور یہ خیالات فوج کی وفاداری پر زہریلا اثر کر رہے تھے۔

بہت ممکن ہے کہ فوجی افسروں نے اپنی نالائقی چھپانے کے لیے یہ افسانے گھڑے ہوں لیکن خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ افسانے فوج میں درست ملنے جا رہے تھے۔

زار کا بھائی ڈوما کے صدر سے کہتا ہے "سارا خاندان جانتا ہے کہ بھابی جان کس قدر نقصان پہنچا رہی ہیں، میرے بھائی اور بھابی کو غدار لوگ گھیرے ہوئے ہیں کوئی ایماندار آدمی اُن کے پاس تک نہیں پھٹکتا لیکن اب کریں تو کیا کریں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

اس کا صرف ایک حل تھا کہ "زار کو تخت سے اتار دیا جائے" اور یہ خیال عام ہوتا جا رہا تھا۔ چنانچہ گرانڈ ڈچز نے ڈوما کے صدر سے کہا کہ "زارینہ کو غائب کر دو۔" چند روز گذرے تھے کہ قوم کا یہ کھلا ہوا مطالبہ ہو گیا کہ "زار کو تخت سے اتار دیا جائے۔" سب کی نظریں اب زار کے بھتیجے پر پڑنے لگیں جب زار، زارینہ اور راسپوٹن کو اس مطالبہ کا علم ہوا تو ڈر گئے اور تینوں کا یہ مشورہ ہوا کہ بھتیجے سے فوج کی کمان لے لی جائے۔ چنانچہ زار میدان جنگ میں پہنچا اور فوج کا اعلیٰ عہدہ سنبھال لیا۔ زارینہ اُس زمانے کے ایک خط میں لکھتی ہے۔ "میرے پیارے ہوشیار و خبردار رہنا کبھی بھتیجہ تم سے کوئی وعدہ لے لے یا تم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے یاد رکھو کہ پیر و مرشد نے تمھیں ان دشمنوں سے بچا لیا ہے یہ تمھیں تخت سے اُتارنا چاہتے ہیں اور مجھے ایک خانقاہ میں راہبہ بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں۔ یہ افواہ نہیں ہے اور راوف کے پاس اس کا ثبوت موجود ہے وہ تمام کاغذات تمھارے سامنے پیش کریگا۔" زارینہ نے کچھ غلط نہیں لکھا تھا۔ چھوٹے فوجی افسر کھلے طور پر اس کا

مطالبہ کر رہے تھے اور اُن کے اعلیٰ افسر خفیہ طور پر ان کی حمایت کرتے تھے، یہ تجویز ہو رہی تھی کہ زار کی ریل گاڑی روک کر زبردستی تخت و تاج سے دستبرداری کے اعلان پر دستخط کرائے جائیں اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو زار کو غائب کر دیا جائے

راسپوٹن کا قتل

جنوری ۱۹۱۷ء میں جنرل کریموف محاذ سے آیا اور اُس نے ڈوما کے ممبروں سے صاف کہہ دیا کہ "محاذ پر حالات بہت خراب ہو رہے ہیں اور بغیر زار کو تخت سے اتارے اُن کا درست ہونا مشکل ہے اگر تم ایسا کرنا چاہو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

سڈلوسکی چلایا "زار ملک کو تباہ کر رہا ہے تو ہمیں اس پر ترس کھانے کی کیا ضرورت ہے۔" لیکن ان سب باتوں اور تجاویز کے باوجود کسی کو عمل کی ہمت نہ ہوتی تھی سب یہ چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا یہ کام کر دے زار کے مخالفین میں اس کی تو ہمت نہ ہوئی کہ زار کو تخت سے اُتار لے البتہ شاہزادہ یوسوپوف نے ۱۶ اور ۱۷ دسمبر ۱۹۱۶ء کی مابین شب کو راسپوٹن کو قتل کر دیا۔ اس کے قتل کی خبر سے تمام ملک میں خوشیاں منائی گئیں بازاروں، تھیٹروں، سینماؤں، ناچ گھروں، کلبوں اور باغوں میں جہاں بھی سنو یہی ذکر تھا۔ لوگ راسپوٹن کے قاتلوں کے لئے دُعائیں مانگ رہے تھے۔ زارینہ کی بہن نے گرانڈ ڈیوک کو تار دیا۔ "میں قاتلوں کے حق میں دُعا کر رہی ہوں کہ خدا اُن کو اس قومی خدمت کا اجر دے۔" مزدور قاتلوں کی جے کے نعرے لگا رہے تھے اور ان کا جام صحت پی رہے تھے

اور کوئی راسپوٹن کی نعش کو ہاتھ لگانے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ زار، زارینہ۔ ان کی لڑکیاں اور ویروبوفانے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ لیکن موت کے بعد بھی راسپوٹن کو چین نصیب نہ ہوا۔ جب کرنسکی کی حکومت نے راسپوٹن کی نعش پیٹرو گریڈ لانے کا حکم دیا تو عوام نے مخالفت کی۔ سپاہیوں نے راسپوٹن کی قبر کھود ڈالی۔ تابوت توڑ ڈالا اور حالات کو اتنا نازک بنا دیا کہ حکومت کو اُسی جگہ نعش جلوا دینی پڑی۔ اس واقعہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ راسپوٹن کے سرہانے ایک کتبہ مِلا۔ جس پر زارینہ اور چھ اور کے دستخط تھے، شاید یہ عقیدت کا آخری عطیہ تھا۔ زار نے مرشد کے قتل کا اس طرح بدلہ لیا کہ جتنے اُس کے منہ چڑھے تھے ان کو بڑے بڑے عہدے دیدیئے اور کئی بڑے نوابوں کو جن پر راسپوٹن کی قتل کی سازش میں شرکت کا شبہ تھا دارالخلافہ سے نکلوا دیا۔

تیسرا باب

فروری کا انقلاب!

جنوری ۱۹۱۷ء میں روسی جمہور کی سیاسی بے چینی اور اقتصادی بدحالی دیکھتے ہوئے یہ تو کہا جا سکتا تھا کہ جمہور ان حالات کو مدت تک برداشت نہیں کر سکتے لیکن یہ کہنا مشکل تھا کہ وہ کب اور کس طرح یہ ناقابلِ برداشت حالات بدلیں گے۔ مفکر طبیعتیں یہ تو سمجھ رہی تھیں کہ سماجی تضاد کا پھوڑا پک رہا ہے اور جس طرح پھوڑا پکتے وقت رگ اور پٹھوں میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے سماج کی مختلف جماعتوں میں بھی تناؤ پیدا ہو گیا ہے، لیکن سیاسی مبصر یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ یہ پھوڑا کب پھوٹے گا۔ یہ انسانی فکر کی درماندگی ہوتی ہے کہ وہ بسا اوقات ایک عمل کے ردِ عمل کو تو پالیتا ہے لیکن اُسے یہ علم نہیں ہوتا کہ ردِ عمل کا لمحہ کب شروع ہو گا۔

۱۹۱۷ء میں روس کے عوام و خواص ایک محسوس طریقہ پر تبدیلی کے لئے تیار تو تھے لیکن ان کو یہ علم نہ تھا کہ یہ تبدیلی کب اور کس طرح ہو گی تمام روس پر ایک انتظار کا عالم طاری تھا کہ ۲۳ فروری ۱۹۱۷ء میں پیٹرو گراڈ میں عورتوں کا بین الاقوامی دن منایا گیا کسی کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ وہی دن انقلاب کا پہلا دن تھا اس روز پیٹرو گراڈ میں کپڑے کے

کارخانے کی مزدور عورتوں نے ہڑتال کی - جس میں قریب ۹۰۰۰ مرد اور عورتوں نے حصہ لیا - حسب دستور جلوس نکالا، جلسہ کیا اور پولس سے اس دن ور کی ٹکر ہوئی کہ حکومت کو فوج بلانی پڑی - لیکن مزدور لیڈروں کی کوشش کی وجہہ سے ہڑتالیوں اور فوج میں تصادم نہیں ہوا -

• دراصل واقعہ یہ تھا کہ اُس زمانہ میں اگرچہ خوراک کی کمی کی وجہ سے جمہور میں بہت بےچینی پھیلی ہوئی تھی لیکن مزدوروں کے لیڈر ہڑتال کرنا نہیں چاہتے تھے اُن کا خیال تھا کہ جب تک فوج کا میلان انقلابی جمہور کی طرف نہ ہو جائے ہڑتال کرنا خطرناک ہوگا، کیونکہ اگر فوج نے گولی چلادی تو بہادر مزدور شکار ہو جائیں گے اور انقلابی تحریک کو بہت نقصان پہنچ جائے گا - لیکن مزدور انقلابی جوش میں اپنے لیڈروں کی دوراندیشی کو بیکار سمجھ رہے تھے اور انھوں نے انقلابی عمل شروع کر دیا تھا - چنانچہ ۲۴ فروری کو پیٹروگریڈ میں باقی مزدور بھی ہڑتالیوں کی جلوس میں شریک ہو گئے - "آج روٹی" کا نعرہ مخلوق کی زبان پر تھا کچھ دیر بعد "روٹی" کی جگہ "استبدادیت مردہ باد" اور "ہم صلح چاہتے ہیں" کے نعروں نے لے لی - اُن دنوں فوج کی نفسیاتی کیفیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب جلوس ایک ہسپتال کے سامنے سے گذرا تو زخمی سپاہیوں نے ہاتھ ہلا کر جلوس سے ہمدردی کا اظہار کیا اور جب حکومت نے نہتے مجمع کو منتشر کرنے کے لئے کوسک فوج بلائی تو اس نے مجمع پر ہلکے ہلکے حملے کئے - ۲۴ فروری کو گھنٹوں تک یہی ہوتا رہا کہ جب سپاہی

مجمع کی طرف آتے تھے تو مجمع پھٹ جاتا تھا اور ان کے گذر جانے پر پھر پھیل جاتا تھا۔ انقلاب کی تاریخ میں یہ چند گھنٹے بہت قیمتی تھے مجمع اور فوجیوں کی آنکھیں مل رہی تھیں اور آنکھوں کے ساتھ ساتھ دل بھی مل رہے تھے۔ دوپہر کو وقت مجمع کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ کوسک گولی نہیں چلائیں گے اس یقین کے بعد مجمع اور دلیر ہوگیا اور "پولس مردہ باد" "کوسک زندہ باد" کے نعرے لگانے لگا نہ صرف یہی بلکہ کچھ من چلے برف کے ٹکڑے اور پتھر بھی پولیس کے مارنے لگے ایک طرف تو یہ ہو رہا تھا دوسری طرف فوج کی بارک کے پاس مرد عورتیں اور بچے کھڑے ہوئے تھے اور التجاؤں۔ دلیلوں اور دعاؤں سے فوجیوں کی نفسیاتی کیفیت بدلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کوشش کا یہ نتیجہ ہو رہا تھا کہ جب پولیس والے نے ایک عورت کے ڈنڈا مارا تو ایک فوجی نے عورت کی حمایت لی۔ یہ ہو ہی رہا تھا کہ چند فوجی افسر اور مزید کوسک فوج گھوڑوں پر سوار آتی دکھائی دی۔ فوراً مجمع پر سناٹا چھا گیا اور سب کو خطرہ دکھائی دینے لگا لیکن جب سپاہی مجمع کے قریب سے گذرے تو انھوں نے مجمع کی طرف دوستانہ آنکھ ماری۔ مجمع کھل پڑا۔ فوج کچھ دور جا کر رک گئی۔ کچھ دیر بعد افسر نے حکم دیا کہ مجمع منتشر کر دو تو کوسکوں نے اس طرح حملہ کیا کہ تعمیل حکم بھی ہو جائے اور مجمع منتشر بھی نہ ہو۔ کچھ دیر بعد جب افسروں نے یہ دیکھا کہ مجمع اور سپاہیوں میں باتیں ہو رہی ہیں تو اس خوف سے کہ کہیں فوج کی وفاداری میں خلل نہ آجائے سپاہی واپس بلا لئے لیکن لوگوں کو اب جرأت ہو گئی تھی وہ گھوڑوں کی

کمرے کے نیچے سے نکل نکل کر آ جا رہے تھے اور فوجیوں سے باتیں کر رہے تھے۔ شام ہوتے ہوتے مجمع کو یہ پختہ یقین ہو گیا کہ فوج کی ہمدردی ان کے ساتھ ہے اور گولی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

انقلابی جمہور پر حکومت کا تشدد

۲۵ فروری ۱۹۱۷ء کو ہڑتال اور بھی وسیع پیمانہ پر ہوئی۔ جلوس میں تقریباً ۲۴۰۰۰۰ مزدور شریک تھے۔ نعرے لگ رہے تھے۔ تقریریں ہو رہی تھیں اور پولیس سے لڑائی دنگے کے لئے آستینیں چڑھی ہوئی تھیں۔ مجمع کے جوش کا یہ عالم تھا کہ جب ایک موقعہ پر پولیس انسپکٹر نے ایک مقرر کے گولی ماری تو مجمع میں سے کسی نے پولیس انسپکٹر کو چت کر دیا نہ صرف یہی بلکہ پولیس اور مجمع میں گولی اینٹ۔ پتھر۔ بوتل چلنے لگیں۔ اس روز کا مزدوروں کے لئے سب سے امید افزا واقعہ یہ تھا کہ جب الگزنڈر سوم کے بت کے قریب پولیس نے مجمع پر گولی چلائی تو فوج نے پولیس کو بھگا دیا۔ مجمع کوسک فوج سے کہہ رہا تھا "تم ہمارے بھائی ہو دیکھو ہم پر پولیس کتنا ظلم کر رہی ہے۔ ہم بھوکے اور مظلوم ہیں تم ہماری مدد کرو" مجمع اپنی ٹوپیاں اتار کر فوجیوں سے التجا کر رہا تھا "دیکھو ہماری مدد کرو۔ دیکھو گھوڑوں سے اتر آؤ اور ہم میں آملو برچھیاں نیچی کر لو۔ ہمیں مت مارو۔ ہم تمہارے بھائی بہنیں ہیں" کوسک ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور خاموش ہو جاتے تھے لیکن ان کے دل پگھل رہے تھے اور وہ مجمع کے ساتھ ہوا چاہتے تھے۔

اس روز وزیر جنگ زار کو بمقام موعیلیف تار دیتا ہے "دارالخلافہ میں ہڑتالیں ہو رہی ہیں۔ مزدور بدامنی پھیلا رہے ہیں۔ لیکن حالات پر قابو ہے کسی تشویش کی ضرورت نہیں "

۲۵ر فروری کے مندرجہ بالا حالات نے حکومت کو تشدد پر مجبور کر دیا جس نے ۲۶ر فروری ۱۹۱۷ء کی رات کو مزدوروں کے ایک سو لیڈر گرفتار کر لئے اور یہ صاف دکھائی دینے لگا کہ حکومت پورا تشدد کرنے والی ہے۔ لیکن آج بھی مجمع کا وہی عالم تھا۔ ہڑتالی ہر جگہ نعرے لگاتے پھرتے تھے۔ سب فیکٹریاں بند تھیں اور انقلاب طاقتور ہوتا جا رہا تھا۔ پولیس ڈر کے مارے چھپ چھپ کر بر جوازی طبقہ کے مکانوں سے گولی چلا رہی تھی اور مجمع سے جواب پا رہی تھی۔ جب حالات بہت نازک ہو گئے تو حکومت نے وفادار فوج کا ایک دستہ بلایا اور گولی چلانے کا حکم دیا۔ گولی چلی اور نہ معلوم کتنے آدمی مرے یہ مزدوروں کے لئے نہایت نازک وقت تھا مزدور لیڈروں کو خوف ہوا کہ کہیں مجمع بھاگ نہ جائے لیکن ان کا خوف غلط ثابت ہوا۔ ہڑتالی ڈٹے رہے اور فوج کے دل میں جگہ کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ حکومت فوج کو گولی چلانے کا حکم دیتی تھی اور عوام کہتے تھے " ہم تمہارے بھائی بہن ہیں ہم پر گولی مت چلاؤ" حکم اور التجا میں لڑائی ہو رہی تھی۔ دونوں حریف۔ حکومت اور مجمع۔ سپاہی کے دل پر قابو پانا چاہ رہے تھے۔ یہ وقت مزدوروں کے لئے بہت نازک تھا کیونکہ مزدوروں کے کمزور لیڈر خوف زدہ ہو کر خطرے سے روگردانی کرنے کے لئے حجتیں نکالنے لگے تھے اور مزدور لیڈروں میں اس امر کی بابت

اختلاف پیدا ہو گیا تھا کہ ہڑتال جاری رکھی جائے یا نہیں۔

انقلابی جماعت کی فتح شام ہو رہی تھی اور مزدوروں کے مذبذب لیڈر ابھی تک ہڑتال جاری رکھنے کے متعلق کچھ فیصلہ نہیں کر سکے تھے کہ اچانک خبر آئی فوج کی چوتھی کمپنی نے اس بات پر بلوہ کر دیا کہ ان کے ساتھیوں سے مجمع پر کیوں گولی چلوائی گئی۔ اس خبر کے آتے ہی مزدور لیڈروں کی ہمت بڑھ گئی اور ہڑتال ختم کرنے کا سوال پس پشت جا پڑا۔ اس روز صبح کو زارینہ نے زار کو تار دیا تھا "دارالسلطنت میں خاموشی ہے"۔ لیکن شام کو پھر تار دیا۔ "شہر کی حالت اچھی نہیں ہے"۔ خط میں لکھتی ہے "تمہیں مزدوروں سے صاف طریقہ پر کہدینا چاہیئے کہ اگر انہوں نے ہڑتال کی تو انہیں بطور سزا کے محاذ جنگ پر روانہ کر دیا جائیگا"۔

۲۷ فروری ۱۹۱۷ء کی صبح کو انقلابی مزدوروں کو اپنا مستقبل بہت روشن معلوم ہو رہا تھا۔ کیونکہ سپاہی انقلابی ہو چکا تھا اور حکومت کے وفادار افسروں کی بُری گت بن رہی تھی۔ سڈلوسکی لکھتا ہے "صبح جب میں نے دیکھا کہ ایک رجمنٹ بغیر کسی افسر کے فوجی باقاعدگی سے سڑک پر جا رہی ہے تو میرے تعجب کی کوئی حد نہ رہی"۔ عام طور پر یہ خیال تھا کہ افسر کے بغیر سپاہی کام نہیں کر سکتا لیکن واقعات نے اس خیال کو غلط ثابت کر دیا تھا۔ کونٹس گلن میچل لکھتی ہے "فوجی افسر اس طرح لے جائے جا رہے تھے جیسے قصاب خانہ کو بکریاں"۔ نابوکوف لکھتا ہے "افسروں کی وردی میں باہر نکلنا مخدوش تھا کیونکہ ان کی وردی سے بلّے اتارے جا رہے تھے"۔

آج ہر طرف سے خبریں آرہی تھیں کہ سب فوج انقلابی ہوتی جا رہی ہے۔ مسلح گاڑیاں انقلابی لال جھنڈے اڑائے اِدھر اُدھر دوڑ رہی تھیں۔ گولی چل رہی تھی۔ عدالتوں کی عمارتوں اور اسٹیشن کو خاک وسیاہ کیا جا رہا تھا۔ کہیں بے قاعدہ اور کہیں باقاعدہ جنگ ہو رہی تھی۔ زار کی خاص فوج جس میں ۰۰۰۰۰ ۱۵ سپاہی تھے مزدوروں سے جا ملی تھی۔ جنرل فابالوف کہتا ہے "انقلابیوں کو کچلنے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں فوج روانہ کرتا ہوں لیکن میدان میں جا کر وہ غائب ہو جاتی ہے اور پھر واپس نہیں آتی" زار کو اس روز دوپہر کو اطلاع ملی کہ مختلف رجمنٹیں باغی ہوتی جا رہی ہیں پھر ایک گھنٹے بعد وزیر جنگ کا تار ملا "جو فوجی بلوے صبح شروع ہوئے تھے ان پر قابو پا لیا ہے۔ امید ہے وفادار سپاہی غداروں کا کام تمام کر دیں گے اور صورت حالات جلد ہی سدھر جائیگی"۔ لیکن شام کے سات بجے وہی وزیر تار دیتا ہے "ہم بغاوت دبانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ محاذ سے بڑی تعداد میں وفادار فوج آنی چاہیئے۔ تاکہ بغاوت دبائی جا سکے" اس مصیبت کے وقت زارینہ کے اشارے سے ایک بوڑھے شہزادے گولسٹن کو وزارت دیدی گئی جس نے ایک کابینہ بنالی لیکن بقول ڈوما کے صدر کے اس کابینہ کی بہادری کا یہ حال تھا کہ جس وقت اجلاس میں یہ خبر پہنچی کہ مجمع مارانسکی کے محل کی طرف (جہاں کابینہ کا اجلاس ہو رہا تھا) آرہا ہے تو تمام عمارت کی بجلیاں گل کر دی گئیں اور جب افواہ غلط ثابت ہونے پر بجلیاں روشن کی گئیں تو ایک وزیر میز کے نیچے چھپے ہوئے ملے۔ شہزادے گولسٹن ان واقعات سے اتنے بدحواس ہوئے کہ دوسرے روز

جب ڈوما کے صدر نے حکومت کے کسی معاملہ کی بابت شہزادے صاحب کو ٹیلیفون کیا تو انہوں نے کہا " للہ مجھے معاف کرو۔ مجھے حکومت سے کوئی واسطہ نہیں میں تو مستعفی ہو چکا ہوں " روڈزیان کو کے سکریٹری کا بیان ہے " جب صدر نے یہ سنا تو کرسی پر گر پڑا اور اپنا سر پکڑ کر چلایا۔ یا خدایا کیا قہر ہے ہم بغیر حکومت کے رہ گئے۔ یہ کہکر وہ آنسوں بہانے لگا " اسی روز ڈوما کے اجلاس کے لئے ممبر ٹوراپڈ محل میں جمع ہونے شروع ہوئے اور کارروائی شروع ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ اس انتظار کے عالم میں یکایک یہ معلوم ہوا کہ زار کے حکم سے ڈوما کا وجود ہی ختم کر دیا گیا ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی ممبروں کی پیر تلے کی زمین نکل گئی سب بھوچکے ہو کر ایک دوسری کی شکل دیکھنے لگے اور ان کی زبان سے اس قسم کے جملہ نکلنے لگے " وقت آگیا ہے " " خیریت معلوم نہیں ہوتی " " جان بچ جائے تو غنیمت جانو " یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ڈوما کا ڈپٹی کرنسکی بھاگا ہوا آیا اور چلایا ایک جم غفیر اس طرف آرہا ہے اور اس کا یہ مطالبہ ہے کہ ڈوما کو حکومت پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ کرنسکی ابھی یہ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ مجمع سنتریوں کو زخمی کر محل میں داخل ہو گیا۔ مجمع کو دیکھتے ہی ممبروں میں ہڑبونگ مچ گئی اور خوف زدہ ممبر فرار ہونے شروع ہو گئے اس سراسیمگی کی حالت میں ڈوما کے صدر کی تجویز پر ایک عارضی کمیٹی ملک کے انتظام کے لئے بن گئی اور یہ فرض کر لیا گیا کہ سب ممبر اس تجویز سے متفق ہیں لیکن عین اس وقت جبکہ محل کے ایک کمرے میں ڈوما کی عارضی کمیٹی بن رہی تھی دوسرے کمرے میں انقلابی جماعت سوویٹ کے ادارے کو زندہ کر رہی

تھی۔ اسی وقت جمہور نے سوویٹ کے ڈپٹی منتخب کر لئے اور ان ڈپٹیوں نے ایک کابینہ بنا لی جس کا نام عارضی مجلس عاملہ رکھا جس نے فوراً ہی خوراک کا کمیشن مقرر کر دیا۔ بنک، ٹکسال اور پریس پر قبضہ کر لیا اور اس طرح ملکی انتظام شروع کر دیا جیسے وہی ملک کی مالک ہو۔

ان حالات میں ۲۸ فروری ۱۹۱۷ء کو ڈوما کے صدر نے زار کو تار دیا۔ "آخری لمحہ آگیا ہے۔ ملک اور شہنشاہ کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا ہے۔" تار ملنے پر زار نے ایک وزیر سے کہا "پھر اس ہٹیل روڈ بیانکو نے مجھے ایک لغو تار دیا ہے۔ میں اس کو جواب نہیں دونگا۔" آج زارینہ بھی چونکی اس نے زار کو تار دیا۔ "مراعات دینی ضروری ہیں۔ ہڑتال جاری ہے۔ فوج کا بہت بڑا حصہ باغیوں سے جا ملا ہے۔" اب زار کو محسوس ہوا کہ بڑے پیٹ والا روڈ بیانکو درست کہتا تھا اور زارینہ کے پاس چلنا چاہیئے۔ چنانچہ زار محاذ سے دارالسلطنت کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ میں صوبوں کے گورنر اور اعلیٰ افسر قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ زار آج آخری مرتبہ پھر انقلاب کو بھول گیا مقام ویازنا سے زارینہ کو تار دیتا ہے "موسم بہت اچھا ہے۔ امید ہے کہ تم اچھی ہوگی اور پریشان نہ ہوگی۔ فوج روانہ کر دی ہے۔" لیکن جب زار کی گاڑی ویشوف کے اسٹیشن پر پہنچی تو معلوم ہوا کہ پل کی خرابی سے گاڑی آگے نہیں جا سکتی۔ دراصل واقعہ یہ تھا کہ انقلابی جماعت نے پل پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن زار کے مصاحب یہ بات بادشاہ کے کانوں تک نہیں پہنچانا چاہتے تھے اس لئے یہ مشہور کر دیا گیا کہ پل خراب ہے۔ اب گاڑی دوسرے راستہ کو روانہ ہوئی لیکن وہاں بھی راستہ

مسدود تھا ریل کی پٹریوں پر مزدور پیادے بادشاہ کو گشت پر کشت دے رہے تھے۔ دربار کی مورخ جو اس سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھا لکھتا ہے "اس رات ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ اصلاحات دینی پڑیں گی۔ ہر ایک آدمی کا یہی خیال تھا کہ اب باغیوں کے ساتھ صلح کرنی پڑے گی" زار ریل کی پٹریوں پر راستہ تلاش کرتا پھرتا تھا اور زارینہ اس کو تار پر تار دے رہی تھی کہ فوراً چلے آؤ لیکن تار گھر سے زارینہ کے تار پر یہ لکھ دیا جاتا تھا کہ "مکتوب الیہ کا پتہ نہیں"

زارینہ کی مصاحبہ لکھتی ہے "محل میں نفسی نفسی پڑی ہوئی تھی۔ باغی گھس آئے تھے اور گرتے کو اس طرح دیکھتے تھے جیسے کوئی عجائب خانہ کی سیر کر رہا ہو" معاملات کی نزاکت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب وفادار فوج کے حالات معلوم کرنے کے لئے جنرل اونوف نے پٹرو گریڈ کے فوجی اعلیٰ افسر کو تار کے ذریعہ سے چند سوالات بھیجے تو ان کے مندرجہ ذیل جوابات ملے:۔

سوال ۔ کتنے سپاہی وفادار ہیں اور کتنے باغی ہو گئے ہیں ۔؟

جواب ۔ میرے پاس صرف چار کمپنیاں پانچ اسکواڈرن اور دو بیٹریاں ہیں باقی فوج باغی ہو گئی ہے۔ باغی سپاہی شہر میں گشت لگاتے پھرتے ہیں اور وفادار فوجی افسروں کے ہتھیار چھین رہے ہیں۔

سوال ۔ ریل کے کون سے اسٹیشن پر تم قابض ہو ۔؟

جواب ۔ ریل کے تمام اسٹیشن باغیوں کے قبضے میں ہیں

سوال ۔ شہر کے کس حصہ میں امن ہے ۔؟

جواب ۔ تمام شہر باغیوں کے قبضہ میں ہے۔ باغیوں نے ٹیلیفون کاٹ دیا

ہے۔ شہر کے دوسرے حصے سے بات نہیں ہو سکتی۔
سوال۔ کون سے افسر شہر کے مختلف حصوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔؟
جواب۔ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔
سوال۔ کیا تمام وزیر اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔؟
جواب۔ باغیوں نے وزیروں کو گرفتار کر لیا ہے۔
سوال۔ اس وقت تمہارے ماتحت پولیس کے کتنے جوان ہیں۔؟
جواب۔ کوئی نہیں۔
سوال۔ سامان حرب کے کتنے ذخیرے تمہارے قبضہ میں ہیں۔؟
جواب۔ کوئی نہیں۔
سوال۔ تمہارے پاس سامان خورد و نوش کتنا ہے۔؟
جواب۔ کتنا بھی نہیں۔
سوال۔ کتنا سامان باغیوں کے ہاتھ لگ چکا ہے۔؟
جواب۔ تمام سامان باغیوں کے قبضہ میں ہے۔

اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ انقلاب ہوتے ہی طاقت جمہور کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ ریل۔ ڈاکخانہ۔ تار گھر۔ ٹکسال۔ چھاپے خانہ وغیرہ کے کام کرنے والے سوویٹ کے علاوہ کسی کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ سوویٹ کی طاقت کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ جب سوویٹ اور ڈوما کے ڈپٹیوں میں عارضی حکومت بنانے کی شرائط پہ بحث ہو رہی تھی تو کسی نے روڈزنیکو سے آکر کہا مدپسکوف سے زار کا ٹیلیفون آیا ہے وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں

اس وقت روڈزیینکو کو تار گھر جانے کی ہمت نہ ہوئی اس نے سوویٹ کے ڈپٹیوں سے کہا " تم اپنے کچھ لوگ میرے ہمراہ کرو تب میں جا سکتا ہوں ورنہ کیا خبر تار گھر میں مجھے گرفتار کر لیا جائے۔ دیکھو تمہارے ہاتھ میں طاقت ہے اگر تم ہم سب کو گرفتار کر لو تو ہم کیا کر سکتے ہیں " یہ ۱ر مارچ ۱۹۱۷ء کا واقعہ ہے۔ جب کہ عارضی حکومت کے قیام کو ۲۴ گھنٹے گزر چکے تھے۔ اسی روز زار کو یہ اطلاع ملی کہ اس کا بوڈی گارڈ باغی ہو کر ڈوما کے اجلاس میں پہنچا اور یہ مطالبہ کیا کہ جن افسروں نے انقلاب میں حصہ نہیں لیا تھا ان کو بوڈی گارڈ کے سپرد کر دیا جائے۔ دوسری اطلاع اس سے بھی زیادہ پریشان کن تھی۔ ۱ر مارچ کو زار کے پاس موسکو سے تار آیا " تمام فوج باغیوں سے جا ملی ہے اور شہر باغیوں کے قبضہ میں ہے "۔ ان اطلاعات کے آنے پر زار اور اس کے ساتھی رات کے دو بجے تک واقعات پر غور کرتے رہے اور آخر اس نتیجے پر پہنچے کہ جو فوج محاذ سے باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کی جا چکی ہے اس کو واپس بلا لیا جائے اور ایک ذمہ دار وزارت قایم کر دی جائے۔ چنانچہ روزکی یہ تجویز لے کر ڈوما کے صدر کے پاس پہنچا۔ لیکن اب اس فیصلہ کو کون سنتا تھا۔ صدر نے کہا " آپ کی تجویز مطالبہ سے بہت کم ہے اب تو گدی کا سوال ہے۔ زار کو چاہئے کہ اپنے بیٹے کے حق میں تخت و تاج سے

دست بردار ہو جائے اور میکائیل الگزنڈر رووچ کو ریجنٹ مقرر کر دے۔ بغاوت اتنی کامیاب ہو چکی ہے کہ میں ایک عارضی حکومت مقرر کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں" روزنسکی صدر کا یہ پیغام لے کر واپس آیا اور زار کو سنایا۔ پھر زار اور اس کے مقربین میں مشورے شروع ہو گئے اور آخر کار یہ قرار پایا" حالانکہ یہ بہت بڑا ظلم ہو گا کہ زار کو تخت سے اتارا جائے لیکن کیونکہ ملک اور قوم کی بہتری اسی میں نظر آتی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اپنے بیٹے کے حق میں دست بردار ہو جائے"

کچھ دیر بعد اس اعلان کا مسودہ بھی بن گیا لیکن زار کی رائے پھر پلٹ گئی اور اس نے بجائے بیٹے کے اپنے بھائی کے حق میں دست برداری دے دی۔ ۲ر مارچ ۱۹۱۷ء کو زار اپنی ڈائری میں لکھتا ہے "آج صبح روزکی آیا اور روڈ زیبنکو کے ساتھ جو اس کی باتیں ہوئیں تھیں وہ سنائیں۔ اس کے بیان کے مطابق پٹروگریڈ میں ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ میری مقرر کردہ وزارت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ میرا تخت و تاج سے دست بردار ہو جانا ضروری ہے روس کو ہلاکت سے بچانے اور فوج کو محاذ پر رکھنے کے لئے میں دست برداری پر راضی ہو گیا۔ مسودہ آ گیا اور میں نے دستخط کر دئے۔ شام کو کچلوف اور شلگن آئے اور میں نے پٹروگریڈ لے جانے کے لئے وہ دستاویزات ان کے حوالے کر دی۔

میرے چاروں طرف غداری۔ دھوکا اور بزدلہ پن ہے؛ لیکن اب زار کی یہ دستاویز بھی بے سود تھی کیونکہ جمہور کسی حالت میں بھی زار یا اس کے خاندان کی حکومت برداشت کرنے کو تیار نہیں تھے۔

۸ر مارچ ۱۹۱۷ء کو زار نے کیلیف کا مقام چھوڑا تو وہ بظاہر آزاد لیکن دراصل قید تھا۔ جب زار سیلوٹ سکو پہنچا تو معہ خاندان کے ایک محل میں نظر بند کر دیا گیا۔ ویروبوفا کا بیان ہے۔ "اپنی نظر بندی کے زمانہ میں زار اکثر یہ کہا کرتا تھا کہ دنیا میں انصاف نہیں ہے"

زار کی نظر بندی کے بعد بھی اگرچہ شہنشاہیت پسند طبقہ انقلابی جمہور سے لڑا لیکن یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ فروری میں صرف پیٹروگریڈ پہ قبضہ کر لینے سے تمام روس پر انقلابی جماعت کا قبضہ ہو گیا تھا۔ پیٹروگریڈ میں تو شہنشاہیت پسند طبقہ نے کچھ زور دکھایا باقی ملک نے بغیر لڑے انقلاب پسندوں کی اطاعت قبول کر لی۔ جب فروری کا انقلاب ختم ہوا اور مقتولین و مجروحین کا شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ان کی کل تعداد ۱۴۴۳ تھی۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی اتنا خاموش انقلاب نہیں ہوا جس میں اتنی کم جانیں ضائع ہوئی ہوں اور جس کے اثرات اتنے عظیم الشان ہوئے ہوں اسی وجہ سے فروری کے انقلاب کو خاموش انقلاب کہا جاتا ہے دراصل واقعہ یہ ہے کہ ایک پس ماندہ ملک میں انقلاب کی بابت اگر صرف سوچا جائے تو بہت مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر کیا جائے تو بہت آسان ثابت

ہوتا ہے۔

فروری کے انقلاب کے بعد حکومت برجوازی طبقہ کے ہاتھ میں کس طرح آئی

جیسا عرض کیا جا چکا ہے فروری کے انقلاب کی ایک خصوصیت تو یہ تھی کہ شہنشاہیت کی شکست اور عوام کی فتح قریب قریب بلا کشت و خون کے ہو گئی تھی۔ لیکن اس کی زیادہ اہم خصوصیت یہ تھی کہ پرولتاری اور غریب کسان کی فتح ہو جانے کے باوجود طاقت برجوازی اور امیر طبقہ کے ہاتھ میں چلی گئی یعنی سرمایہ داری از سر نو برسر اقتدار آگئی۔ یہ کس طرح ہوا؟ اس کا بیان انقلابی دور کا ایک اہم باب ہے۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کہ مزدور اور سپاہی کی جیتی ہوئی طاقت کس طرح برجوازی طبقہ کے ہاتھ میں چلی گئی ہمیں ایک درمیانی جماعت کی طرف توجہ کرنی پڑے گی۔ یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ انقلاب میں ہمیشہ اقلیت کام کرتی ہے۔ اکثریت اس سے ہمدردی رکھتی اور اس کی ہمت بڑھاتی ہے۔ انقلابی اقلیت میدان میں کودتی ہے۔ اور مخالف جماعتوں سے دوچار ہوتی ہے۔ یہی اقلیت گولی کا جواب گولی سے دیتی ہے اس لئے مقتولین کی زیادہ تعداد اس اقلیت میں سے ہوتی ہے (فروری کے انقلاب میں یہ اقلیت بولشیوک مزدوروں کی تھی لیکن فتح ہوتے ہی جمہوری طریقہ کے ادارے بننا شروع ہو جاتے ہیں جن میں اس اقلیت کی کوئی اہمیت نہیں رہتی بلکہ جمہوری انتخابات میں وہ اکثریت آجاتی ہے جو اب تک صرف دور سے ہمدردی کر رہی ہوتی ہے فروری کے انقلاب میں

بھی یہی ہوا کہ بولشیوک اقلیت نے جدوجہد کی۔وہی لڑے اور مرے لیکن جب فتح ہوئی اور سوویٹ کے ادارے بنے تو انتخاب جمہوری طریقہ پر ہوا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بولشیوک اقلیت میں رہے اور مینشیوک اور سوشل انقلابی پارٹیاں اکثریت میں آگئیں اور ان کی اکثریت اکتوبر تک رہی۔

اگرچہ بولشیوک۔سوشل انقلابی اور مینشیوک مختلف پارٹیاں تھیں۔لیکن سب کم از کم نام میں سوشلسٹ ضرور تھیں اور جمہور ان تینوں میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے اس لئے انتخابات میں عوام نے بلا کسی تخصیص کے سب سوشلسٹ جماعتوں کو رائے دی اور کیونکہ مینشیوک پارٹی میں پڑھے لکھے لوگ بہت تعداد میں تھے اور عوام ان سے مرعوب تھے اس لئے انتخاب میں مینشیوک پارٹی کو بہت بڑی کامیابی ہوئی فوجی سپاہیوں نے بھی مینشیوک کو اپنا نمایندہ منتخب کیا۔ کیونکہ یہی حکومت اور فوجی افسروں کے خلاف مضمون لکھتے تھے۔اس طرح فروری کے انقلاب کے بعد مینشیوک پارٹی یعنی کلرک۔ماسٹر۔ڈاکٹر۔فوجی افسر جس کو ٹرپونجیا بر جوازی طبقہ کہتے ہیں برسر اقتدار آگیا۔سوویٹ کے ان ممبروں اور عوام کے زاویہ نگاہ میں زمین آسمان کا فرق تھا۔سپاہی اور مزدور دلیری سے حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے لیکن جن کو انہوں نے سوویٹ میں اپنا نمایندہ بنا کر بھیجا تھا وہ ہمت ہارے رہتے تھے۔

جیسے ہی کہ حکومت کی ذمہ داری آتے دکھائی دی سوویٹ کے ٹرپونجیہ بر جوازی ڈپٹی گھبرا گئے اور کہنے لگے "ہم سے حکومت نہیں چل سکتی" حکومت کی باگیں ہاتھ میں لیتے ہی ان کے ہاتھ کانپ نے لگے۔عدم خود اعتمادی اور احساس

کمتری نے ان کو یقین دلا دیا کہ حکومت ان کے بس کا کام نہیں۔ ان کو ڈر ہوا کہ ملک میں کہیں انارکی نہ ہو جائے اور قوم تباہ نہ ہو جائے۔ سوویٹ کے ڈپٹی ایک دوسرے سے کہتے تھے " کیا بر جوازی حکومت کرنے پر راضی نہ ہو جائینگے للٰلہ ان کو راضی کرنا چاہیئے ورنہ ملک ڈوبا۔ ان کی کیا شرطیں ہیں۔ ہم تو سب ماننے کو تیار ہیں۔ ہم اپنا پروگرام اور مطالبات واپس لے لیں گے۔" اپنا خوف وہراس چھپانے کے لئے ان نمایندوں نے ایک سیاسی نظریہ بھی گھڑ لیا کہ فروری کا انقلاب بر جوازی ہے اس لئے بر جوازی طبقہ پر حکومت کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے نہ کے جمہور پر۔ حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ فروری کا انقلاب بھی پرولتاری انقلاب تھا۔ طاقت پرولتاریوں کے ہاتھ میں تھی لیکن ابھی تک پرولتاریوں میں وہ پارٹی مفقود تھی جو ان کو قوت عمل کے استعمال کا طریقہ بتاتی اور ان کے سامنے ایسا لائحہ عمل پیش کرتی جس پر چلنے سے وہ سوشلسٹ نظام قایم کر سکتے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ ۱ مارچ کو سوویٹ کی مجلس عاملہ عارضی کمیٹی سے وہ شرائط دریافت کرنے پہنچی جن پر کمیٹی حکومت کی ذمہ داری لینے پر راضی ہو۔ اِدہر سوویٹ کے نمایندوں کو حکومت کی ذمہ داری لینے کے خیال سے کپکپی چھوٹ رہی تھی اُدہر ڈوما کا صدر اور اس کے ساتھی اس قانونی مسئلہ پر غور کر رہے تھے کہ زار کے حکم سے جب ڈوما کا ادارہ ہی ختم ہو گیا تو اب حکومت کے معاملات ہاتھ میں لینا بغاوت کے تحت میں آتا ہے یا نہیں بر جوازی طبقہ بھی حکومت کی ذمہ داری سے گھبرا رہا تھا اس لئے اس بار سے سبکدوشی حاصل کرنے کیلئے

قانونی بہانے تلاش کر رہا تھا۔ شہنشاہیت پسند ڈپٹی شلگن کی یہ رائے تھی "ہمیں وفادار رعایا کی طرح یہ امانت حفاظت سے رکھنی چاہیئے۔ جب زار کے وزیر فرار ہو گئے تو کسی نہ کسی کو تو ان کی جگہ لینی ہو گی۔ آخر ان حالات کے صرف دو نتیجے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ کچھ عرصے بعد حالات روبہ اصلاح ہو جائیں اس شکل میں بادشاہ جو حکومت بنائے اس کو یہ امانت سپرد کر دی جائے اور حالات بگڑنے کی شکل میں ظاہر ہے کہ اگر ہم حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے تو کوئی اور اس پر قبضہ کر لے گا۔ مزدوروں نے ابھی سے کچھ بدمعاش منتخب کر لئے ہیں،، اس قسم کی تقریروں کا حاضرین پر اچھا اثر ہوا اور عارضی کمیٹی نے عارضی حکومت بنانے کی بابت مجلس عاملہ سے بات چیت شروع کر دی۔

مجلس عاملہ کی بدحواسی کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ وہ اس پر راضی ہو گئی کہ اگر ڈوما کے ڈپٹی یعنی برجوازی طبقہ ملک کی باگ ہاتھ میں لینے پر راضی ہو جائے گا تو مجلس عاملہ اپنے تینوں مطالبات یعنی روس میں جمہوریت کا قیام۔ زمین کی اشتراکی اصول پر تقسیم اور مزدور کے لئے آٹھ گھنٹے کا دن واپس لے لے گی بشرطیکہ سوویٹ کو تبلیغ کرنے کی آزادی دیدی جائے۔ عارضی کمیٹی نے مجلس عاملہ کی یہ شرط مان لی اور عارضی حکومت بنالی۔

یہ فیصلہ کس قدر مضحکہ خیز تھا۔ ڈوما کا صدر تار گھر جاتا ڈرتا ہے۔ اس کو خوف ہے کہ سوویٹ کہیں اس کو گرفتار نہ کر لے۔ مجلس عاملہ عارضی کمیٹی سے کہتی ہے "یہ لو طاقت لیکن اتنا کرم کرنا کہ جب ہم تبلیغ کریں تو ہمیں گرفتار

نہ کرنا" سوویٹ لیڈروں کا احساس کمتری ان کے اور طاقت کے درمیان ایک دیوار بن گیا تھا۔

اس دل خوش کن فیصلہ پر عارضی کمیٹی کے ممبر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے مالیکوف نے تعجب چھپا کر مکاری سے سوویٹ کے لیڈروں سے کہا "ہاں میں آپ کی باتیں سن رہا تھا۔ اس فیصلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا مزدور طبقہ ۱۹۰۵ء کی بہ نسبت اب بہت سمجھدار اور تجربہ کار ہو گیا ہے" اس فیصلہ کے بعد عارضی حکومت نے ایک کابینہ مقرر کر دیا۔ شہزادہ لووف وزیر اعظم اور دوسرے بڑے بڑے زمیندار و سرمایہ دار وزیر مقرر ہوئے۔ اس کابینہ میں صرف کرنسکی عوام کا نمایندہ تھا۔ دوسرے الفاظ میں فروری کا انقلاب ہوا نہ ہوا برابر ہو گیا وہی سرمایہ دار طبقہ پہلے حکمران تھا وہی اب رہا۔

جمہور اور ان کے نمایندوں میں اختلاف

جب جمہور کو مجلس عاملہ کے اس فیصلہ کا علم ہوا تو ہکا بکا رہ گئے عوام نے کہا "ہم نے اپنی جان اس لئے نہیں کھوئی ہے کہ مالدار طبقہ حکومت کرے۔ حکومت کے معاملات میں ہمارا کلی دخل ہونا چاہئے" مجلس عاملہ اگرچہ طاقت دوسرے ہاتھوں میں دے آئی تھی لیکن جمہور نے عملی طور پر یہ ظاہر کر دیا کہ یہ فیصلہ کالعدم ہے جمہور ہر ملکی معاملہ پر نظر رکھنے لگے اور حکومت کی ہر بدعنوانی کی اطلاع سوویٹ کو دینے لگے۔ اگر سوویٹ کے لیڈر اس کا تدارک نہ کرتے تھے تو سپاہی اور مزدور خود اپنی مرضی سے حکومت کی خلاف ورزی کرنے لگتے تھے۔ پریس میں ٹائپ لگانے والے مضمون بغور پڑھتے تھے کہ ان میں

سوویٹ کے خلاف تو کوئی بات نہیں ہے۔ ریل کی پٹری پر کام کرنے والے فوج کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھتے تھے۔ تار گھر کے بابو کئی مرتبہ تار پڑھتے تھے تاکہ مضمون سمجھیں۔ سپاہی اپنے افسروں کے ہر حکم کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ صرف دارالخلافہ ہی میں نہیں بلکہ صوبوں میں سوویٹ۔ عارضی حکومت سے زیادہ طاقتور تھے۔ ہر جگہ ظاہرہ تو عارضی حکومت کا راج تھا۔ لیکن دراصل سوویٹ حکومت کر رہے تھے۔ ۹ رمارچ کو فوج کا چیف عارضی حکومت کو تار دیتا ہے "اگر سوویٹ کو بے لگام چھوڑ دیا گیا تو وہ دن دور نہیں ہے کہ ہمیں جرمنی کی غلامی کرنے پڑے گی" وزیر جنگ نے بذریعہ تار جواب دیا "مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت کے ہاتھ میں طاقت نہیں ہے۔ ڈاک خانہ۔ تار گھر۔ فوج۔ ریل۔ سب سوویٹ کے اثر میں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ حکومت کی زندگی کا دارومدار سوویٹ کے رحم وکرم پر ہے" اپریل میں جب حکومت نے جنگ جاری رکھنے کی تبلیغ کے لئے اپنے نمائندے محاذ جنگ پر روانہ کئے تو ان کو ہدایت کر دی "سوویٹ کے نمائندوں سے مت بگاڑنا۔ کیونکہ فوج پر سوویٹ ہی کا اثر ہے"

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس وقت ملک میں دو حکومتیں تھیں ایک برجوازی طبقہ کی عارضی حکومت اور دوسری سپاہی۔ کسان اور مزدور طبقے کی پرولتاری حکومت۔ ان دونوں کے نقطہ نگاہ میں اس درجہ فرق تھا کہ مل کر حکومت نہیں کر سکتے تھے۔ عارضی حکومت کچھ ترمیم کے بعد

وہی پرانا استبدادی سرمایہ دارانہ نظام جاری رکھنا چاہتی تھی۔ اس نے پرانے اسٹیٹ کونسل کے ممبروں کی تنخواہیں بحال کر رکھی تھیں۔ راسپوٹن کے مقرر کردہ وزیر اگرچہ قید تھے لیکن ان کو پنشن ملتی تھی۔ عارضی حکومت سب کو خوش رکھنا چاہتی تھی اور ہر اہم معاملہ کو فیصلہ کو یہ کہہ کر ٹال دیتی تھی کہ اس کو مجلس دستور ساز کے سامنے پیش کریں گے۔ پرولتاری حکومت نہ صرف پرانی روش کو بلکہ سرمایہ دار جماعت کو ہی فنا کرنا چاہتی تھی۔

جیسا بیان کیا جا چکا ہے نام میں تو سوویٹ کی کابینہ یعنی مجلس عاملہ عام مزدور اور سپاہی کی نمایندگی کرتی تھی لیکن دراصل ایسا نہیں تھا جب سے مجلس عاملہ نے عارضی کمیٹی کے سامنے سر تسلیم خم کیا تھا۔ جمہور اس کو شکوک کی نظروں سے دیکھنے لگے تھے اور انہوں نے مجلس عاملہ کی مرضی کے خلاف انقلابی جدوجہد شروع کر دی تھی۔ اس کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ مجلس عاملہ بنے ہوئے ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ ۳۰ مارچ کو مزدوروں اور سپاہیوں نے یہ مطالبہ پیش کر دیا کہ عارضی حکومت کو برطرف کر دینا چاہئے اور حکومت کے معاملات سوویٹ کو خود اپنے ہاتھ میں لینے چاہیں۔

اب پرولتاریوں کے دو محاذ ہو گئے۔ ایک تو عارضی حکومت کے خلاف اور دوسرا خود اپنے حاکم ادارے مجلس عاملہ کے خلاف۔ مزدور، سپاہی اور کسان کی قدرتی طور پر یہ خواہش تھی کہ جن بے انصافیوں کی

وجہ سے انقلاب ہوا ہے اب ان کو ختم کرنا چاہیئے۔ مزدور دریافت کرتا تھا۔ "کیا سب حالات پہلے کی طرح رہیں گے؟" مجلس عاملہ جواب دیتی تھی فی الحال مزدور اس "فی الحال" میں یقین نہیں کرتا تھا اس کا خیال تھا کہ فوراً ہی حالات نہیں بدلے تو پھر کبھی نہیں بدلیں گے۔ مزدور کے نزدیک انقلاب کے یہ معنی تھے کہ آٹھ گھنٹے کا دن ہونا چاہیئے۔ جب مجلس عاملہ نے مزدور کے گھنٹے کم کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا تو انہوں نے ہڑتال کر دی۔ مزدور کے اس رویہ سے مجلس عاملہ بہت چراغ پا ہوئی اور اس نے یہہ مطالبہ کیا کہ ۵ مارچ کو ہڑتال ختم ہونی چاہیئے لیکن مزدوروں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ مجلس عاملہ کہتی تھی "ابھی ہمیں اقتصادی سوال نہیں اٹھانے چاہئیں بلکہ سیاسی معاملات کی طرف توجہ رکھنی چاہیئے" لیکن مزدور کے لئے سیاسی اور اقتصادی سوال میں کوئی فرق نہ تھا وہ سیاسی آزادی کے یہی معنی سمجھتا تھا کہ اس کو ہر روز آرام کرنے کے لئے چند گھنٹے زیادہ ملجائیں۔ جب مزدوروں نے دیکھا کہ مجلس عاملہ ان کے مطالبہ کے خلاف ہے تو انہوں نے اپنی کابینہ کو نظر انداز کر کے عمل شروع کر دیا۔ پٹروگریڈ کے کارخانوں میں آٹھ گھنٹے کام کرنے کے بعد مزدور بلا کارخانہ دار کی اجازت کے گھر چلے جاتے تھے جس کا یہ نتیجہ ہو رہا تھا کہ کارخانہ داروں کی مجلس نے مجبور ہو کر اپنے طور پر آٹھ گھنٹے کا دن مان لیا تھا۔ ان واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان دنوں جمہور اپنے لیڈروں کی رہبری کر رہے تھے نہ کہ لیڈر جمہور کی چند ہی روز میں مزدوروں کے

عمل نے مجلس عاملہ کو عارضی حکومت کے سامنے یہ تجویز رکھنے پر مجبور کر دیا
کہ مجلس دستور ساز کا اجلاس ہونے سے قبل ہی آٹھ گھنٹے کا دن مقرر کر دیا
جائے۔ حکومت اس تجویز کو کب مان سکتی تھی۔ چنانچہ نہ مانی۔ جس کا یہ
نتیجہ ہوا کہ موسکو کے سوویٹ نے اپنی ذمہ داری پر مزدوروں کے لئے آٹھ
گھنٹے کے دن کا اعلان کر دیا اگرچہ یہ اعلان حکومت کے خلاف کھلی ہوئی
بغاوت تھی لیکن حکومت نے کان تک نہ ہلایا اور ملک کے تمام کارخانوں
میں آٹھ گھنٹے کا دن ہو گیا۔

مزدور اور سپاہی میں نفاق پیدا کرنے کی کوشش

آٹھ گھنٹے کے دن ہو جانے سے کارخانہ دار و سرمایہ دار
طبقہ کو بہت نقصان پہنچا چنانچہ انہوں نے اس کے
خلاف پروپگنڈا شروع کر دیا۔ وہ کہتے تھے "ہم
اس بنا پر مخالفت کرتے ہیں کہ آٹھ گھنٹے کا دن کرنے سے محاذ جنگ
کے لئے ضروری سامان کافی تعداد میں نہ بن سکے گا اور فوجوں کی ضرورت
پوری نہ ہو سکے گی جس کا نتیجہ شکست ہو گا۔" انہوں نے یہ بھی کہا کہ
دوران جنگ میں انفرادی اور طبقاتی سوالات بالائے طاق رکھنا چاہئیں
اور وہی ہونا چاہیئے جس میں ملک اور قوم کا فائدہ ہو۔ وہ کہتے تھے "آخر
سپاہی بھی تو خندقوں میں رات دن لڑ رہے ہیں۔ جب وہ اپنے لئے
وقت کا تعین نہیں کرتے تو پھر مزدوروں کے ساتھ یہ رعایت کیوں
کی جائے۔" بورژوازی طبقہ نے یہ پروپگنڈا خندقوں میں پہنچایا اور
اس طرح سپاہی اور مزدور میں پھوٹ پڑنی شروع ہو گئی۔ سوکانوف کا

بیان ہے "مارچ کی آخری تاریخوں میں ہر ٹرام بازار اور باغ میں سپاہی اور مزدور بحث ومباحثہ کرتے دکھائی دیتے تھے۔ سپاہی مزدور سے شکایت کرتا تھا اور مزدور اس کو سمجھاتا تھا" کہیں کہیں حالات یہاں تک خراب ہو گئے تھے کہ سپاہیوں اور مزدوروں میں لڑائیاں ہونے لگیں تھیں۔ لیکن مزدور عام طور پر سپاہی سے لڑنا نہیں چاہتا تھا بلکہ اس کو سمجھانا چاہتا تھا۔ مزدور کارخانہ داروں کی نفع کی شرح سپاہیوں کو بتاتے تھے۔ ان کو کارخانوں میں لے جاتے تھے اور دہکتی ہوئی بھٹیوں کے سامنے کھڑا کرتے تھے۔ مشین پر کام کرنے میں ہاتھ پیر اور جان کے خطرہ کا سپاہی سے ذکر کرتے تھے۔ سپاہیوں کو مزدور خاص طور سے گولہ بارود کی فیکٹریوں میں لیجاتے تھے اور وہاں جان کے خطرے میں رہ کر ان کو جو محنت کرنی پڑتی تھی اس کو دکھاتے تھے۔ اس تدبیر کا یہ نتیجہ ہوا کہ چند ہی دن میں سپاہی کو یہ یقین ہو گیا کہ مزدور کا آٹھ گھنٹے کا دن مقرر کرنے کا مطالبہ درست ہے اور جو کچھ اس مطالبہ کے خلاف کہا جا رہا ہے وہ صرف پروپگنڈا ہے۔ مزدور اور سپاہی کا اتحاد اب اور بھی مستحکم ہو گیا۔ اس طرح مزدور کو نہ صرف اقتصادی فتح حاصل ہوئی بلکہ سیاسی بھی ہو گئی۔

بظاہر آٹھ گھنٹے کا دن ہونا ایک معمولی واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس کے اثرات بہت گہرے ہوئے یعنی مزدور کو چند گھنٹے انقلابی تخیلات کے مطالعہ کرنے۔ جلوس نکالنے۔ بندوق کے نشانے کی

مشق کرنے اور اپنے لیڈروں پر پہلے سے بھی زیادہ نظر رکھنے کے لئے
مل گئے۔ ہر روز کے چند گھنٹوں کے سیاسی بحث و مباحثہ سے مزدور
کا سیاسی احساس اور گہرا ہوگیا۔ چنانچہ جب ۷ مارچ کو کرنسکی نے
یہ اعلان کیا "زار روس میرے قبضے میں ہے اور میں اس کو انگلستان
جلاوطن کرنے لے جا رہا ہوں" تو مزدور اور سپاہی بکھر گئے کیونکہ
وہ جلاوطنی سے جو پیچیدگیاں پڑنے کا احتمال تھا اس کو سمجھنے
لگے تھے۔ انہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ زار کو قید ہی رکھا جائے۔ عارضی
حکومت جمہور کے مظاہرہ سے ڈر گئی اور اس نے ۹ مارچ کو یہ اعلان
نکال دیا "زار کو انگلستان روانہ کرنے کا خیال ترک کر دیا گیا ہے"
اس واقعہ سے پھر اس امر کا اظہار ہو جاتا ہے کہ سوویٹ کی طاقت
حکومت سے زیادہ تھی اور جب لیڈر غلطی کرنے والے ہوتے تھے
تو جمہور اپنے عمل سے ان کو روک دیتے تھے۔ اس زمانہ کے روسی
جمہور ہندوستانی جمہور کی طرح اپنے لیڈروں کی پرستش نہیں کرتے
تھے بلکہ ان کے اعمال پر نگاہ رکھتے تھے اور جس موقع پر بھی
لیڈر غلط قدم اٹھاتا تھا تو جمہور اپنے عمل سے اس کو روک دیتے
تھے ان حالات کے باوجود پڑھے لکھے طبقہ کو ابھی تک انقلاب کی
مکمل کامیابی کا یقین نہیں ہوا تھا۔ افسروں نے دفتر کے کمروں میں
ابھی تک زار کی تصویریں لگا رکھی تھیں۔ اس سے ان کا انقلاب
کی کامیابی کی بابت تذبذب معلوم ہوتا تھا۔ وہ سوچتے تھے کہ اگر

شہنشاہیت کے دن پھرے تو کہہ دینگے "ہم شہنشاہیت کے ساتھ ہیں۔ ہم نے ابھی تک اپنے عزیز بادشاہ کی تصویر لگا رکھی ہے" اور اگر انقلاب کامیاب ہو گیا تو اتار پھینکیں گے۔ جمہور اور سپاہی اس تصویر میں رجعت پسندی دیکھتے تھے اور اس کو اتار پھینکنے کے درپے تھے۔ چنانچہ جابجا ان تصویروں کے اتارنے اور نہ اتارنے پر سپاہیوں اور افسروں میں لڑائیاں ہو رہی تھیں اس زمانہ میں سپاہی عام طور پر افسر کے اثر سے باہر ہو رہا تھا بحیرہ اسود کے عملے کا چیف لکھتا ہے "اگر سپاہی کو کسی جرم پر سزا کا حکم بھی دیا جاتا ہے تو اس کا اجرا نہیں کرایا جا سکتا"

محاذ جنگ پر فوج کی حالت اور اس کے مطالبات

ڈوما کے ڈپٹی جب محاذ پر جنگ کے جاری رکھنے کی تلقین کرنے پہنچے تو سپاہیوں نے دریافت کیا "زمین کی تقسیم کی بابت کیا کہتے ہو" ڈپٹیوں نے جواب دیا "مجلس قانون ساز اس کا فیصلہ کرے گی" ایک سپاہی نے کہا "اگر اس وقت تک ہم زندہ ہی نہیں رہے تو زمین ہمارے کس کام کی ہے" سپاہی کا یہ جملہ پوری فوج کی ترجمانی کرتا تھا فوج فوراً ہی صلح اور زمین چاہتی تھی۔ ڈوما کے وفد نے محاذ پر پہنچکر اگرچہ سپاہی کو جنگ جاری رکھنے اور افسر کے حکم کی تعمیل کرنے کی خوب تلقین کی لیکن کچھ نہ بنا۔ ۶ر مارچ کو شمالی محاذ سے تار آیا "سپاہی قابو سے باہر ہو رہے ہیں کچھ ایسے لوگ روانہ کرو جن کا سپاہیوں پر اثر ہو تا کہ فوج میں نظام قائم ہو سکے"

۲۲ مارچ کو گرینا ڈیر ڈیویزن کا چیف لکھتا ہے " سپاہی صاف کہہ رہے ہیں کہ وہ دشمن پر حملہ نہیں کرینگے البتہ مدافعت کرنے کے لئے تیار ہیں " روسی سپاہی جرمن سپاہی سے کہہ رہے تھے " تم ہم پر حملہ نہ کرو ہم تم پر حملہ نہیں کریں گے " بحر اسود کا چیف اپنے حالات زندگی میں لکھتا ہے۔ " انقلاب کے شروع ہوتے ہی مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ہم جنگ ہار گئے " گاونٹ اگنیف وزیر خارجہ کو لکھتا ہے " خوب سمجھ لو کہ جرمن سے جنگ ختم ہو گئی۔ ہم نہ اب لڑ سکتے ہیں اور نہ لڑیں گے۔ سمجھداری کی یہ بات ہے کہ کم سے کم کشت و خون کئے اس جنگ کو ختم کر دینا چاہئے ورنہ ایک وبال آجائے گا " ۱۸ مارچ کو فوجی اسٹاف کا ایک جلسہ ہوا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچا " محاذ پر مزید فوج روانہ کرنا ناممکن ہے کیونکہ کوئی جانا نہیں چاہتا۔ فوج پژمردہ ہے۔ شاید دو تین ماہ میں افسر اور سپاہی کے آپس کے تعلقات درست کئے جاسکیں " جنرل الزیر لکھتا ہے " ۷ اپریل تک آٹھ ہزار سپاہی فوج کی ملازمت چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جب میں اخباروں کو یہ پروپگنڈا کرتے دیکھتا ہوں کہ فوج کی حالت بہت بہتر ہے تو مجھے سخت تعجب ہوتا ہے۔ جرمن اس دہوکے میں نہیں آسکتے اور ہمارے لئے یہ یقین مہلک ہو "

فوج کی خراب حالت ہونے کے باوجود حکومت یہ چاہتی تھی کہ جنگ جاری رکھی جائے کیونکہ جنگ جاری رہنے سے سرمایہ دار اور برجوازی جماعتوں کو تین فائدے تھے۔

(۱) ان جماعتوں کو انقلاب کے خلاف طاقت مستحکم کرنے کا وقت ملتا تھا۔

(۲) مجلس دستور ساز کو ملتوی کرنے کا بہانہ ملتا تھا۔

(۳) زمین اور دولت کی تقسیم کا سوال بھی جنگ کی وجہ سے التوا میں پڑا ہوا تھا۔ اس پردے میں کہ جرمنی کا سر کچلنا چاہیئے دراصل انقلاب کی طاقت کو ختم کیا جا رہا تھا۔

سپاہی بر جوازی جماعت کے ان مقاصد کو خوب سمجھتا تھا اور کسی شکل میں بھی لڑنے کو تیار نہ تھا۔ چنانچہ عارضی حکومت نے جب یہ حکم نکالا "سپاہیوں کو چاہیئے کہ بارگ کو واپس ہو جائیں اور ان کے افسر جو کچھ حکم دیں ان کو مانیں" تو سپاہی آگ بگولا ہو گئے اور انہوں نے مجلس عاملہ کو مجبور کیا کہ سوویٹ کا ایک اجلاس بلائے۔ اجلاس بلایا گیا اور سپاہیوں نے ایک تجویز جو "حکم اول" کے نام سے مشہور ہے منظور کر لی۔

حکم اول اس تجویز کا ماحصل یہ تھا کہ "ہر رجمنٹ میں انتخاب ہوگا اور سپاہیوں کے نمایندے سوویٹ میں شرکت کریں گے۔ سپاہی ہر سیاسی معاملہ میں صرف سوویٹ اور ان کی کمیٹیوں کا حکم مانا کرے گا۔ اسلحات رجمنٹ اور بٹیلین کی کمیٹی کے قبضہ میں ہوں گے۔ اور کسی حالت میں بھی فوجی افسروں کے سپرد نہیں کئے جائیں گے۔ سپاہی کو عام شہری کے حقوق ہوں گے جب سپاہی پہرے پر نہ ہو اس کو اپنے افسر کو سلام کرنے کی ضرورت نہیں۔ افسر سپاہیوں کو 'تو' کہنے کا مجاز نہیں رکھتا۔" سوویٹ نے فوج کی یہ تجویز تو منظور کر لی لیکن ان کے لیڈر اس تجویز پر خوش نہ تھے۔ جب حکم اول پریس میں نشر ہونے گیا تو لیڈروں نے اس کے ساتھ ساتھ

سپاہیوں کے نام ایک اپیل بھی شایع کرنے بھیجی جس میں سپاہیوں سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ زآر کے زمانہ کے افسروں کا حکم مانیں۔ لیکن جب یہ اپیل پریس میں پہنچی تو ٹائپ لگانے والوں نے اس کو ٹائپ میں لگانے سے انکار کر دیا۔

اس واقعہ سے نہ صرف مزدور اور سپاہی کے آپس کے اتحاد کا پتہ چلتا ہے۔ بلکہ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جمہور کی نگاہ برابر اپنے لیڈروں کے اعمال پر تھی۔ یہ امر روسی انقلاب کا طرۂ امتیاز رہا ہے کہ لیڈر نے غلط قدم اٹھایا اور جمہور نے اپنے عمل سے اس کو درست کر دیا۔ جب تک کسی ملک میں جمہور کی سیاسی بیداری ان میں تخلیقی جرأتِ فکر۔ خود اعتمادی اور قوت عمل نہ پیدا کر دے اسوقت تک اس ملک میں انقلاب نہیں ہو سکتا۔ ہندوستانی جمہور کا لیڈروں کو معصوم خطا قرار دینا جمہور کی سیاسی پس ماندگی کی دلیل ہے۔

چوتھا باب

لینن کی آمد اور بولشیوک پارٹی کی تنظیم

انقلابی لیڈروں کی آمد جلاوطن روسی لیڈر جو یورپ کے مختلف ملکوں میں اپنا وقت گذار رہے تھے مدت سے اس انتظار میں تھے کہ کب انقلابی حالات پیدا ہوں اور وہ اپنے ملک کا رُخ کریں چنانچہ جب ان کو فروری کے انقلاب کی خبر ملی تو فوراً روس کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ وہاں پہنچکر انقلابی جدوجہد میں حصہ لیں۔ وسط مارچ ۱۹۱۷ء کو کیمونیف اور اسٹیلن نے روس پہنچکر پراودا اخبار کا ادارہ سنبھال لیا اور بولشیوک پارٹی کی پولیسی کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ بولشیوک پارٹی رجعت پسند طبقے کو دبانے میں عارضی حکومت کا ساتھ دیگی۔ جنگ جاری رکھنے کی بابت ان نئے مدیروں کا خیال تھا کہ "جیسے جرمن فوج قیصر ولیم کا حکم مانتی ہے اسی طرح روسی فوج کو یہ چاہیئے کہ دشمن کا دو بدو جواب دیتی رہے۔ مقصد جنگ ختم کرنا نہیں ہے بلکہ عارضی حکومت پر یہ زور ڈالنا ہے کہ وہ جنگ کرنے والی حکومتوں کو اس پر مجبور کرے کہ صلح کر لیں۔"

لینن کو استالین اور کیمونیف کی اس پولیسی سے اختلاف تھا لینن ۲۰ مارچ کو بذریعہ تار بوشیوک پارٹی کو یہ ہدایت کر چکا تھا۔ "حکومت میں غیر اعتمادی کا اظہار کرو حکومت کی مدد نہ کرو۔ خاصکر کرنسکی کو شبہ کی نظر سے دیکھو۔ پرولتاری کو مسلح کرو۔ انقلاب کا وجود پرولتاریوں کے مسلح کرنے پر موقوف ہے۔ ڈوما کے لئے فوراً انتخاب کرو۔ دوسری پارٹیوں سے سمجھوتا نہ کرو۔" لیکن استالین اور کیمونیف ان ہدایات کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ لینن کو جب اخباروں کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ عارضی حکومت اور سوویٹ کے لیڈر تحفظی جنگ کے نام سے سرمایہ داروں کی جنگ لڑنا چاہتے ہیں تو اس نے اپنے ایک دوست کو لکھا "ہماری پارٹی کی بہت ہی شرم ناک حرکت ہوگی اگر اس نے جمہور کو دھوکا دینے میں عارضی حکومت کا ساتھ دیا۔ حکومت اس جنگ کو تحفظی جنگ پکار کر سرمایہ داروں کے مفاد میں جاری رکھنا چاہتی ہے۔ میں بہ نسبت اس کے کہ قومی تحفظ کے جذبہ کو لبیک کہوں اس کو بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں کہ پارٹی میں تفریق پیدا کر دوں۔"

لینن کی آمد اس زمانہ میں لینن زورج میں تھا اور روس پہنچنے کی ترکیب سوچ رہا تھا ان دنوں ہزاروں تدبیریں اس کے ذہن میں آئیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ بہرے گونگے اسکنڈنیویں کا پاس پورٹ لیکر روس روانہ ہو جائے۔ آخر کار جرمن حکومت سے یہ طے پایا کہ وہ لینن اور اس کے ساتھیوں کو ایک اسپیشل گاڑی میں روس جانے دیگی نہ صرف یہی بلکہ اس گاڑی میں کوئی جرمن افسر نہیں آسکیگا۔ نہ تلاشی ہو سکے گی۔ نہ پاس پورٹ دیکھا جا سکے گا

جرمنی کی ان مراعات کے عوض میں لینن نے یہ وعدہ کیا کہ روس پہنچکر وہ یہ کوشش کرے گا کہ اپنے ہمراہیوں کی تعداد کے برابر جرمن قیدی رہا کرادے لیکن درپردہ جرمن حکومت کا یہ خیال تھا کہ لینن کے روس پہنچ جانے سے ملک میں ایسے حالات پیدا ہو جائینگے جس کی وجہ سے مشرقی محاذ پر جنگ کا زور نہ رہیگا اور جرمن اپنی بہت سی فوجیں مغربی محاذ پر لاسکیں گے۔ اسی لئے جرمن حکومت لینن کے جرمنی سے گذر جانے پر راضی ہو گئی تھی۔

لینن کا استقبال جرمنی سے گذر کر جب لینن فنلینڈ پہنچا تو اس کے بہت سے دوست استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے جن میں کیمونیف بھی تھا ایک بولشیوک کا بیان ہے کہ ابھی موٹر میں پوری طرح بیٹھے بھی نہ تھے کہ لینن نے کیمونیف سے کہا " یہ تم پراودا اخبار میں کیا لکھ رہے ہو۔ ہم نے اس کے کچھ پرچے دیکھے اور تم پر بہت غصہ آیا" جب لینن پٹروگریڈ پہنچا تو مقامی سوویٹ کی طرف سے اس کا استقبال فوجی طریقہ پر ہوا۔ سکانوف اپنے حالات زندگی میں استقبال کی بابت لکھتا ہے " اسٹیشن پر زار کے لئے جو کمرہ بنا ہوا تھا لینن گاڑی سے اتر کر بہت تیزی سے اس کمرے میں داخل ہو گیا اس کے سر پر ایک گول انگریزی ٹوپی تھی۔ چہرہ سردی سے سُرخ تھا اور ہاتھ میں ایک گلدستہ تھا۔ اس موقعہ پر چیڈزی نے استقبال کرتے ہوئے کہا " کومریڈ لینن ہم پٹروگریڈ سوویٹ اور انقلابی جمہور کی طرف سے آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ اسوقت سب سے اہم مسئلہ روس کو اندرونی اور بیرونی حملوں سے بچانا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس مقصد کے حاصل کرنے میں آپ ہماری پوری مدد کرینگے "

جب چیدزی کی استقبالیہ تقریر ختم ہوگئی تو لینن نے حسب ذیل مختصر سی تقریر کی "پیارے کومریڈ. سپاہیوں- ملاحوں اور مزدوروں- میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ تم نے ایک کامیاب انقلاب پیدا کر دیا- میں تم کو اس کی بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ تم بین الاقوامی انقلابی فوج کے ہراول ہو- وہ لمحہ دور نہیں ہے جب کومریڈ کارل لبکنیچٹ کے اشارے پر دوسرے ملکوں کے مزدور اپنی سرمایہ دار حکومتوں کے سینہ پر پستول رکھدیں گے تمہارے انقلاب نے ایک نئے تمدن کی بنیاد ڈالی ہے. سوشلسٹ انقلاب زندہ باد"

اس رسم کے بعد لینن کو ایک مسلح گاڑی میں بٹھایا گیا اور جلوس روانہ ہوا- اندھیری رات میں فوجی جلوس کافی مرعوب کن معلوم ہوتا تھا. جلوس جب کشتیسن شیرا محل (بولشیوک پارٹی کے صدر دفتر) پہنچا تو لینن کی شان میں اتنی قصیدہ خوانی ہوئی کہ وہ پریشان ہوگیا. لینن مقررین کے انداز بیان اور تخیل پر غور کر رہا تھا اور ایک معترضانہ تبسم اس کے لبوں پر تھا- ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ دل ہی دل میں کہہ رہا ہے "تمہارے دل ودماغ میں تو ابھی تک انقلاب پیدا نہیں ہوا- یہ سطحی انقلاب کتنے دن زندہ رہ سکتا ہے" جب قصیدہ خوانی ختم ہوگئی تو لینن نے اپنی تقریر شروع کی جس میں ان تمام تخیلات کی دھجیاں اڑادیں جو اب تک انقلابی خیال کئے جاتے تھے- سکالوف کا بیان ہے "اس تقریر میں لینن نے سوویٹ کے تمام نظریوں کی تردید کی اور زراعتی اصلاحات کی بھی مخالفت کی- اس نے کہا "کاشتکار کو زمین پر زبردستی قبضہ کر لینا چاہیئے ہمیں بر جوائی جمہوریت نہیں چاہیئے- ہمیں سوائے مزدوروں- سپاہیوں اور

کاشتکاروں کے ڈپٹیوں کی حکومت کے کوئی دوسری حکومت درکار نہیں ہے۔ صرف زیر ولڈ پارٹی پرولتاریوں اور انقلاب کے مفاد کی حفاظت کر رہی ہے باقی سب پارٹیوں کو اپنا اپنا مفاد مد نظر ہے۔ یہ پارٹیاں فقط دل خوش کن باتیں بناتی ہیں اور خیال کرتی ہیں کسان کی باتوں سے انقلاب کی بہت خدمت ہو رہی ہے"۔ یہ تقریر دو گھنٹے رہی لعد ان دو گھنٹوں میں جمہور کو یہ علم ہو گیا کہ روس میں اب تک جو کچھ ہوتا رہا تھا لینن اس سے متفق نہیں تھا۔ اگلے دن لینن نے اپنا ایک مضمون جو "۴ / اپریل کا مقالہ" کے نام سے مشہور ہے نشر کیا جس میں اس نے اپنا نقطۂ نگاہ زیادہ واضع طور پر بیان کیا اس مضمون کا ماحصل یہ تھا۔

۴/ اپریل کا مقالہ "فروری کے انقلاب کے بعد روس میں جو جمہوریت قائم ہوئی ہے اور یورپ میں جو جنگ عظیم اس وقت ہو رہی ہے پرولتاریوں کے انقلاب کو ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بولشیوک جماعت کا مطمع نظر یہ ہونا چاہیئے کہ آجکل کی روسی حکومت کو تباہ کر دیا جائے کیونکہ یہ بھی امپیریلسٹ ہے۔ عارضی حکومت سوشل انقلابی اور مینشیوک پارٹیوں کے بل پر کھڑی ہے اور عوام کو ان پارٹیوں پر اعتماد ہے ہم بولشیوک اقلیت میں ہیں ان حالات میں ہم کسی قسم کا تشدد نہیں کر سکتے۔ ہمیں عوام کو مینشیوک اور سوشل انقلابی پارٹیوں کی سیاسی غلطیاں بتانی چاہئیں تاکہ جمہور ان کے ہم خیال نہ رہیں۔ اگر ہم نے جمہور کے سامنے ان پارٹیوں کے سیاسی لائحہ عمل کو نقصان دہ ثابت کر دیا اور جمہور کی وفاداری جیت لی تو گویا ہم نے پرولتاری آمریت قائم کر دی اور ہم ارتقا کی ایک منزل یعنی برجوازی جمہوریت کو پھلانگ گئے۔ ہم سرمایہ دار دنیا سے قطع تعلق کر دیں گے خفیہ شرائط

نامے نشر کردیں گے اور جنگ کو ختم کر دیں گے۔ ہم بین الاقوامی انقلاب کی کڑی ہیں بین الاقوامی انقلاب میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ پرولتاری طبقہ میں تنظیم اور حکومت کرنے کا شعور پیدا کیا جائے کیونکہ پرولتاریوں میں یہ دونوں باتیں مفقود ہیں اس لئے برجوازی طبقہ کا حکومت پر قبضہ ہو گیا ہے اب کوشش یہ ہونی چاہئے کہ حکومت پرولتاری طبقہ کے قبضہ میں آجائے۔"

پارٹی کے جلسہ میں لینن کی تقریر

اسی روز لینن پارٹی کے ایک جلسے میں شریک ہوا جس میں اس قسم کی تقریریں ہو رہی تھیں "روسی انقلاب برجوازی انقلاب ہے اس لئے پرولتاریوں کو حکومت پر قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں۔" اس جلسہ میں لینن نے کھڑے ہوتے ہی کہا "یہ سب لغو ہے فروری کے مہینے میں اگرچہ طاقت پرولتاریوں کے ہاتھ میں تھی لیکن وہ اسلئے حکومت پر قبضہ نہ کر سکے کہ انہوں نے پورے شعور کے ساتھ کسی خاص پروگرام کے مطابق انقلاب نہیں کیا تھا۔ برخلاف اس کے برجوازی طبقہ میں اگرچہ طاقت نہیں تھی لیکن وہ حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے تیار تھا۔ اس میں تنظیم اور شعور دونوں موجود تھے۔ ان وجوہات کی بنا پر پرولتاریوں کی جیتی ہوئی طاقت پکے ہوئے پھل کی طرح برجوازی طبقہ کے پلے میں گر پڑی ہمیں جمہور سے صاف صاف کہہ دینا چاہئے کہ ان کی ناکامیابی کا اصل سبب یہ تھا کہ وہ حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے پورے تیار نہیں تھے دراصل پرولتاریوں کی آمریت اس وقت بھی قائم ہے لیکن کوئی یہ نہیں جانتا کہ اس کو کس طرح اور کن مقاصد کے لئے استعمال کرنا۔

چاہئے اگر بولشیوک بھی برجوازی حکومت پر اعتماد رکھتے ہیں تو میرا اور ان کا راستہ الگ الگ ہے۔ میں اقلیت میں رہنا پسند کرتا ہوں لیکن حکومت کے ساتھ تعاون پسند نہیں کرتا۔ میں اس کو بہتر سمجھتا ہوں کہ کچھ عرصے تک لیڈر نہ ہنوں۔ میں اقلیت میں رہنے سے ڈرتا نہیں۔ دراصل حکومت سوویٹ کے ہاتھ میں ہے سوویٹ میں ہماری پارٹی اقلیت میں ہے۔ ہمیں ان حالات میں یہ کرنا چاہئے کہ سپاہی کسان اور پرولتاری کو دوسری پارٹیوں کے سیاسی تخیل کی غلطی سمجھائیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ پرولتاری ہماری تجویزوں کو تجربہ کرکے دیکھیں اگر تجربہ سے وہ تجویزیں درست ثابت ہوں تو ان کو مانیں۔ کامریڈس۔ اقلیت میں رہنے سے مت گھبراؤ۔ بولشیوک کے لئے فتح کا لمحہ آ رہا ہے وہ دن دور نہیں ہے کہ جنگ جمہور کو ان کی غلطی کا احساس پیدا کرا دیگی اور وہ ہمارے شریک کار ہو جائینگے۔"

لینن نے یہ بھی کہا کہ پارٹی کا نام سوشل ڈیموکریٹ سے بدل کر کمیونسٹ کر دیا جائے۔ جنگ عظیم کے دوران میں سوشل ڈیموکریٹ پارٹی نے بہت کمزوری دکھائی تھی اور اس نام کے ساتھ کمزوری اور کم ہمتی کے تخیلات وابستہ ہو گئے تھے۔ اس لئے لینن کہتا تھا "جس طرح ہم میلی قمیص بدل دیتے ہیں اسی طرح ہمیں پارٹی کا نام بھی بدل دینا چاہئے۔"

لینن کی مخالفت اس تقریر کے بعد سب ایک دوسرے کو استفسار کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ لوگ آپس میں لینن کے متعلق کہہ رہے تھے "یہ آدمی ستارہ مریخ سے آیا معلوم ہوتا ہے۔ آتے دیر ہوئی نہیں کہ اس نے حکومت پر قبضہ کرنے کی باتیں شروع کر دیں"، رجعت پسند طبقہ اور لینن کے دشمن اس

تقریر سے بہت خوش ہو رہے تھے وہ کہتے تھے " جو آدمی اس قسم کی بکواس کر سکتا ہے وہ مخدوش نہیں ہو سکتا۔ اچھا ہوا کہ یہ آگیا۔ اب یہ اپنی تردید آپ ہی کر دیگا" کرنسکی نے احباب کے حلقہ میں کہا " لینن کو آئے ہوئے چند ہی روز ہوئے ہیں اس کو پورے واقعات کی خبر نہیں ہے۔ وہ ہر معاملہ کو غیر حقیقی نقطہ نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ اس کو کوئی سمجھانے والا نہیں ہے ان حالات میں کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے اگر وہ دور از کار تقریریں کرتا ہے۔ میں اس سے ملونگا اور سمجھادوں گا۔"

اخبار پراوده جو استالین اور کیمونیف کی زیر ادارت نکلتا تھا ۸ اپریل کی اشاعت میں لکھتا ہے " ہمیں کومریڈ لینن کی تجاویز سے اختلاف ہے کیونکہ وہ اس خیال پر مبنی ہیں کہ برجوازی انقلاب ختم ہو گیا اور سوشلسٹ انقلاب فوراً ہی کیا جا سکتا ہے،" کیمونیف نے ایک کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا " لینن کا یہ خیال غلط ہے کہ برجوازی جمہوری انقلاب ختم ہو گیا۔ جاگیر دارانہ نظام کے خدوخال روس میں ابھی تک باقی ہیں۔ برجوازی جمہوریت میں رہکر بھی ترقی کے امکانات کافی ہیں اور کوئی نظام اس وقت تک فنا نہیں ہوا کرتا جب تک اس میں سماجی زندگی کے ترقی کے امکانات باقی ہوں،" ریکوف کا خیال تھا " ہمارے سامنے بہت کام ہیں لیکن وہ سب کام برجوازی جمہوریت میں رہ کر ہو سکتے ہیں"

غرض ہر طرف سے یہی آواز آرہی تھی کہ فروری کا انقلاب برجوازی انقلاب تھا اس لئے برجوازی طبقہ حکومت چلا سکتا ہے اور جب تک برجوازی طبقہ اپنا مشن پورا نہ کرے پرولتاری انقلاب کی کوشش کرنا ملک اور قوم کو تباہ کرنا ہے لیکن لینن کا خیال اس سے بالکل مختلف تھا وہ کہتا تھا " برجوازی انقلاب ختم نہیں ہوا ہے

کہ بر جوازی جماعت مردہ ہو گئی ہے اور اس میں بر جوازی انقلاب کو آخری منزل تک
پہنچانے کی سکت نہیں رہی ہے۔ بر جوازی جمہوریت پیدا ہوتے ہی مر گئی ہے۔ اب
پرولتاری جماعت ہی ملک کو ترقی کی طرف لیجا سکتی ہے لیکن پرولتاری ابھی پوری
طرح بیدار نہیں ہوئے ہیں بولشیوک پارٹی کو چاہیئے کہ جمہور سے الگ اپنی حیثیت
قائم کرے اور پھر ان میں بیداری پیدا کرے۔ ہمیں پرانے بولشیوک تخیلات
چھوڑ دینے چاہئیں۔ ٹرپونجیا بر جوازی اور مزدور کے مفاد میں فرق کرنا چاہیئے
اگر ہم نے ٹرپونجیا بر جوازی اور مزدور کو الگ الگ کر دیا اور مزدور اور کسان بولشیوک
پارٹی کے زیر اثر آ گئے تو گویا روس میں پرولتاری آمریت قائم ہو گئی۔" لینن کا خیال
تھا کہ جس طرح اقتصادی طور پر پس ماندہ ملکوں کو ترقی یافتہ ہونے کے لئے جدید ترین
کلیں و آلات نسب کرنے پڑتے ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو دوسرے ترقی یافتہ
ممالک اقتصادی مقابلہ کے ذریعہ سے پس افتادہ ملک کو اُبھرنے ہی نہیں دے سکتے
اسی طرح اگر کسی غیر ترقی یافتہ ملک (روس) میں وہ انقلاب نہ ہوا ہو جو ترقی یافتہ
ممالک میں کئی صدی پیشتر ہو چکا ہو تو پس ماندہ ملک کو جدید ترین انقلاب کرنا
لازمی ہو جاتا ہے۔ انگلستان اور فرانس میں بر جوازی انقلاب دو صدی قبل ہو چکا
ہے اس لئے دو صدی بعد روس میں بر جوازی انقلاب کرنا ایسا ہی بیکار ہے جیسا
کہ آج دو صدی قبل کی مشین نسب کرنا اور ترقی یافتہ ملک کے اقتصادی مقابلہ
کا دم بھرنا۔ اب روس کی نجات اسی میں ہے کہ جدید ترین قسم کا انقلاب یعنی شوشلسٹ
انقلاب کرے جو یورپ میں بھی ہونے والا ہے تب روس کہیں ترقی یافتہ
ممالک کے دوش بدوش چل سکتا ہے۔ کیمونیف وغیرہ کے بر جوازی انقلاب کے

نظریہ کے خلاف لینن کا استدلال یہ تھا کہ سرمایہ دارانہ نظام کسی خاص ملک کا نظام نہیں ہے بلکہ یہ تمام عالم میں جاری و ساری ہے اگر ہم کو درست نتائج پر پہنچنا ہے تو اسکو بین الاقوامی نقطۂ نگاہ سے دیکھنا ہوگا سرمایہ دارانہ نظام بحیثیت ایک عالمگیر نظام ہونے کے اپنی آخری منزل یعنی امپیریل ازم پر پہنچ چکا ہے اب اس نظام میں تضاد پیدا ہو گیا ہے اور بنی نوع انسان کے لئے اس نظام میں رہکر ترقی کرنے کی گنجایش نہیں رہی ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ دوسرا نظام قایم کیا جائے۔ روس بھی اسی سرمایہ دارانہ نظام کی ایک کڑی ہے لیکن کیونکہ کمزور کڑی ہے اس لئے سب سے پہلے وہ نظام یہاں سے ٹوٹنا شروع ہوا ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ روس میں برجوازی انقلاب کی گنجایش ہے وہ سرمایہ دارانہ نظام کو ملکی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں بین الاقوامی نقطۂ نگاہ سے نہیں دیکھتے بین الاقوامی سرمایہ دارانہ نظام پارہ پارہ ہوا چاہتا ہے دنیا اشتراکی انقلاب کے لئے تیار ہے اور "ارتقائی چھلانگ" کا وقت آگیا ہے۔ پس ماندہ قوموں کو ایک عبوری زمانہ سے گذرنا ہوتا ہے جس کے دوران میں ڈکٹیٹر شپ کی ضرورت ہوتی ہے۔ روس میں برجوازی جمہوری انقلاب مکمل نہیں ہونے پایا ہے کہ برجوازی جماعت مردہ ہو گئی ہے اور اس میں برجوازی انقلاب کو تکمیل تک پہنچانے کی سکت نہیں رہی۔ اس وقت پرولتاری جماعت کے سوا اور کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جو حکومت کی ذمہ داری اٹھا سکے۔ پرولتاری جماعت برجوازی جماعت کے مردہ ہو جانے کی وجہ سے اشتراکی انقلاب کرنے پر مجبور ہو گئی ہے روس کی اقتصادی پس ماندگی سے یہ عائد نہیں آتا کہ اس کو سوشلسٹ انقلاب نہیں کرنا چاہئے بلکہ صرف یہ عائد آتا ہے

کہ یہ دلتاری جماعت کو سوشلسٹ انقلاب کرنے میں بہت مشکل کا سامنا ہوگا۔ روس میں تو سوشلسٹ انقلاب صرف شروع ہو رہا ہے نہ معلوم کونسا ملک اسکو تکمیل تک پہنچائیگا۔ (ہندوستان کی سوشلسٹ پارٹی کا بھی یہی نقطہ نگاہ ہے) لینن مندرجہ بالا خیات کی تبلیغ کر رہا تھا اور جمہور اس کے ہم خیال ہوتے جارہے تھے۔

برجوازی اور سوشلسٹ کی مشترکہ کابینہ اور جنگ جاری رکھنے کی کوشش

لینن کی پارٹی کی بڑھتی ہوئی طاقت سے برجوازی طبقے اور سوشل انقلابی ومینشیوک پارٹیوں کو خطرہ پیدا ہوا تو انہوں نے آپس میں اتحاد کر لیا اور ملی جلی کابینہ بنالی جس میں چھ مینشیوک اور سوشل انقلابی پارٹیوں کے ممبر بھی وزیر مقرر کر دیے گئے۔ اس کابینہ میں شہزادہ لووف۔ بدستور وزیر اعظم رہے۔ کابینہ تو بنگئی لیکن چند روز بعد ہی اس میں سازشیں ہونے لگیں برجوازی چاہتے تھے کہ سوشلسٹ کی آڑ میں اپنا پروگرام جاری کریں اور سوشلسٹ برجوازی ممبروں کو اپنے پروگرام کی طرف گھسیٹنا چاہتے تھے۔

اس زمانہ میں جمہور کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے اس مشترکہ حکومت نے ایک اعلان کیا جس میں جمہور کو یہ اطمینان دلایا کہ صلح کر لی جائیگی۔ خوراک کی کمی کی طرف توجہ کی جائے گی اور اراضی کی تقسیم کے مسئلہ کا حل بھی سوچا جائیگا لیکن یہ سب جمہور کو دلاسا دینے کی باتیں تھیں۔ کابینہ میں برجوازی عنصر غالب تھا اور حکومت کی سیاست اُسی کے رنگ میں رنگی جارہی تھی۔ چنانچہ ۱۱ مئی کو کرنسکی جنگ جاری رکھنے کا پروپگنڈا کرنے محاذ جنگ پر پہونچا۔ وہاں سے حکومت کو اطلاع دیتا ہے "فوج میں ایک جوش کی لہر دوڑ رہی ہے" اس لہر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کرنسکی نے

۱۴ مئی کو فوج کے نام ایک اعلان میں کہا "جہاں تمہارے لیڈر تمہیں بھیجینگے تم جاؤ گے۔ تم اپنی سنگینوں کی نوکوں پر امن پھیلاؤ گے" مشترکہ حکومت کی یہ کوشش تھی کہ سوویٹ ختم ہو جائیں حکومتی ادارے ان کی جگہ لے لیں اور بر جوازی جمہوریت قائم ہو جائے۔ کرنسکی کہتا تھا "سوویٹ اب اپنی موت مر جائینگے۔ ان کو فنا کرنے کی کوشش کی ضرورت نہیں۔" لیکن دن گذرتے جا رہے تھے اور سوویٹ مرتے دکھائی نہیں دیتے تھے البتہ کبھی کبھی یہ ہو جاتا تھا کہ سوویٹ کے لیڈروں کی حماقتوں کی وجہ سے جمہوریہ پر خاموشی طاری ہو جاتی تھی لیکن وقت پر جمہور پھر ہنگامہ برپا کر کے اپنی طاقت کا ثبوت دیدیتے تھے۔

فوج کا جنگ جاری رکھنے سے انکار جس طرح مجلس عاملہ بر جوازی مفاد کے لئے روسی پرولتاری طبقہ کو قربان کرنا چاہتی تھی اسی طرح سپاہیوں کی کمیٹیاں جن میں سپاہیوں کے منتخب کردہ لیڈر تھے سپاہیوں کو افسروں کا فرمانبردار بنا کے سرمایہ دارانہ جنگ کی بھینٹ چڑھانا چاہ رہے تھے۔ لیکن اپنے لیڈروں کی کوشش کے باوجود سپاہی لڑنے سے انکار کر رہا تھا۔ مئی کی آخری تاریخوں میں جب حکومت نے روسی فوجوں کو دشمن پر حملہ کا حکم دیا تو ساتویں فوج کے کمیسار نے بحری و بری وزیر کرنسکی کو تار دیا "بارہویں ڈویزن میں ۴۸ نمبر کی رجمنٹ محاذ پر چلی گئی۔ ۴۵ اور ۴۶ نمبر کی رجمنٹوں کا کچھ حصہ محاذ پر گیا۔ ۴۷ نمبر کی رجمنٹ نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔ ۱۳ ڈویزن میں ۵۰ نمبر کی رجمنٹ کل محاذ پر چلی گئی۔ ۵۱ نمبر نے کل جانیکا وعدہ کیا ہے ۴۹ نمبر کی رجمنٹ نے حکم نہیں مانا۔ ۵۲ نمبر نے جانے سے صاف انکار کر دیا اور اپنے افسروں کو قید کر لیا۔" کرنسکی نے تار دیا "۴۵۔۴۶۔۴۷

رجمنٹ کو توڑ دو۔ اور جو لوگ افسروں اور سپاہیوں کو عدول حکمی کرنا سکھاتے ہیں ان کو کورٹ مارشل کرو"۔ ہر محاذ سے اس قسم کی اطلاعات آ رہی تھیں اور حکومت اسی قسم کے جوابات دے رہی تھی۔ ۴ رجون کو جبکہ حملہ کو دو ہفتہ گذر چکے تھے فوج کا چیف اطلاع دیتا ہے "شمالی محاذ پر ابھی تک بےچینی پھیلی ہوئی ہے۔ توپخانہ نے حملہ کرنے سے انکار کر دیا"۔ ۱۱ رجون کو ۶۱ نمبر کی رجمنٹ کا کمانڈر لکھتا ہے "ہم سوائے اپنی جان بچانے کے کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ کچھ دن ہوئے پٹروگریڈ سے پانچویں کمپنی میں ایک لینن کا پیرو سپاہی آیا ہوا ہے اور اس کی تبلیغ سے میرے بہترین سپاہی اور افسر فوج چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں"۔ ۶۱ نمبر کی رجمنٹ کے افسر نے جب سپاہیوں کو سزا کی دھمکی دی تو ایک سپاہی نے جواب دیا "ہم نے پہلی حکومت کو خاک میں ملا دیا۔ ہم کرنسکی کے بھی ٹھوکر دینگے"۔ فرانس کا مشہور جنرل پیتاں (موجودہ ڈکٹیٹر) کہتا تھا "روسی فوج کی اتنی خراب حالت ہے کہ حملہ کرتے ہی اس کا شیرازہ بکھر جائیگا"۔

ادہر روسی فوج کی یہ حالت تھی ادہر اتحادی روسی حکومت پر زور ڈال رہے تھے کہ جرمنی پر حملہ جاری رکھو ورنہ ہم نہ صرف رسد دینا بند کر دینگے بلکہ قرضہ بھی نہ دیں گے اور جاپان سے کہدیں گے کہ سائیبریا پر قبضہ کر لے۔ مشترکہ حکومت اس وقت بہت کس مپرسی کی حالت میں تھی روپیہ کی ضرورت سے مجبور ہو کر حکومت نے ملک سے قرضہ لینا چاہا تو بر جوازی طبقے اور بنکوں نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا البتہ معزول شدہ زار کے خاندان نے اعلان کیا کہ وہ قرضہ دے سکتے ہیں بشرطیکہ حکومت شاہی خاندان کے لوگوں کی معقول پنشن مقرر کر دے۔

حکومت جتنی زیادہ پنشن دیگی وہ اسی قدر زیادہ قرضہ دیں گے۔ سپاہیوں اور جمہور نے جب یہ اعلان پڑھا تو ان کے کان کھڑے ہوگئے انہیں ڈر ہوا کہ شہنشاہیت پھر زندہ نہ ہو جائے۔ فوج اور زیادہ برہم ہوگئی۔ ۲۱ رجون کو ایک مشین گن کی رجمنٹ نے یہ تجویز پاس کی "ہم آیندہ میدان جنگ کے لئے اسوقت روانہ ہونگے جب کہ جنگ کا مقصد انقلاب ہوگا"، حکومت نے اس رجمنٹ کو توڑنے کی دہمکی دی تو رجمنٹ نے جواب دیا "تم ہمیں کیا توڑو گے ہم ہی تمہیں توڑ دیں گے"، ۹ رجولائی کو ۱۱ رنمبر کی فوج کی کیٹی اور کمیسار حکومت کو تار دیتے ہیں" جرمنوں کا ۶ رجولائی کا حملہ بہت تباہ کن ثابت ہو رہا ہے۔ سپاہیوں کی ہمتیں پست ہوتی چلی جارہی ہیں۔ سپاہی اپنے افسر کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بحث و مباحثہ بھی ان پر اثر نہیں کرتا۔ اگر زیادہ رد و کد کی جائے تو وہ افسر ہی کو جان سے مار دیتے ہیں" ان حالات میں جنوبی محاذ کے چیف نے حکم دیدیا" جو سپاہی صفیں چھوڑ کر فرار ہونے کی کوشش کرے اس کے گولی مار دو" ۱۲ رجولائی کو مغربی محاذ کا چیف لکھتا ہے" میں اپنے مقام پر بہت رنج والم کی حالت میں واپس ہوا کیونکہ مجھے کامل یقین تھا کہ اب کسی معجزہ کا ہونا بھی ناممکن ہے"، ا نمبر سا بیرین فوج کا کمانڈر اپنی ڈائری میں لکھتا ہے "آدھی رات کے وقت سپاہیوں کے غول کے غول صفیں چھوڑ کر فرار ہونے لگتے تھے۔ ہم افسر کچھ نہ کر سکتے تھے۔ سپاہی کی نفسیاتی کیفیت بدلنا ناممکن تھی میں ان حالات پر بہت دیر تک روتا رہا"، روس کو مقام گالیج پر فتح ہوئی تو روسی افسروں نے اس خبر کو جرمن زبان میں چھپوا کر سپاہیوں سے کہا کہ اس کو جرمن فوج میں پھینک آؤ۔ سپاہی جرمن زبان نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے کہا

"پہلے ہم یہ معلوم کرلیں کہ ان میں کیا لکھا ہے تب پھینکیں گے" اور جب تک ایک سپاہی نے جو جرمن زبان جانتا تھا ان کو اشتہار کا مطلب نہیں بتایا انہوں نے وہ اشتہار نہیں پھینکے۔ سپاہی کہہ رہے تھے "بہت کشت و خون ہولیا۔ اگر جنگ اسی طرح جاری رہی تو ہم فنا ہو جائیں گے۔ ہماری موت کے بعد اگر آزادی اور زمین ملی بھی تو ہمارے کس کام کی فوراً صلح کرو"۔ مندرجہ بالا حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فوج پر حکومت کا کوئی اثر نہیں تھا اور فوج انقلابی ہوتی جا رہی تھی۔

بولشیوک پارٹی کی ترقی

۳ر جون کو سب سے پہلے سوویٹ کی کانگرس منعقد ہوئی۔ اس کانگرس میں ۳۰۵ مقامات سے ۸۲۰ نمایندے شرکت کے لئے آئے۔ ان میں ۲۸۵ سوشل انقلابی۔ ۲۴۵ منشیوک اور ۱۰۵ بولشیوک تھے۔ اس زمانہ میں ملک میں پانچ پارٹیاں پیدا ہو گئیں تھیں۔ شہنشاہیت پسند جو زار کو دوبارہ برسر اقتدار لانا چاہتے تھے۔ معتدل طبقہ جو سرمایہ دارانہ طبقہ کی جمہوریت قائم کرنا چاہتا تھا سوشل انقلابی اور منشیوک جو ٹرپونجیا برجوازی کی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے پانچویں بولشیوک پارٹی جو پرولتاری کی آمریت قائم کرکے اشتراکی جمہوریت قائم کرنا چاہتی تھی۔ سوشل انقلابی اور منشیوک اگرچہ سرمایہ دارانہ طبقہ کے نقطہ نظر سے انقلابی تھے لیکن بولشیوک پارٹی کے نقطہ نظر سے رجعت پسند تھے۔

۸ر جون کو بولشیوک نے اپنے ایک جلسے میں یہ فیصلہ کیا کہ ۱۰ر جون کو ایک جلوس نکالنا چاہئے تاکہ مخالفوں کو بولشیوک پارٹی کی طاقت کا اندازہ ہو۔ سوویٹ کی مجلس عاملہ نے اس تجویز کی مخالفت کی اور عارضی حکومت کو نظر انداز کر کے اپنے حکم سے جلوس کو ممنوع قرار دیدیا اس پر بولشیوک کی مرکزی کمیٹی نے حکم

ماننے سے انکار کر دیا اور اس امر پر زور دیا کہ پر امن مظاہرہ کرنے کا ہر شہری کو حق ہے۔
۹ رجون کو بولشیوک پارٹی کا یہ اشتہار تمام مقامات پر چسپاں کر دیا گیا کہ وہ آزاد باشندے ہیں۔ انہیں صدائے احتجاج بلند کرنے کا حق ہے اور ان کے اس حق کو کوئی نہیں چھین سکتا اس اعلان کے جواب میں کانگرس نے یہ حکم دیا کہ تین روز تک کوئی مظاہرہ نہ ہونے پائے۔ ان حالات میں بولشیوک پارٹی اور کانگرس کی دیگر پارٹیوں میں کشیدگی بہت بڑھ گئی۔ مخالفوں نے مظاہرہ روکنے کا پروپگنڈا شروع کر دیا ایک منشیوک نامہ نگار کا بیان ہے "تمام رات کوئی نہیں سویا۔ کانگرس کے ۵۰۰ نمایندوں نے دس دس کی ٹولیاں بنالیں اور رات بھر کارخانوں دوکانوں اور فوجی بارگوں میں گھومے اور مزدوروں اور سپاہیوں کو مظاہرہ میں حصہ نہ لینے کی تلقین کی" اس رات ان پر انکشاف ہوا کہ بہت سے کارخانوں دوکانوں اور کئی رجمنٹوں میں بولشیوک کا اثر ہے اور وہ مظاہرہ سے باز نہیں آئیں گے۔ اس رات مزدور اور سپاہی کانگرس کے نمایندوں سے ترشی سے پیش آئے اور کسی کسی نے صاف طور پر یہ کہدیا "ہم تمہارے کامریڈ نہیں ہیں" صبح سویرے تمام رات کی کوشش کے بعد یہ لوگ تورائیڈ محل میں جمع ہوئے تو ان کو یہ احساس تھا کہ جمہور کا کافی حصہ بولشیوک کے ساتھ ہے اور بولشیوک اخبار پراودا کی خبروں پر اعتبار کرتا ہے۔ ۱۱ رجون کو سوویٹ کی مجلس عاملہ کا جلسہ ہوا جس میں مینشیوک نے یہ کہا "بولشیوک تبلیغ نہیں کر رہے بلکہ بغاوتی سازش کر رہے ہیں۔ بولشیوک معاف کریں گے اگر ہم ان کے ساتھ دوسری قسم کا سلوک روا رکھیں۔ ہمیں بولشیوک کے ہتھیار چھیننا ہوں گے کیونکہ ان کے قبضے میں بندوق اور مشین گن رہنے دینا مخدوش ہوگا۔

ہم بغاوتی کارروائیوں کو برداشت نہیں کرسکتے؛" بولشیوک یہ دھمکی کب برداشت کرسکتے تھے چنانچہ کانگرس کے اجلاس میں آستینیں چڑھ گئیں لیکن وقت کی نزاکت کو مدِنظر رکھتے ہوئے دونوں نے پیچھے قدم اٹھالیا۔ بولشیوک نے مظاہرہ روک دیا اور مینشیوک نے بولشیوک جمہور اور سپاہیوں کے ہتھیار چھیننے کا مطالبہ واپس لے لیا اس فیصلہ کے بعد مینشیوک پارٹی نے جمہور کو مرعوب کرنے کے لئے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہا اور اس کے لئے ۱۸ ر جون مقرر کی۔ کانگرس کے نمایندوں نے دوبارہ کارخانوں۔ دوکانوں اور بارگوں کا چکر لگایا اور کانگرس کو اطلاع دی جمہور اُن کی طرف ہیں۔ بولشیوک نے بھی اعلان کیا کہ وہ بھی ۱۸ ر جون کو ان مقاصد کے اظہار کے لئے مظاہرہ میں حصہ لیں گے جس کے لئے ۱۰ ر جون کو وہ خود مظاہرہ کرنا چاہتے تھے۔

اعلان کے بموجب ۱۸ ر جون کو کانگرس کے نمایندے مارس فیلڈ میں جمع ہو گئے اور جلوس نکلنا شروع ہوگیا۔ بولشیوک بھی اس جلوس میں شریک تھے اور "سرمایہ دار وزیر مردہ باد،" جرمنی پر حملہ مت کرو،" "سوویٹ کو حکومت پر قبضہ کرنا چاہیئے" کے نعرے لگا رہے تھے شروع میں تو یہ انقلابی نعرے کوئی کوئی لگاتا تھا لیکن کچھ دیر بعد تمام مجمع سے یہ نعرے بلند ہونے لگے اور ہر سمت بولشیوک کے جھنڈے دکھائی دینے لگے ان جھنڈوں پر اس قسم کے نعرے ثبت تھے "ہر انسان کو زندہ رہنے کا حق ہے اور یہ حق انفرادی ملکیت کے حق سے کہیں زیادہ ہے۔"

سوکانوف کا بیان ہے "تمام جلوس میں بولشیوک جھنڈے دکھائی دے

رہے تھے اور مینشیوک اور شوشل انقلابی پارٹی کے جھنڈے کہیں کہیں نظر پڑتے تھے"۔ مشہور افسانہ نگار گورکی کے اخبار نے لکھا "مظاہرہ کے جھنڈوں کے دیکھنے اور نعروں کے سُننے سے یہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ اتوار کے مظاہرہ میں بولشیوک کو فتح ہوئی"۔ ۱۸ر جون کے مظاہرہ سے یہ صاف ظاہر ہوگیا تھا کہ بولشیوک پارٹی بھی ملک میں ایک طاقت تھی جو لوگ ابھی تک بولشیوک پارٹی کی کامیابی کی طرف سے تذبذب میں تھے وہ بھی اب پارٹی میں شریک ہوگئے اور ملک کے مختلف صوبوں میں بولشیوک پارٹی زور پکڑنے لگی ؎

پانچواں باب

مارچ سے اکتوبر تک کے حالات

روس کی دیہی حالت
فروری ۱۹۱۷ء سے جولائی ۱۹۱۷ء تک

خطرہ اور بے اطمینانی ہر ملک کی اقتصادی حالت خراب کر دیتے ہیں۔ چنانچہ روس میں بھی ایسا ہوا۔ فروری کے بعد سے عام طور پر یہ خیال تھا کہ حکومت کاشتکار کی زمین نہیں چھینے گی لیکن امیر زمینداروں کے پاس زمین کا صرف اتنا حصہ چھوڑیگی جو ان کے خاندان کے گزارے کے لئے کافی ہو کیونکہ بڑے زمینداروں کے پاس ان کی ضرورت سے کہیں زیادہ زمین تھی۔ اس لئے وہ اصل نوعیت چھپانے کے لئے اپنی اراضی کو مصنوعی طور پر اپنے عزیزوں اور دوستوں کے نام منتقل کر رہے تھے۔ انہوں نے بہت سی اراضی غیر ملکی دوستوں کے نام کر دی نہ صرف یہی بلکہ بڑے زمینداروں نے اس خوف سے کہ زمین اور پیداوار کہیں مشترکہ ملکیت نہ مان لی جائے زمین بوئی تک نہیں جس کی وجہ سے تمام ملک میں قحط پڑنے لگا۔ غریب کاشتکار اور جمہور امیر زمینداروں کی یہ چالیں خوب سمجھ رہے تھے۔

اور حکومت سے مطالبہ کر رہے تھے کہ زمین کی خرید و فروخت قانوناً بند کر دی جائے اور زمین فوراً کاشتکار کی تحویل میں دیدی جائے تاکہ وہ اس کی کاشت شروع کرے سو کانوف لکھتا ہے " دیہات سے ایک وفد آیا اور اس کے ایک نمایندے نے وزیر انصاف سے زمین کی مصنوعی خرید و فروخت کا ذکر کیا اور رو کر درخواست کی کہ زمین کی خرید و فروخت فوراً ممنوع قرار دیدیجئے " ——— کرنسکی نے جواب دیا " روتے کیوں ہو۔ کہہ تو رہے ہیں کہ تمہارا مطالبہ پورا ہو جائیگا۔ ہمیں شبہ کی نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہو۔ تمہیں یقین کیوں نہیں آتا " دیہات والے مطالبہ لیکر حکومت کے پاس آ تو رہے تھے لیکن وہ حکومت کے ہر وعدے کو شبہ کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ یہ شبہ کی نظر عارضی حکومت کے لئے اجل کا پیام تھی۔

وزارت پر اعتماد نہ ہونے کی وجہ سے دیہات والے خود میدان عمل میں آ رہے تھے۔ مارچ کے آخر میں حکومت کو دیہات سے فسادات کی خبریں آنی شروع ہو گئیں تھیں۔ نوگورو ڈ کے کیسار نے حکومت کو اطلاع دی " ایک کارپورل بانا سیوک نامی نے بغیر سمن کے ایک بڑے زمیندار کو گرفتار کر لیا " نیم توف کے صوبے میں ایک سپاہی کی سرگردی میں چند غریب کاشتکاروں نے ایک امیر زمیندار کی زمین پر چھاپا مارا۔ ۱۵ اپریل کو کارکوف کے صوبہ کی اراضی کی کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ امیر زمینداروں کے ہتھیار چھین لینے چاہئیں ———

——— سمبرسک کے صوبہ کے کیسار کا بیان ہے " ضلع اور گاؤں کی کمیٹیاں امیر زمینداروں کو گرفتار یا جلا وطن کر رہی ہیں۔ وہ امیر زمینداروں کی زمین پر کام

کرنے والوں کو ورغلا رہی ہیں کہ کام نہ کریں زبردستی زمین پر قبضہ کر رہی ہیں اور جو لگان جی میں آتا ہے لگا دیتی ہیں یہ کمیٹیاں مشترکہ ملکیت کی حامی ہیں" کا نشر کے قصبہ سے خبر آئی "گاؤں کی مجلس عاملہ جمہور کو اُکسا رہی ہے کہ گرجا و خانقاہ اور زمیندار کی زمین پر قبضہ کر لو" کرکس کے صوبے میں کاشتکار جرمن قیدیوں کو زمینداروں کی زمین پر کام کرنے سے روک رہے تھے۔ گاؤں اور قصبے کی مجالس عاملہ کے انتخابات میں بجائے پڑھے لکھے لوگوں کے کاشتکار آگئے تھے جو زمین پر زبردستی قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ کازان کے صوبے کے کچھ زمینداروں نے عارضی حکومت سے شکایت کی "کاشتکار بہت سرکش ہو گئے ہیں۔ مزدوروں کو کام نہیں کرنے دیتے، بیج چرا لیتے ہیں اور جو چیز ہاتھ لگے اٹھا لے جاتے ہیں زمیندار کو اس کی زمین میں لکڑی نہیں کاٹنے دیتے اور اس کی جان کے دشمن ہو رہے ہیں۔ عدل و انصاف کا نام نہیں ہے جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ عارضی حکومت کے احکامات کو کوئی نہیں جانتا" سائبیریا میں جہاں بڑے زمیندار نہ تھے بلکہ زمین گرجا اور خانقاہیوں کے پاس تھی وہاں کاشتکاروں نے اراضیات پر قصبہ کر لیا اور پادریوں کو گرفتار کر لیا جب لیف لینڈ سے خبر آئی کہ کاشتکاروں نے ایک نواب کی زمین پر قبضہ کر لیا ہے تو حکومت نے اس واقعہ کی تحقیق کے لئے ایک کمیشن روانہ کیا جس نے کاشتکاروں پر فرد جرم لگانے کی بجائے یہ تجویز پیش کی کہ نواب صاحب کی موجودگی سے اشتعال پیدا ہوتا ہے اس لئے ان کو بیگم صاحبہ کے پاس ہیڈ وگر یڈ روانہ کر دیا جائے۔ کمار کوف کے صوبے میں ایک کاشتکار نے تمام گاؤں کے سامنے سینٹ نکولاس کے بت پر ایک ایسا کوڑا مارا کہ اس کے ٹکڑے

ٹکڑے ہو گئے۔ کالوگا میں ضلع کی اراضی کمیٹی نے ایک خانقاہ کی زمین کے کچھ حصے پر قبضہ کر لیا۔ پادری نے اس کا اپیل کیا۔ ضلع کی بڑی کمیٹی نے پادری کو زمین واپس دلوانے کی بجائے یہ فیصلہ کیا کہ خانقاہ کی تمام زمین ضبط کر لی جائے۔ غرضکہ کاشتکار نہ صرف ملکیت کو فنا کر رہا تھا بلکہ مذہب کو بھی ٹھکرا رہا تھا۔ چنانچہ مندرجہ بالا واقعات سے متاثر ہو کر ۲۸ راپریل کو لینن نے اعلان کیا "ہم اس کے حامی ہیں کہ زمین فوراً کاشتکار کو دے دی جائے لیکن یہ تبدیلی تنظیم کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ ہم من موجی طریق سے زمین پر قبضہ کرنے کے خلاف ہیں" لیکن لینن اس کام کے لئے مجلس دستور ساز کا انتظار کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ کہتا تھا "ہمارے لئے سب سے زیادہ اہم چیز انقلابی عمل اور انقلابی اجتہاد ہے۔ قانون کو انقلابی اجتہاد کا نتیجہ ہونا چاہیئے۔ اگر انقلابی عمل اور اجتہاد کو پس پست ڈالدیا گیا اور اس وقت کا انتظار کیا گیا جب کہ ملک میں قانون بنانے کے لئے کوئی ادارہ قایم ہو تو نہ قانون بنے گا اور نہ زمین ملے گی" ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا حالات میں زمین کی کاشت نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ ملک میں قحط پڑ رہا تھا۔

روس کی اقتصادی حالت ملک کی زراعت پر نظر ڈالنے کے بعد اب صنعت و حرفت پر سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے روس کی صنعت و حرفت کی حالت زراعت سے بھی زیادہ خراب تھی کچھ تو اس وجہ سے کہ ذرایع رسل و رسایل بہت خراب حالت میں تھے اس لئے خام اجناس کا مہیا کرنا دشوار تھا دوسرے مشینیں گھس چکی تھیں اور جنگ کی وجہ سے نئی مشینیں نہیں لگائی جا سکتی تھیں۔ تیسری بات یہ تھی کہ چونکہ یہ علم نہ تھا کہ نئی حکومت ملکیت کی کیا شکل رکھیگی اس لئے سرمایہ دار ملک کی صنعت و حرفت

سے اپنا سرمایہ نکال کر الگ بیٹھ گیا تھا۔ تجارت لب گور تھی اور بیروزگاری پر پیس ان سب
مشکلات کا مزدور کو ذمہ دار ٹھہرا رہا تھا۔ مارچ سے اپریل تک کارخانہ داروں نے
۱۲۹ مئی میں ۱۰۸ اور جون میں ۱۲۵ کارخانے جن میں ۹۰۰۰ + ۹۰۰۰ + ۳۸۰۰۰
مزدور کام کرتے تھے بند کر دئے بات یہ تھی کہ اس تدبیر سے کارخانہ دار حکومت
سے مالی مدد وصول کرنا اور مزدوروں کا سر کچلنا چاہ رہے تھے ان سازشوں میں
غیر ملکی سرمایہ داروں کا ہاتھ تھا۔ سرمایہ دارانہ نظام کا یہ تضاد کہ اس میں طریق پیداوار
تو اجتماعی لیکن ملکیت انفرادی ہوتی ہے رنگ لا رہا تھا۔ اگر ملک کی تمام صنعت
وحرفت چند ہاتھوں میں آجائے تو انفرادی ملکیت کا اصول جاری ہونے کے
باوجود کارخانہ داروں کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ پانون کی ڈبیہ کی طرح جب
جی چاہے کارخانے بند کر دیں۔ کارخانوں کے ساتھ قومی زندگی وابستہ ہوتی ہے
اور قوم کی خوش حالی حکومت کی ذمہ داری ہے اس لئے کارخانہ داروں کے بہت
سے حقوق غصب کرنے پڑتے ہیں۔ چنانچہ ۱۶ر مئی کو مجلس عاملہ نے حکومت
سے مطالبہ کیا کہ وہ ملک کی صنعت وحرفت اور مزدوروں کی زندگی ایک پروگرام
کے مطابق ترتیب دے اور یہ بھی کہا کہ چونکہ پہلی حکومت نے ایسا نہیں کیا تھا
اس لئے اس کو بدلنا پڑا تھا اور اب عارضی حکومت کو بھی اس لئے از سر نو ترتیب
دینا پڑا ہے۔ ۱۹۱۷ء کے موسم گرما میں ملک کے دور دراز حصوں سے بھی پیٹروگراڈ
میں وفد آرہے تھے اور یہ مطالبہ پیش کر رہے تھے کہ فیکٹریوں کا انتظام سرکاری
خزانہ کے سپرد کر دینا چاہئے کیونکہ حصہ داروں نے مزید سرمایہ لگانے سے انکار
کر دیا ہے۔ اس مطالبہ کو منوانے کے لئے ہڑتالیں ہو رہی تھیں اور تو شیوک

جماعت کا اثر بڑھ رہا تھا سوویٹ کے ہر انتخاب میں بولشیوک کامیاب ہو رہے تھے
ار جون کو موسکو کے سوویٹ میں ۲۰۶ بولشیوک ۱۷۲ مینشیوک اور ۱۱۰ سوشل انقلابی
ممبر تھے دوسرے صوبوں میں بھی سوویٹ میں بولشیوک ممبروں کی تعداد آہستہ آہستہ
بڑھتی جاتی تھی۔ اپریل کے آخر میں پیٹرز گریڈ میں صرف ۱۵۰۰۰ بولشیوک ممبر تھے
لیکن جون کے آخر میں ۳۲۰۰۰ ہو گئے تھے لیکن یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل
ہے کہ بولشیوک اپنی کامیابی کے باوجود مجموعی طور پر اب بھی اقلیت میں تھے اقتصادی
بدحالی کو دور کرنے کے لئے ۳ر جون کو سوویٹ کانگرس میں لینن نے یہ تجویز پیش کی
کہ کارخانہ داروں سرمایہ داروں اور بنکوں پر اثر قائم کرنا چاہئے تاکہ یہ ملک کی
اقتصادی حالت خراب نہ کرسکیں۔ اس نے دوران تقریر میں یہ بھی کہا کہ سرمایہ داروں
کی نفع کی شرح چھاپ دو۔ سو پچاس مہاجن اور کارخانہ داروں کو گرفتار کر لو وہ چند
ہفتوں ہی میں اپنی سب چالاکیاں اُگل دیں گے۔ اس پر سوویٹ کے لیڈروں
نے لینن سے کہا "کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ چند سرمایہ داروں اور کارخانہ داروں
کے ساتھ زبردستی کر کے تم اقتصادی اصول بدل سکتے ہو" لینن نے جواب دیا۔
"آج جو اقتصادی اصول معلوم ہوتے ہیں وہ اصول نہیں بلکہ سرمایہ داروں کا
ملک اور قوم کو لوٹنے کا ایک طریقہ ہے"

اس زمانہ میں جمہوری الوالعزمی اور عزبت کا یہ عالم ہو رہا تھا
کہ جب ــــــــــــ ار جون کو فیکٹری کمیٹی کے انتخابات میں
بولشیوک اکثریت میں آئے۔ تو انہوں نے آتے ہی ۸۰ آدمیوں کا ایک دستہ بنایا
جو ہتھیاروں کی غیر موجودگی میں لاٹھیوں کو کندھے پر رکھ کر قواعد کرتا تھا کسی ملک میں

اگر ہتھیاروں پر پابندی نہ بھی ہو لیکن ہتھیار دستیاب نہ ہو سکتے ہوں تو وہ طاقت کے لحاظ سے اسی ملک جیسا ہے جس میں ہتھیار رکھنا ممنوع ہو۔ چنانچہ بولشیوک جماعت ہتھیاروں کی عدم موجودگی میں صرف لاٹھیوں پر اکتفا کر رہی تھی۔ روس کی اس زمانہ کی اقتصادی بدحالی کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ جنوری ۱۹۱۸ء میں قومی قرضہ کی رقم اتنی کثیر ہو گئی تھی کہ ملک کی ساری دولت شاید اس کی ادائیگی کے لئے کافی نہ تھی ان حالات میں عارضی حکومت اور مجلس عاملہ دنیا سے قرضہ کی اپیل کر رہی تھی اور یہ صاف نظر آرہا تھا کہ اتحادیوں کی مالی مدد کے بغیر کام چلانا ناممکن ہے۔ اتحادیوں نے اس نازک وقت میں روسی حکومت کو اس کی لاچاری کا احساس پیدا کرانے اور اپنی مدد کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے روس کے سکہ روبل کی شرح تبادلہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ روبل کی قیمت یک لخت گری۔ ذراسی چیز خریدنے کے لئے ہزاروں روبل کی ضرورت ہوتی تھی۔ حکومت کے چھاپے خانے رات دن نوٹ چھاپ رہے تھے لیکن ضرورت پوری نہ ہوتی تھی۔ اس پر طرہ یہ تھا کہ پٹروگریڈ میں صرف پندرہ روز کی خوراک موجود تھی۔ مزدور پر فاقے گذر رہے تھے اور بہتری کی کوئی شکل نہ دکھائی دیتی تھی۔ چنانچہ انجن والوں کی انجمن نے وزیر رسل و رسائل کو ایک یادداشت روانہ کی جس میں لکھا "ہم آخری مرتبہ اعلان کرتے ہیں کہ صبر کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ہم ان ابتر حالات میں نہیں رہ سکتے۔ بھوک کی شدت میں یہ تلقین کرنا کہ ہم صبر کریں اور نیک شہریوں کی طرح زندگی بسر کریں ہمارا مذاق اڑانا ہے۔ ہم اس کو برداشت نہیں کر سکتے" مزدور تو بغاوت کے لئے آمادہ تھے لیکن بولشیوک پارٹی اس کو مصلحت وقت کے خلاف سمجھتی تھی۔ ۱۸ جون کو

لینن نے پراودا اخبار میں مزدوروں کو خطاب کرتے ہوئے لکھا تھا "ہمیں تمہاری تلخی کا پورا احساس ہے۔ ہم پیٹرز برگ کے مزدوروں کی بے چینی کو سمجھتے ہیں لیکن اس پر بھی ہم تم سب سے کہتے ہیں "ساتھیوں۔ فوری حملہ نقصان دہ ہوگا اسوقت کا انتظار کرو جبکہ حکومت کو محاذ جنگ پر شکست ہو جائے اور اس کی عزت خاک میں مل جائے پھر پالا اپنا ہے"۔ بولشیوک کی فوجی کمیٹی نے مزدوروں اور سپاہیوں کے نام یہ اپیل شایع کی "اگر کوئی یہ کہے کہ بولشیوک کی فوجی کمیٹی حملہ کی ہدایت کرتی ہے تو اس کو باور نہ کرو۔ ہم اسوقت حملہ کرنا نہیں چاہتے اگر کوئی مقرر تم کو حملہ کی ترغیب دے تو اس سے مطالبہ کرو کہ وہ پہلے بولشیوک کی فوجی کمیٹی کے صدر یا سکرٹری کا حکم دکھائے"۔

جمہور اور حکومت میں تصادم بولشیوک کی ان کوششوں کے باوجود جمہور میں یہ خبر گرم تھی کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔ چنانچہ ہوا۔ کیڈٹ پارٹی کے چاروں وزیروں کو جب خفیہ طور پر محاذ سے شکست کی خبر ملی تو انہوں نے اس خبر کے عام ہونے سے قبل کابینہ سے استعفٰے دیدئے تاکہ شکست کی جواب دہی اور جمہور کی سرزنش سے بچ جائیں شکست کی خبر کے عام ہوتے ہی مشین گن کی رجمنٹ نے یہ تجویز منظور کی کہ مصلح فوج کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور حکومت پر زور ڈالنا چاہئے کہ وہ فوراً صلح کر لے۔ بولشیوک کی فوجی کمیٹی کو جب یہ خبر ملی تو انہوں نے مظاہرہ روکنے کے لئے اپنے مقرر روانہ کئے جن کے اثر سے اس وقت تو معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ لیکن چند گھنٹے بعد رجمنٹ میں یہ خیال قوت پکڑ گیا کہ لیڈر عمل کے وقت ہمیشہ کم ہمتی دکھلاتے ہیں۔ فروری کے زمانہ میں بھی اگر جمہور ہمت نہ کرتے تو لیڈروں نے تباہ کرادیا تھا۔

مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ بولشیوک لیڈر ربوڈوسکی کا بیان ہے " جب صبح سات بجے کے قریب ایک گھوڑے سوار نے ہمیں یہ خبر دی کہ رجمنٹ نے مظاہرہ کرنے کا پھر ارادہ کر لیا ہے تو ہم لوگ بڑے پریشان ہوئے "۔ اسی وقت مشین گن رجمنٹ نے اپنے نمایندے فیکٹریوں اور دوسری رجمنٹوں کو شرکت کی دعوت دیکر روانہ کر دے اور یہ ہدایت کر دی کہ جو مظاہرہ میں شریک ہونے آئے ہتھیار بند آئے۔ اس باغی رجمنٹ کے ایک لیڈر کی بابت حکومت کا بیان ہے کہ وہ فیکٹریوں سے موٹریں مہیا کر رہا تھا ان پر مشین گنیں چڑھ ہوا رہا تھا اور ان کو ٹورائیڈ محل اور دوسرے اہم مقامات پہ روانہ کر رہا تھا۔ نقل و حرکت کے لئے راستہ مقرر کر رہا تھا۔ اس نے ایک توپخانہ کو ورغلا کر اپنے ساتھ کر لیا رجمنٹوں سے یہ وعدہ کیا کہ بولشیوک کی فوجی کمیٹی سے امداد دلوائے گا اور اپنی سرگردی میں ایک رجمنٹ لیکر شہر میں داخل ہو گیا۔

رینوڈ فیکٹری کے ایک مزدور کا بیان ہے "مشین گن رجمنٹ کے کچھ سپاہی دوڑے ہوئے آئے اور ہم سے موٹر ٹرک کا مطالبہ کرنے لگے۔ ہم بولشیوک نے مخالفت کی لیکن انہوں نے ٹرک پر مشین گنیں رکھیں اور روانہ ہو گئے جب اور مزدوروں نے دیکھا کہ رجمنٹ والے کتنی ہمت کر رہے ہیں تو انہیں بھی جوش آگیا اور وہ بھی کام چھوڑ کر ان کے ساتھ چل دیئے۔ ہم بولشیوکوں کی کسی نے نہ سُنی"۔ پوٹیلو فیکٹری میں جب رجمنٹ کے نمایندے پہنچے تو مزدور ان کے ساتھ ہو لئے فیکٹری کمیٹی کے بولشیوک سکرٹری نے جب مزدوروں سے کہا "کہاں جاتے ہو پہلے پارٹی کی رائے تو معلوم کر لو"، تو مزدور نے جواب دیا۔ "لعنت بھیجو۔ تم معاملہ کو پھر التوا میں ڈالنا چاہتے ہو۔ ہم اس طرح زندہ رہنا نہیں

چاہتے" کچھ دیر بعد بولشیوک کی مرضی کے خلاف ویبرگ کے ضلع والی فوجیں بھی مظاہرہ میں شامل ہوگئیں۔ ویبروک کی فوج پر بولشیوک کا بہت اثر تھا۔ اس اثر کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب فرانس کا نیا سفیر روس آیا تو فرانس کے مشہور نامہ نگار کلاوڈ آینٹ نے سفیر سے کہا "تمہارے سفارت خانہ کے دوسری طرف دریائے نیوا کے کنارے پر ویبرگ کا ضلع واقع ہے وہاں بہت بڑے بڑے کارخانے ہیں جن پر لینن اور ٹراٹسکی حکومت کرتے ہیں اسی ضلع میں مشین گن رجمنٹوں کی بارکیں ہیں جن میں سے کچھ پر بولشیوک کا اثر ہے۔ اگر لینن اور ٹراٹسکی ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کرنا چاہیں تو کوئی نہیں روک سکتا" سفیر نے دریافت کیا "حکومت روس اس کو کس طرح برداشت کر رہی ہے" کلاوڈ اینٹ نے جواب دیا "آخر وہ کرے بھی تو کیا کرے" جب بولشیوک کی ہدایت کے خلاف ویبروک کا ضلع مظاہرہ میں شامل ہوگیا تو بولشیوک پارٹی کو بھی شریک ہونا پڑا بولشیوک لیڈر کہتے تھے "ہم مظاہرہ میں شریک تو نہیں ہونا چاہتے لیکن ہم مزدوروں کو ان کے حال پر بھی نہیں چھوڑ سکتے" ان دنوں بولشیوک کی مرکزی کمیٹی کو مجبوراً مزدوروں کی سرگردی کرنی پڑ رہی تھی چنانچہ ۴ر جولائی کی صبح سے مظاہرہ شروع ہوگیا اور "طاقت سوویٹ کا حق ہے" کے جھنڈے لہرانے لگے۔ قدم قدم پر تقریریں اور حریت کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ جلوس والے جوش و خروش کے ساتھ ٹورایڈ محل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کیڈٹ پارٹی کے ایک لیڈر کا بیان ہے "فروری کا زمانہ یاد آرہا تھا جلوس کے لوگوں کی شکلوں پر درندگی اور دیوانگی برس رہی تھی" جمہور کی آستینیں چڑھی ہوئی تھیں اور گھونسے تنے ہوئے

تھے۔ کبھی کبھی گولی بھی چلتی تھی۔ اسٹوسٹیا اخبار ۳ر جولائی کے واقعات کو اس طرح بیان کرتا ہے "شام کے ۵ بجے نمبر ا مشین گن اور دوسری رجمنٹوں کے کچھ حصے مظاہرہ کے لئے نکلے عوام بھی ان کے ساتھ لگ گئے۔ رات کے آٹھ بجے مسلح سپاہی اور مزدور جھنڈے لئے نعرے لگاتے بولشیوک پارٹی کے صدر دفتر کے سامنے جمع ہو گئے بالکونی یعنے برآمدہ سے بولشیوک مقرروں نے تقریریں کیں۔ ½ ۱۰ بجے رات کو حکومت کے صدر دفتر کے سامنے جلسہ ہوا۔ یہاں تمام روس کی مرکزی انتظامیہ کمیٹی بنی اور اس کمیٹی نے حکومت کے سامنے حسب ذیل مطالبات پیش کئے:۔

(۱) سب برجوازی وزیروں کو برطرف کرو۔

(۲) تمام طاقت سوویٹ کے ہاتھ میں آنی چاہیئے۔

(۳) جرمنی کے خلاف جارحانہ کارروائی بند کرو۔

(۴) برجوازی پریس پر قبضہ کر لو۔

(۵) زمین جمہور کی ملکیت ہونی چاہیئے نہ کہ کسی فرد کی۔

(۶) ملک کی صنعت وحرفت مزدور کے قبضے میں ہونی چاہیئے۔

اس کارروائی کے بعد جب مجمع پٹروگریڈ کے اس حلقے میں پہنچا جہاں برجوازی رہتے تھے تو کالج کے لڑکوں لڑکیوں فوجی افسروں۔ اور اسی طبقہ کے دوسرے لوگوں نے مخالف آوازے لگائے" جرمن جاسوس تم کو بہکا رہے ہیں۔ وہ قیصر کی حکومت روس میں قائم کرنا چاہتے ہیں"

" سیاسی دیوانوں کے چنگل میں مت آؤ" یہ ہو ہی رہا تھا کہ گولی کی آواز

آئی اور کچھ ہی دیر میں پرولتاریوں اور بورژوازیوں میں اچھی خاصی جھڑپ ہونے لگی۔

اب مجلس عاملہ اور حکومت کو ہوش آیا اور انہوں نے متحدہ کوشش سے مظاہرہ کو روکنا چاہا۔ اس روز مجلس عاملہ نے ایک مینشیوک وٹنسکی نامی کو صدر دفتر کی حفاظت کے لئے مقرر کیا اس کا بیان ہے "۳۱ر جولائی کا سارا دن ٹورایڈ محل کی حفاظت کے لئے سپاہی جمع کرنے میں گذر گیا۔ اس زمانے میں ہمارے اوپر ایک ایسا وقت بھی گذرا ہے کہ صرف چھ سپاہی دفتر کی حفاظت کر رہے تھے جن کو مار کر محل پر قبضہ کر لینا بڑا آسان تھا جس روز مظاہرہ شروع ہوا تو ہمارے پاس صرف سو جوان تھے۔ ہم نے رجمنٹوں کی مدد چاہی لیکن نہ ملی جس رجمنٹ سے مدد چاہتے تھے تو وہ دوسری رجمنٹ کو دیکھتی تھی کہ وہ کیا کرتی ہے تاکہ وہی یہ بھی کرے۔ جب ہمیں مقامی طور پر کامیابی نہ ہوئی تو ہار کر فوج کے لئے محاذ کو تار دیا" ادھر مجلس عاملہ اپنے مرکزی دفتر کی حفاظت کا انتظام کر رہی تھی اور ادھر اسی محل کے ایک کمرے میں پٹروگریڈ سوویٹ کا جلسہ ہو رہا تھا کہ خبر پہونچی مسلح مجمع محل کی طرف آرہا ہے۔ اس خبر سے جلسہ میں سنسنی پھیل گئی۔ کیمونیف فوراً اٹھا اور اس نے یہ اعلان کیا کہ بولشیوک نے یہ مظاہرہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ جمہور نے یہ قدم اٹھایا ہے۔ لیکن جب جمہور ایک بات پر تل گئے ہیں۔ تو ہماری جگہ بھی جمہور کی صفوں میں ہے اس اعلان کے بعد کیمونیف نے یہ تجویز پیش کی کہ ۲۵ ممبروں کی ایک کمیٹی مظاہرہ کی سرگردی کے لئے مقرر کر دی جائے۔ اس پر مینشیوک اور

سوشل انقلابی پارٹیاں جو پٹروگریڈ سوویٹ میں اب اقلیت میں تھیں اس جلسے سے اٹھ کر چلی گئیں تاہم بولشیوک نے اس کمیٹی کی دس نشستیں اقلیتوں کے لئے نامزد کر دیں جو خالی رہیں۔ اب بولشیوک نے مظاہرہ کی باقاعدہ سرگرمی شروع کر دی۔ جلوس برابر جاری رہا رات کے ۲ بجے ٹورایڈ محل کے سامنے اسّی ہزار مزدور عورتیں بچے جمع ہو گئے۔ اور انہوں نے مجلس عاملہ سے یہ مطالبہ کیا کہ جمہور کے مندرجہ بالا چھ مطالبات حکومت سے منوائے ورنہ حکومت کو ختم کرے تاکہ سوویٹ ملک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیں۔ اس وقت قریب کے گرجا سے گھنٹا بجا جس کے بجتے ہی مخالفین کی طرف سے مشین گن چلنے کی آواز آئی جس کا مزدوروں نے بھی جواب دیا کچھ فوجی اسکول کے لڑکے مجمع پر ٹوٹ پڑے اور مار پیٹ شروع ہو گئی۔ اس دھینگا مشتی میں ٹروٹسکی کے سر پر چوٹ آئی لیکن لڑائی بڑھی نہیں کیونکہ مجلس عاملہ محاذ سے وفادار فوج کی آمد کا انتظار کر رہی تھی اور وقت گذارنے کے لئے اس نے مجمع کے چند نمایندوں سے مصالحت کی گفتگو شروع کر دی تھی۔ بھوکا پیاسا مجمع سڑکوں پر لیٹ گیا اور گفت وشنید کے نتیجہ کا انتظار کرنے لگا۔ ادھر انتظار ہو رہا تھا اور ادھر حکومت وفادار فوج فراہم کرنے میں لگی ہوئی تھی لیکن رات کے آٹھ بجے تک حکومت کوسک فوج کے صرف دو دستے فراہم کر سکی جنہوں نے آتے ہی پکڑ دھکڑ اور بولشیوک توپوں اور مشین گنوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا مجمع نے بھی دو بدو جواب دیا اور باقاعدہ لڑائی ہونے لگی۔ کچھ دیر مقابلہ کے بعد کوسک کے پیر اکھڑ گئے اور وہ بورژوازی طبقہ کے لوگوں کے مکانوں میں جا چھپے۔

کوسک فوج کے ایک افسر کا بیان ہے "رات کے آٹھ بجے ہمیں یہ حکم ملا کہ ٹورایڈ محل جائیں۔ جب ہم لیٹینی کے پل پر پہونچے تو ہمیں باغی سپاہیوں اور ملاحوں کا جم غفیر ملا۔ میں نے آگے بڑھ کر ان کو ہتھیار ڈال دینے کا حکم دیا لیکن انہوں نے حکم نہ مانا اور وہ بروگ کی طرف چلنے لگا میں نے ابھی ان کا تعاقب شروع نہیں کیا تھا کہ کسی نے مجھ پر گولی چلائی۔ اس گولی کے چلتے ہی سب طرف سے گولیاں برسنی شروع ہو گئیں۔ اس پر میری فوج نے بھی گولہ باری شروع کر دی لیکن مخالفوں کا حملہ اس شدت کا تھا کہ کوسک کو برجوازی طبقہ کے گھروں میں پناہ لینی پڑی"، کوسک دستوں کو شکست دینے کے بعد جمہور نے پھر ٹورایڈ محل کو گھیر لیا جب مجمع کسی طرح منتشر ہوتا دکھائی نہ دیا تو وزیر چرنوف مجمع کو منتشر ہونے کی تلقین کرنے لگا دوران تقریر میں اس نے کہا "اچھا ہوا کہ کیڈٹ پارٹی کابینہ سے نکل گئی"، میلیکوف کا بیان ہے "یہ سنکر ایک مزدور چلایا "کتیا کے پلے جب وہ طاقت چھوڑ کر چلے گئے تو تو حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں کیوں نہیں لے لیتا" یہ انقلاب کی زبان تھی جب ایک غیر متمدن ملک میں سیاسی مباحثہ میں عام طور پر اس قسم کی زبان سنائی دے تو یہ اس امر کی شہادت ہوتی ہے کہ جمہور انقلاب میں پورا حصہ لے رہے ہیں۔

جب بہت دیر ہو گئی اور مصالحت کی گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو مجمع میں سے چند مزدور بندوقیں ہاتھوں میں لئے مجلس عاملہ کے اجلاس میں گھس گئے انکو دیکھتے ہی ممبر کرسیوں پر سے اچھل پڑے۔ ایک مزدور ہاتھ میں بندوق لئے صدر جلسہ کے سر پر جا کھڑا ہوا اور چلایا "آخر ہم مزدور کب تک تمہاری غداری کا

شکار ہوتے رہیں گے تم بر جوازی اور زمینداروں سے معاملہ کر رہے ہو۔ ہم یہاں تیس ہزار ہیں اور اپنے مطالبات منوا کر رہینگے" اس وقت صدر نے بڑی ہمت سے کام لیا۔ اس نے بغیر کسی گھبراہٹ کے ایک پرچہ جوان کے ہاتھ میں دیا اور کہا "جاؤ اس کو پڑھو اس میں سب لکھا ہے کہ تمہیں کیا کرنا چاہئے" اس پرچے میں اس کے سوا کچھ نہ لکھا تھا کہ مجمع کو منتشر ہو جانا چاہئے دو دن کی بھوک پیاس اور لڑائی جھگڑا مجمع پر اثر کر رہا تھا چنانچہ بولشیوک کی مرکزی کمیٹی کی رائے سے مظاہرہ ختم کر دیا گیا۔ مجمع منتشر ہو گیا اور دوسرے دن مظاہرہ کرنے کا خیال ترک کر دیا گیا۔

لینن پر تہمت | مظاہرہ اگرچہ ختم ہو گیا لیکن ۴ر جولائی کے واقعات سے حکومت بہت خوفزدہ ہو گئی اور بولشیوک اثر توڑنے میں لگ گئی۔ ۴ر جولائی کو مجلس عاملہ کے اجلاس میں دو سو ممبر حالات حاضرہ پر بحث و مباحثہ کر رہے تھے کہ خبر آئی کہ ایک سازش پکڑی گئی ہے جس سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ لینن کا تعلق جرمنی کے فوجی محکمہ سے ہے اس خبر نے فوراً ہی محل میں سنسنی پیدا کر دی۔ ممبروں نے بحث و مباحثہ تو ختم کر دیا اور دو دو چار چار آپس میں اس سازش کا ذکر کرنے لگے۔ اگلے روز حکومت نے ملک کے تمام اخباروں میں بڑی بڑی سرخیوں سے اس خیالی سازش کا حال نشر کرا دیا اور یہ سب اس خوبی سے کیا گیا کہ ایک دفعہ تو جمہور کو لینن کے جرمن جاسوس ہونے کا یقین ہو ہی گیا۔ اصل واقعہ کے کچھ عرصے بعد بزاروف نے بیان کیا "جب پیٹروگراڈ میں عارضی حکومت بغیر فوج کے رہ گئی تو خیال پیدا ہوا کہ فوج کو بولشیوک کا مخالف بنانے کے لئے کوئی تدبیر کرنی چاہئے چنانچہ لینن کے جرمن جاسوس ہونے کے جعلی کاغذات مرتب کئے گئے اور تجربہ کے طور پر قریب کی رجمنٹ میں

اس افواہ کا چرچا کیا گیا۔ سپاہی اس خبر سے بہت متاثر ہوئے اور حکومت کو یہ اندازہ ہو گیا کہ اس الزام کی بدولت حکومت اپنی طاقت مستحکم کر سکتی ہے چنانچہ بولشیوک کے خلاف پوری سازش بنائی گئی اور اخباروں کے ذریعہ اس کو نشر کر دیا، کیونکہ لینن جرمنی میں ہو کر ایک بند گاڑی میں روس آیا تھا اس لئے اس کے جرمن جاسوس ہونے کے پروپگنڈے کو اور بھی تقویت ملی اور جمہور اور فوج کو یہ یقین ہو گیا کہ اب تک وہ غداروں کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنے ہوئے تھے اب انہوں نے بولشیوک کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لینن لکھتا ہے "۳ اور ۴ جولائی کے واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہماری پارٹی کی سب سے بڑی غلطی یہ سمجھنا تھی کہ بلا کشت وخون کے مجلس عاملہ اپنا نقطہ نگاہ بدل دے گی اور انقلاب ہو جائیگا۔ ہماری پارٹی کو یہ علم نہ تھا کہ مینشیوک اور سوشل انقلابی پارٹیاں بر جوازی جماعت سے اتنی گھل مل گئی ہیں کہ ان کا جدا ہونا مشکل ہے اور بر جوازی جماعت کھلے طور پر استبداد پسند ہو گئی ہے ان حالات میں خاموش انقلاب کی امید رکھنا حماقت ہے"

حکومت کا تشدد اور بولشیوکوں کی شکست

۵ جولائی کو ٹورائیڈ محل کے آس پاس کی سڑکیں سنسان تھیں لیکن مجلس عاملہ کا اجلاس برابر جاری تھا اور مینشیوک پارٹی خفیہ طور سے محاذ پر فوجی محکمہ اور کرنسکی کو ٹیلیفون پر ٹیلیفون کر رہی تھی کہ وفادار فوج روانہ کرو۔ اس روز ۴ بجے ایک دفعہ ہی فوجی افسروں اور سپاہیوں کا مجمع محل میں داخل ہوا۔ شام میں چہل پہل ہونے لگی کیونکہ یہ گمان ہوا کہ وفادار فوج جس کا بے چینی سے انتظار ہو رہا تھا آ گئی ہے۔ لیکن ابھی اس کا ہراول ہی آیا تھا تاہم بولشیوک کے مخالف پھولے نہیں سماتے تھے تالیاں بجنے لگیں۔ گانے گائے جانے لگے اور یہ صاف طور پر کہا جانے لگا کہ بولشیوک

پارٹی کو ختم کر دینا چاہئے۔ چنانچہ ہراول نے آتے ہی بولشیوک کے خلاف جارحانہ کارروائی کرنی شروع کر دی اور ۶ بجے بولشیوک پارٹی کے اخبار پراوادا کے وفتر پر چھاپا مارا سب چیزوں کو توڑ پھوڑ دیا اور کام کرنے والوں کو گرفتار کر لیا لیکن جب دوپہر تک وفادار فوج نمودار نہیں ہوئی تو وقت ٹالنے کے لئے مجلس عاملہ کے نمایندے بولشیوک پارٹی کے صدر دفتر پہنچے اور دوبارہ صلح کی گفتگو کرنے لگے۔ گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ بولشیوک ملاحوں کو غیر مسلح کر دیں گے اور پیٹر پال کے قلعہ سے اپنی مشین گن رجمنٹ ہٹا لیں گے حکومت بولشیوک پر تشدد نہیں کرے گی اور سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے سنگین جرم کیا ہے سب کو رہا کر دے گی جنرل پولوفسی نے یہ کہہ کر کہ پراوادا اخبار کے دفتر پر اس کی بلا اجازت چھاپا مارا گیا تھا اس معاملہ کو بھی ٹھنڈا کر دیا۔ جیسا اس معاہدہ کی شرطوں سے ظاہر ہے بولشیوک پارٹی ان دنوں بہت کمزور ہو گئی تھی اس معاہدہ کو دو چار گھنٹے ہی گزرے ہوں گے کہ وفادار فوج آپہنچی۔ اب کیا تھا۔ بولشیوک پارٹی کے خلاف اور بھی زوردار تقریریں ہونے لگیں کیمونیف نے جب مجلس عاملہ کے ممبر لیبر سے کہا کہ چند گھنٹے پہلے جو معاہدہ ہو چکا تھا اس کا اجرا کرائے تو جواب ملا:۔

"اب جماعتی تناسب بدل گیا ہے" وفادار فوج نے آتے ہی بولشیوک پارٹی کے صدر دفتر پر جو کشنکیا محل میں واقع تھا قبضہ کر لیا اور بولشیوک سپاہیوں کو پیٹر پال کے قلعہ سے بھی نکال باہر کیا۔ نہ صرف یہی بلکہ ان سے ہتھیار بھی رکھوا لئے یہ بولشیوک پارٹی کی سب سے زبردست شکست تھی۔

اس شکست کا سب سے اہم نتیجہ یہ ہوا کہ ٹرپونیجا بر جوازی طبقہ جس کی

خاص خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مارتے کے پیچھے اور بھاگتے کے آگے رہتا ہے بولشیوک پارٹی سے بالکل ٹوٹ گیا۔ وہ برگشتہ تو اس وقت سے ہی ہو رہا تھا جب سے پرولتاری کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سامنے اس کو اپنا مستقبل تاریک معلوم ہونے لگا تھا لیکن چونکہ اسوقت بولشیوک کا پلہ بھاری تھا اس لئے ٹرپونجیہ طبقہ بولشیوک کے ساتھ تھا لیکن جب موخرالذکر کو شکست ہوگئی تو یہ طبقہ علانیہ برجوازی سے جا ملا۔ انقلاب اور جنگ کے زمانہ میں اس طبقہ کی بہت بڑی اہمیت ہوتی ہے وہ فتح کو شکست میں بدل سکتا ہے دوسری بات یہ کہ بہت سے پرولتاریوں پر اس طبقہ کا گہرا اثر ہوتا ہے اس طبقہ کی مخالفت سے بہت سے پرولتاری بھی بولشیوک سے برگشتہ ہو گئے تھے اور بولشیوک پارٹی بہت کمزور ہو گئی تھی۔ حکومت نے جب ٹرپونجیہ طبقہ کا رخ اپنی طرف ہوتے دیکھا تو بہت خوش ہوئی اور اس اصول کے مطابق کہ جب کتے کو مار ڈالنا ہو تو پہلے اس کو پاگل کہنا شروع کر دینا چاہیئے حکومت نے گذشتہ مظاہرہ کو بغاوت کہنا شروع کر دیا تھا کہ اس بہانے سے بولشیوک کی سرکوبی کی جا سکے۔ اس زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے ٹروٹسکی لکھتا ہے۔

"ہم پر یہ الزام لگانا غلط ہے کہ جولائی کے مہینے میں ہم نے بغاوت کی۔ ہم نے بغاوت نہیں بلکہ جمہور کے رجحانات کی تشکیل کی"، لینن لکھتا ہے "اس کو مظاہرہ یا بغاوت کہنا غلط ہے یہ ان دونوں کے درمیان ایک چیز تھی۔

اس ردعمل کے زمانہ میں لینن کو حکومت کی طرف سے خطرے کا پورا احساس ہو گیا تھا۔ اس نے ٹروٹسکی سے کہا" مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت ہمارے قتل کے درپے ہے ہمارا کھلے بندوں رہنا خطرہ سے خالی نہیں ہے"

کرنسکی نے ۶ر جولائی کو محاذ سے واپس آتے ہی بولشیوک پارٹی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ رات کے دو بجے حکومت نے یہ فیصلہ کر دیا کہ مظاہرہ میں شامل ہونیوالے سب لیڈر گرفتار کر لئے جائیں اور جن رجمنٹوں نے مظاہرہ میں حصہ لیا ہے ان کو توڑ دیا جائے اس سلسلے میں لینن کے مکان پہ چھاپا مارا گیا لیکن چونکہ وہ فرار ہو چکا تھا اس لئے حکومت گرفتار نہ کر سکی۔ لینن اس زمانہ میں پٹروگریڈ میں ایک مزدور کے مکان میں جا چھپا تھا۔ پھر کئی ہفتہ پٹروگریڈ کے اردگرد کے جنگلوں میں چھپا رہا۔ راتوں کو بارش سے بچنے کے لئے گھانس کے تودوں میں بسر کرتا تھا۔ آخر کار ایک آگ بجھانے والے کے لباس میں سرحد پار کر کے فنلنڈ بھاگ گیا۔ لینن کے اس طرح فرار ہونے سے مخالفین کو اس کے خلاف پروپگنڈا کرنے کا اور بھی موقع مل گیا کوئی کہتا تھا "لینن تو جرمن جہاز پر جرمنی پہنچ گیا ہے"، کوئی کہتا تھا "ڈبکنی کشتی اس کے لئے آئی تھی اس میں بیٹھ کر گیا ہے۔ دیکھا۔ نکلا آخر جاسوس"۔ ان افواہوں سے متاثر ہو کر جمہور بولشیوک سے اور بھی برگشتہ ہو گئے۔

۹ر جولائی کو ایک مشہور بولشیوک اپنی ڈائری میں بولشیوک کی شکست کا حال اس طرح بیان کرتا ہے: "ہمارے تمام چھاپے خانے بند کر دئے گئے ہیں کوئی پریس ہمارا اخبار چھاپنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اگر مالک تیار بھی ہو جاتا ہے تو مزدور اس کے چھاپنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ایک زمین دوز چھاپے خانہ بنا لیا ہے یہ زمانہ ہمارے لئے ایسا نازک ہے کہ ہم چھپ چھپ کر ریڈوڈ فیکٹری کے چوکی دار کی کوٹھری میں اپنی کمیٹی کا اجلاس کرتے ہیں آجکل اس پہ بحث ہو رہی ہے کہ ہڑتال کرنی چاہئے یا نہیں۔ میں ہڑتال کرنے کے موافق ہوں اور لینن مخالف۔

اس زمانہ میں اکثر اداروں سے بولشیوک نکالے جارہے تھے اور مینشیوک اور سوشل انقلابی پارٹی کے ممبران کی جگہ لے رہے تھے۔ نہ صرف یہی بلکہ خود بولشیوک پارٹی کے کمزور ممبر اپنی پارٹی سے علیحدہ ہوکر دوسری پارٹیوں میں جا ملے تھے یا انہوں نے غیر جانب داری اختیار کر لی تھی۔ بولشیوک پارٹی کا مشہور ممبر اولگاریوک لکھتا ہے "جولائی کے زمانہ میں ہماری پارٹی کا شیرازہ اس قدر منتشر ہوگیا تھا کہ تین ہفتہ تک کسی قسم کی جدوجہد ناممکن ہوگئی تھی" ایک اور بولشیوک رٹیسکن لکھتا ہے "اسٹیکوف جو ہماری پارٹی کا بہت مشہور کارکن تھا میرے پاس آیا اور بغیر کسی تمہید کے اس نے یہ سوال کیا "کیا یہ سچ ہے کہ لینن اور زینوویف ایک بند گاڑی میں جرمن ہوتے ہوئے آئے تھے۔ کیا ان کو جرمنی سے مالی امداد ملتی ہے؟" رٹیسکن کا بیان ہے "جب میں نے اسٹیکوف جیسے پرانے بولشیوک کی زبان سے یہ سوالات سنے تو میرا دل بیٹھ گیا" یاکوفلیفا جو بولشیوک کی مرکزی کمیٹی کا ممبر تھا لکھتا ہے "تمام مقامات سے جمہور کے مخالف ہوجانے کی خبریں آرہی تھیں۔ اکثر مقامات پر بولشیوک مقررین کو جمہور زدوکوب کر رہے تھے۔ ہماری پارٹی کے ممبر اس تعداد میں پارٹی سے استعفےٰ دے رہے تھے کہ جنوبی صوبوں میں پارٹی کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا تھا" بولشیوک بیدروف لکھتا ہے "جلسوں میں تقریریں کرنا مشکل تھا جمہور 'جرمن جاسوس' یا باغی کے نعرے لگاتے تھے" یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ شکست فروری کے انقلاب کا ردعمل تھی۔

رجعت پسند طبقہ کی سازشیں اس زمانہ میں حکومت تو غلط افواہیں پھیلا کر بولشیوک پارٹی کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی اور سرمایہ دار طبقہ انقلاب کو

بدنام کرنے کے لئے ملک کی اقتصادی زندگی تہہ وبالا کر رہا تھا۔ سرمایہ داروں کی تخریبی سازشوں کی بابت امریکہ کا مشہور جرنلسٹ جون ریڈ لکھتا ہے "کیڈٹ پارٹی کی پٹروگراڈ والی شاخ کے سکرٹری نے مجھ سے اس امر کا اعتراف کیا کہ ملک کی اقتصادی حالت انقلاب کو بدنام کرنے کے لئے خراب کی جا رہی ہے۔ اتحادیوں کے ایک ڈپلومیٹ نے اس کی تائید کی (اس کا نام میں اس لئے نہیں بتانا چاہتا کہ میں نے اس کا نام خفیہ رکھنے کا وعدہ کر لیا تھا) اور کہا مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ کارکوف کے قریب کوئلہ کی کانوں میں خود مالکوں نے پانی بھر دیا اور آگ لگا دی۔ ایک کپڑے کے کارخانہ میں خود انجینئر نے مشینیں بگاڑ کر رکھدیں اور مزدوروں نے خود ریل کے افسروں کو انجن کے پرزے بگاڑتے ہوئے پکڑ لیا" سرمایہ دار اور بورژوازی ان تدابیر سے سماجی زندگی میں تباہی اور انتشار پیدا کر رہے تھے اور عوام میں یہ پروپگنڈا کر رہے تھے کہ یہ تباہی انقلاب کا نتیجہ ہے۔ اس زمانے میں حکومت تشدد اور مراعات کی پولیسی سے ملک میں اپنے پنجے جمانا چاہ رہی تھی اور اس نے انقلابی رجحانات کو کچلنے کے لئے بہت سے قانون بنا دئے تھے۔ باغی رجمنٹوں کو توڑ دیا تھا۔ انقلابی مزدوروں کے ہتھیار چھین لئے تھے۔ سرکش مزدوروں اور سپاہیوں کو بطور سزا محاذ پر روانہ کر دیا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ کسان کے ساتھ یہ رعایت بھی کی تھی کہ زمین کی خرید وفروخت پر قید وبند لگا دئے تھے۔ جس سے غریب کسان تو خوش نہیں ہوئے تھے لیکن امیر زمیندار بگڑ گئے تھے حکومت نے جمہور کے ان لیڈروں پر جنہوں نے بلوے میں حصہ لیا تھا مقدمے چلا دئے تھے اور بولشیوک پارٹی کے اخبارات بند کر دئے تھے۔

کوسک نے کیونکہ ۳ر اور ۴ر جولائی کے بلوے میں حکومت کا ساتھ دیا تھا اسلئے ان کی بڑی آؤ بھگت ہو رہی تھی۔ کوسک افسر گریکوف کا بیان ہے "اکثر دیکھا جاتا تھا کہ اگر کسی ہوٹل میں کوئی کوسک فوجی وردی میں آجاتا تھا تو تمام مجمع اس کے استقبال کے لئے کھڑا ہو جاتا تھا۔ تماشہ گاہوں۔ باغوں کلبوں میں کوسکوں کو پارٹیاں دی جاتی تھیں" مجلس عاملہ نے بھی یہ تجویز منظور کر لی تھی "جن ممبروں پر عدالت مقدمے چلا رہی ہے ان کو اس وقت تک مجلس عاملہ کے جلسے میں شرکت کا حق نہیں جب تک کہ عدالت ان کو بری نہ کر دے" اس وقت چونکہ تمام بولشیوک لیڈروں پر مقدمے چل رہے تھے اس لئے اس تجویز کا یہ مطلب تھا کہ بولشیوک لیڈر مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں شریک نہ ہو سکیں۔ اس قانونی چال سے بولشیوک پارٹی کو مجلس عاملہ سے نکال دیا گیا تھا۔

کورنیلوف اور کرنسکی

ان امید افزا حالات میں کرنسکی نے ایک مشترکہ وزارت بنالی جس میں وہ خود صدر وزیر بن گیا اور بحری اور بری محکمہ بھی اس نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ باقی ایسے وزیر منتخب کئے جو نام میں سوشلسٹ لیکن دراصل معتدل خیال کے لوگ تھے۔ اس معتدل کابینہ کے زمانہ میں رجعتی رجحانات اور بھی زور پکڑنے لگے اور کرنسکی نے نسبتاً انصاف پسند بروسیلوف کو برطرف کر کے اس کی جگہ رجعت پسند کورنیلوف کو فوج کا کمانڈران چیف مقرر کرنا چاہا۔ کورنیلوف نے عہدہ قبول کرنے سے پہلے حکومت سے کہا" اس شرط پر عہدہ قبول کرتا ہوں کہ میں اپنے عمل کا جواب وہ صرف اپنے ضمیر اور جمہور کے روبرو ہوں گا۔ فوجی افسروں کا تقرر اپنی مرضی سے کروں گا اور فوج میں موت کی

سزا کا رواج جاری کروں گا" دوسرے الفاظ میں کورنیلوف نے یہ شرط پیش کی کہ وہ فوجی معاملات میں کابینہ کو دخل نہ دینے دے گا کرنسکی اس شرط کو کب مان سکتا تھا چنانچہ ننانا اور کورنیلوف کو اپنے اعلان کی تاویل کرنی پڑی کہ اس کا جمہوری مطلب دراصل حکومت تھا۔ اس تاویل کے بعد کورنیلوف روسی فوج کا کمانڈران چیف مقرر کر دیا گیا۔ لیکن مجلس عاملہ اس تقرر سے خوش نہ تھی وہ چیرمنوف کو اس عہدے پر نامزد کرنا چاہتی تھی چنانچہ اس نے یہ خبر اڑا دی کہ کورنیلوف فوجی زندگی ترک کرنے والا ہے۔ جب یہ خبر عام ہوئی تو کوسک رجمنٹوں نے حکومت کو تار دیا "خبردار اگر ہمارے ہیرو کورنیلوف کو عہدے سے علیحدہ کیا" فوجی افسروں کی لیگ کا تار آیا "ہماری ساری امیدیں اپنے ہر دل عزیز سردار کورنیلوف سے وابستہ ہیں اور ہم ہر ایماندار روسی سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ کورنیلوف میں اعتماد کا اظہار کرے گا" برجوازی کانفرنس نے کورنیلوف کو تار دیا "تمام بیدار روس آپ کی طرف امید اور اعتماد سے دیکھتا ہے" اگرچہ سیاسی مصالح کی بنا پر برجوازی طبقہ کورنیلوف کی شان میں قصیدہ خوانی کر رہا تھا لیکن باخبر حلقہ جنرل کی حقیقت سے اچھی طرح واقف تھا چنانچہ کورنیلوف کی بابت جنرل مارنیف لکھتا ہے "کام کرنے کا شوقین تھا اس میں بہت خود اعتمادی تھی لیکن معمولی دماغ کا انسان تھا لالچی نہیں بلکہ بہادر تھا لیکن وسعت نظر نہیں تھی۔ تنظیم کی قابلیت نہ تھی اور چونکہ مزاج میں جلد بازی تھی اس لئے کوئی کام نقشہ کے مطابق نہیں کر سکتا تھا۔ جنگ عظیم میں ۴۸ نمبر ڈویژن کورنیلوف کی حماقت سے تباہ ہوئی کیونکہ وہ پسپا ہوتی ہوئی فوج میں تنظیم نہ رکھ سکا۔ کورنیلوف وقت پر فوری فیصلہ نہیں کر سکتا تھا اور عمل کا وقت

تدبیر سوچنے میں گزار دیتا تھا" بروسیلوف جس کے ماتحت کورنیلوف جنگ عظیم میں کام کر چکا تھا لکھتا ہے" فروری کے انقلاب سے قبل کورنیلوف شہنشاہیت پسند تھا اس کے بعد جمہوریت پسند ہو گیا۔ وہ سیاسی آدمی نہ تھا اور مختلف پارٹیوں کی سیاست بالکل نہ سمجھتا تھا۔ اس کے نزدیک مینشیوک۔ بولشیوک اور سوشل انقلابی پارٹیاں سب ایک اور سب فنا کر دینے کے قابل تھیں" مجلس عاملہ کی یادداشت میں کورنیلوف کی بابت درج ہے " یہ پرانی روش کا جنرل ہے اور انقلاب کو فنا کر دینا چاہتا ہے"

"جنرل الگسیف لکھتا ہے" کورنیلوف کا دل شیر کا لیکن دماغ بھیڑ کا سا ہے"

مشہور وزیر میلوکوف لکھتا ہے" کورنیلوف ان لوگوں پر بڑی جلدی اعتماد کر لیتا ہے جو اس کی خوشامد کرنا جانتے ہیں"

اس کے برخلاف کورنیلوف کا حلیف کرنسکی مغرور، چالاک اور خودغرض تھا۔

فرانس کا مشہور جرنلسٹ کلاوڈ اینٹ لکھتا ہے" کرنسکی کا وقار کم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو زار سمجھنے لگا ہے اکثر زار کے محلوں میں رہتا ہے۔ اور اس کے بستر پر سوتا ہے۔ اس قسم کا تکبر روس جیسے سادا ملک میں جمہور کو بدظن کر دینے کے لئے کافی ہے" جمہور کرنسکی سے یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ ان کے مفاد کے لئے دلیری سے کام کرے گا لیکن کرنسکی بورژوازی مفاد کا ساتھ دے رہا تھا کرنسکی کی اس سیاست پر عام طور پر اعتراض کیا جا رہا تھا ایک مرتبہ جب کرنسکی زار سے ملنے گیا تو ایک پہرے کے سپاہی نے کرنسکی کو سنانے کے لئے اپنے ساتھی سے باآواز بلند کہا" ہم آزاد ہیں اور تختہ پر سوتے ہیں ہم نے کوئی جرم بھی نہیں کیا لیکن ہمیں خراب قسم کی خوراک ملتی ہے لیکن زار کو دیکھو مجرم بھی ہے اور قید بھی تب بھی اس کو اتنی فارغ البالی ہے کہ گوڑے کے

تین میں گوشت کے ٹکڑے پھینک سکتا ہے" جب روسی فوج کو محاذ پر شکست
ہوئی تو جمہور میں کرنسکی کا وقار اور بھی کم ہوگیا۔ اب صدر وزیر نے اپنا وقار قایم کرنے
کے لئے ایک کانفرنس موجودہ حالات پر غور کرنے کے لئے منعقد کی۔ کرنسکی کا خیال تھا
کہ اس کانفرنس میں ایک پارٹی کو دوسری کے خلاف کھڑا کر کے وہ خود حکم بن جائیگا
اور اس طرح اپنا گرتا ہوا وقار پھر قایم کریگا۔ چنانچہ صدر وزیر نے اپنا مفاد مدنظر
رکھتے ہوئے اس کانفرنس میں بر جوازی طبقہ کی اکثریت رکھی تھی۔ اگر ۱۵ مزدوروں
کے نمایندے تھے تو ۱۲۰ کارخانہ داروں کے ۱۰۰ کاشتکاروں کے تھے تو اتنے
ہی زمینداروں کے ۱۰۰ سوویٹ کے نمایندے تھے تو ۳۰۰ اسٹیٹ ڈوما کے تھے
اس کانفرنس میں مجلس عاملہ نے بھی بولشیوک پارٹی کا منہ بند کرنے کے لئے یہ تجویز
منظور کر لی تھی کہ کانفرنس کے نمایندوں کی ایک کمیٹی بنائی جائے جس کی بلا اجازت
کوئی تقریر نہ کر سکے اس کا مطلب یہ تھا کہ بولشیوک ممبروں کو تقریر کا کم سے کم
موقع دیا جائے۔ اس پر بولشیوک نے احتجاج کیا۔ کانفرنس کے داخلہ کے کارڈ
واپس کر دئے اور وہ اٹھ کر چلے گئے۔ فیکٹریوں کے مزدور بھی اس کانفرنس کے
بہت خلاف تھے انہوں نے موسکو کے سوویٹ کی مخالفت کے باوجود ہڑتال کا
اعلان کر دیا۔ یہ ہڑتال بہت کامیاب ہوئی پیٹنسکی کا بیان ہے "بہت شاندار
ہڑتال ہوئی۔ شہر میں نہ روشنی تھی نہ ٹرام چلتی تھی۔ فیکٹریاں اور دکانیں بند تھیں۔
ہوٹلوں کے ملازمین نے بھی ہڑتال کر دی تھی" موسکو سوویٹ کا اخبار اسوسٹیا لکھتا
ہے "سوویٹ کی مخالفت کے باوجود جمہور نے بولشیوک کا ساتھ دیا" موسکو میں چار لاکھ
آدمیوں نے ہڑتال میں حصہ لیا۔ نہ صرف موسکو بلکہ دوسرے مقاموں پر بھی کانفرنس کے

خلاف احتجاجی ہڑتالیں ہوئیں۔ بولشیوک کا یہ اعلان کہ کانفرنس انقلاب کے خلاف ایک سازش ہے سب کو درست معلوم ہو رہا تھا۔ موسکو کے باشندے کہہ رہے تھے "اس کانفرنس میں کرنسکی کی تاج پوشی ہوگی" لیکن دوسرے روز اس کا مدمقابل کورنیلوف اس شان و شوکت سے آیا کہ کرنسکی کا استقبال ماند پڑ گیا۔ کانفرنس کے تمام نمائندے جن میں پادری بھی شامل تھے کارنیلوف کے استقبال کے لئے اسٹیشن پہنچے۔ اس کی گاڑی اسٹیشن پر رکنے بھی نہ پائی تھی کہ کوہ قاف کی فوج گاڑی سے کود پڑی اور ننگی تلواریں کھینچ کر پلیٹ فارم پر صف آرا ہو گئی۔ کورنیلوف اترا اور بوڑی گارڈ کا معائنہ کرنے لگا۔ جب وہ معائنہ کر رہا تھا تو مرد و عورتیں اس پہ پھول برسا رہے تھے۔ عورتیں وفور تشکر سے رو رہی تھیں ایک لکھپتی کی بیوی اظہار ممنونیت میں کورنیلوف کے قدموں پہ گر پڑی۔ کیڈٹ پارٹی کے ایک نمائندے نے استقبالیہ تقریر کرتے ہوئے کورنیلوف سے التجا کی "روس کو بچالو۔ احسان شناس قوم تم کو اس کا اجر دیگی" اگرچہ مقرر نے اس اجر کی نوعیت پر روشنی نہیں ڈالی تھی۔ لیکن واقعات کی روشنی میں تمام روس اس لفظ کا اصل مفہوم سمجھتا تھا فوجی افسر کورنیلوف کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اسٹیشن سے باہر لائے جہاں سے وہ زار روس کے طریقہ کے مطابق گرجا گیا۔ کورنیلوف کی اس خدا پرستی نے اس کو مذہبی لوگوں میں بھی ہر دل عزیز کر دیا۔ اس روز کمانڈر کی سوانح عمری لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم کی جارہی تھی اور دیواروں پر اشتہار لگائے جارہے تھے جس میں عوام سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ کمانڈران چیف کی مدد کریں۔ زار کی طرح کورنیلوف بھی سیاسی لیڈروں کارخانہ داروں۔ مہاجنوں کو اپنی گاڑی میں بلا کر مل رہا تھا اور ملک کی اقتصادی

اور سیاسی مشکلات دور کرنے کی بابت ان کی رائے دریافت کر رہا تھا۔

کانفرنس کا اجلاس اگلے روز صبح کے وقت موسکو کانفرنس کا اجلاس شروع ہوا عین کے وقت اجلاس ہو رہا تھا کہ کرنسکی داخل ہوا۔ اس کی دائیں جانب بحری اور بائیں جانب بری فوج کا افسر تھا اس سے شاید کرنسکی کو اپنی طاقت کا اظہار مقصود تھا کرنسکی کرسی پر بیٹھ گیا اور یہ دونوں افسر اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر بعد کرنسکی تقریر کرنے کھڑا ہوا دوران تقریر میں بولشیوک کو دھمکی دیتے ہوئے کہا "حکومت کی مخالفت کو لوہے اور خون سے دبا دیا جائیگا" اس پر کمرے کی دائیں جانب سے مرحبا کی صدائیں آئیں پھر کرنسکی نے کورنیلوف کو دھمکی دیتے ہوئے کہا "کیسا ہی بڑا انسان کیوں نہو لیکن اگر اس نے میرے خلاف اعلان جنگ کیا تو میں اسکو حکومت کا مطیع بنانا جانتا ہوں اور چونکہ میں حکومت کا سردار ہوں اس لئے میں سرکش سے اپنی مرضی منواؤنگا" کرنسکی بار بار اپنی طاقت کا احساس کرانا چاہتا تھا۔ پھر فوجی نمایندوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "وہ نمایندے جو محاذ سے آئے ہیں میں ان کے وزیر جنگ اور سردار کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ فوج میں موجودہ عارضی حکومت کی طاقت اور مرضی ہی سب پر غالب آنی چاہئے"

کرنسکی کی تقریر کے بعد کورنیلوف ہال میں داخل ہوا۔ مولیکوف جو اس اجلاس میں شریک تھا اپنی تاریخ میں کورنیلوف کی آمد کے متعلق چشم دید واقعات اس طرح لکھتا ہے "پستہ قد لیکن قوی آدمی اسٹیج پر آیا اور اس نے اپنی چمکدار چھوٹی کالی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا۔ تمام ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ اور سپاہیوں کے نمایندوں کے علاوہ سب استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ہال کے دائیں جانب سے

آوازیں آنی شروع ہوئیں" اوسمرکشوں اسٹھو" بائیں جانب سے آوازیں آئیں" غلاموں"
اب آوازے کسے جانے لگے آخر کار کرنسکی اسٹھا اور ان سے کہا کہ ہیں عارضی حکومت کے
سپاہی نمبر اول کی تقریر سننے دو۔ کورنیلوف نے آواز بنا بنا کر ایک لکھی ہوئی تقریر
پڑھنی شروع کی جس میں کہا "جرمن فوج ریگا کے دروازے پر ہے اور اگر ہم اس کو
وہاں نہ روک سکے تو پٹروگریڈ کا راستہ صاف پڑا ہے۔ فوج کے متعلق غیر فوجی لوگوں نے
قانون بنا بنا کر اس کو ایک غیر منظم مجمع بنا دیا ہے جو میدان جنگ میں بجائے لڑنے کے
کانپتا ہے" کورنیلوف کے بعد لاٹ پادری اسٹھے انہوں نے دوران تقریر میں کہا "ہماری
فوج کی خستگی کا نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا جا چکا ہے۔ میں اس جلسہ میں اس لئے
آیا ہوں کہ آپ سے کہوں۔ میرے پیارو گھبراؤ نہیں۔ میرے عزیزو ڈرو نہیں۔
اگر روس کے بچانے کے لئے ایک معجزہ کی ضرورت ہے تو گرجا والوں کی دعاؤں سے
خدا وہ معجزہ نمایاں کر دے گا " (جب چرچ کی زمین غصب کی جا رہی تھی تب
پادری صاحبان کو کوسک فوج کی ضرورت تھی اس وقت دعاؤں اور معجزے پہ
اکتفا نہیں کیا گیا تھا) لاٹ پادری صاحب نے اس پر اظہار افسوس کیا کہ کانفرنس کی تمام
تقریروں میں ایک جگہ بھی خدا کا نام نہیں آیا۔

پادری صاحب کے بعد مجلس عاملہ کے صدر چیڈزی نے ایک طویل تقریر کی
جس میں اس نے کہا "ہم نے کبھی طاقت کی ہوس کی اور نہ کبھی دوسروں کو اس سے
محروم رکھنے کی کوشش کی ہم نے ہمیشہ اس پارٹی کا ساتھ دیا جو ملک اور انقلاب کا وقار
مدنظر رکھتی تھی۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ سوویٹ کو برقرار رکھا جائے کیونکہ ان کی بدولت
ملک بدامنی سے بچ گیا۔ سپاہیوں کی کمیٹیوں کو نہیں توڑنا چاہئے۔ کیونکہ ان کی مدد سے

جنگ جاری ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ ملک کی سربرآوردہ اور دولت مند جماعتیں ملک کیلئے کچھ ایثار و قربانی کریں لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ بڑے زمینداروں کی زمینیں غصب کر لی جائیں مختلف قومیتوں کا سوال مجلس دستور ساز کے منعقد ہونے تک اٹھائے رکھنا چاہیئے "

چیڈزی کے بعد کسانوں کی انجمن کے نمایندے نے تقریر کی جس کے دوران میں اس نے کہا" زمین اور آزادی کے نعرے۔ جن کو زندہ رکھنے کے لئے ہزاروں کسان سپاہیوں نے جان دی ہے فراموش نہیں کئے جا سکتے "

غرض کہ ہر پارٹی کے نمایندے اسٹیج پر آ رہے تھے اور اپنی پارٹی کا نقطۂ نگاہ پیش کرکے چلے جاتے تھے۔ کانفرنس ختم ہونے والی تھی اور سوویٹ کا ایک کوسک نمایندہ تقریر کر رہا تھا کہ اس کی زبان سے یہ جملہ نکلا " محاذ جنگ پر کوسک سپاہی کوسک لیڈر (کورنیلوف) پر اعتماد نہیں رکھتا " یہ جملہ نکلنا تھا کہ ہال کی بائیں جانب سے تالی بجی اور دائیں جانب سے شور مچا " اس اعلان کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا "" جرمن سونا بول رہا ہے " اس پر بائیں جانب والے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے دائیں جانب کو گھونسے دکھائے۔ اس واقعہ کے بعد بھی کرنسکی نے اجلاس برخواست کرتے ہوئے کہا " مجھے یقین ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کو پہلے سے بہتر سمجھ لیا ہے اور ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی وقعت بڑھ گئی ہے "

بولشیوک کو کچلنے کی تدابیر اور کرنسکی اور کورنیلوف میں کشمکش

صدر وزیر کی اس لفاظی کے باوجود موسکو کانفرنس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ملک میں دو بالکل مختلف الخیال گروہ موجود ہیں اگرچہ اس کانفرنس سے بورجوازی طبقہ کی ہمت افزائی ہوئی لیکن پرولتاری طبقہ کے اپنی طاقت کے احساس میں کچھ کمی نہ آئی۔

چنانچہ ۱۸ اگست کو پٹروگریڈ کے سوویٹ نے اپنے صدر کی مرضی کے خلاف اس تجویز پر بحث شروع کردی کہ موت کی سزا منسوخ کرنی چاہیئے بینشیوک پارٹی کے لیڈر مسٹر ہٹلی کا خیال تھا کہ اس بحث کو نہیں اٹھانا چاہیئے اس لئے تقریر کرتے ہوئے کہا "اگر اس تجویز کے منظور کرنے کے باوجود حکومت نے موت کی سزا کا قانون منسوخ نہیں کیا تو کیا تم مظاہرہ کروگے اور دوسری حکومت کی بنیاد ڈالوگے"؟ مقرر کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ تم ان دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں کرسکتے۔ اس لئے ایسی تجویز جس کو عملاً منوایا نہ جاسکے منظور کرنی اپنا مضحکہ اڑوانا ہے لیکن مقرر کے مندرجہ بالا سوال پر بولشیوک چلائے "ہاں ضرور کریں گے" مقرر نے کہا "آجکل تمہارے دماغ عرش معلیٰ پر ہیں" سوویٹ نے لیڈروں کی کوشش کے باوجود ۹۰۰ رائے سے تجویز منظور کرلی۔ صرف چار ممبروں نے مخالفت کی اور وہ چاروں سوویٹ کے لیڈر تھے۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ہر ملک میں برجوازی لیڈروں کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی بہانے سے انقلابی عمل کے لمحہ کو ملتوی کرنا چاہتے ہیں اور جب دوسرا طبقہ عمل کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

جمہوریں حکومت سے مخالفت بڑھ رہی تھی کہ ریگا پر جرمن قبضہ ہونے کی خبر آئی۔ برجوازی اخبارات نے اس شکست کی ساری ذمہ داری انقلابی رجحانات کے سر تھوپی۔ اصل واقعہ یہ تھا کہ ریگا بولشیوک پارٹی اور انقلابی تحریک کا مرکز تھا۔ حکومت یہ سوچتی تھی کہ اگر ریگا جرمنی کے سپرد کردیا جائے تو سانپ مرجائیگا اور ہماری لاٹھی نہیں ٹوٹے گی۔ کرنسکی جرمن کی لاٹھی سے بولشیوک کو فنا کرانا چاہتا تھا۔ چنانچہ ریگا پر حملہ روکنے کی کوئی تیاری نہیں کی گئی تھی۔ نمبر ۱۲ فوج حملہ

روکنے کے لئے تیار نہیں ہوئی تھی کہ گھر گئی۔ اس فوج کے پاس نہ ہتھیار تھے نہ گیس کے منہ گولی اور کارتوس بھی جاپانی تھے کہ دس مرتبہ چلانے کی کوشش کرو تو ایک مرتبہ چلے امریکہ کا مشہور جنرلسٹ جون ریڈ جو اس زمانے میں روس میں تھا اپنی ڈائری میں لکھتا ہے "روس کا امیر طبقہ روسی انقلابی حکومت کی بہ نسبت جرمن حکومت کو بدرجہا بہتر سمجھتا تھا اور اس کو قبول کرنے کو تیار تھا۔ ایک دن میں موسکو کے ایک بڑے تاجر کے یہاں چائے پر مدعو تھا۔ میز پر گیارہ مہمان تھے۔ دوران گفتگو میں یہ ذکر آیا کہ وہ مہمان قیصر کی حکومت چاہتے ہیں یا بولشیوک کی تو دس نے قیصر کے حق میں رائے دی" آگے چل کر جون ریڈ لکھتا ہے "میں نے شمالی محاذ پر فوجی افسروں سے باتیں کیں تو معلوم ہوا کہ وہ سپاہیوں کی کمیٹی کے ساتھ کام کرنے سے اس کو بہتر سمجھتے ہیں کہ شکست ہو جائے" میلیکوف اپنی تاریخ میں لکھتا ہے "کورنیلوف نے مجھ سے کہا" ریگا کو ہاتھ سے نکلنے دو پھر میں اپنی وفادار فوج لیکر موسکو پر جھپٹ پڑونگا ریگا پر جرمن قبضہ ہو جانے کے بعد عوام حکومت کے خلاف ہو چکے ہونگے۔ مجھے اپنی ڈکیٹر شپ قایم کرنے میں آسانی ہو جائیگی۔ اس نے اپنی ڈکیٹر شب کے اعلان کی ۲۷ اگست مقرر کر دی تھی" جب شکست خوردہ فوج ریگا سے بھاگ رہی تھی تو کورنیلوف نے جنرل پارسکی کو پیغام بھیجا "کچھ بھگوڑے سپاہیوں کو عوام کے سامنے اس قصور میں کہ وہ میدان چھوڑ کر کیوں بھاگے گولی کا نشانہ بنا دو تاکہ جمہور کا خیال اس طرف نہ جائے کہ یہ شکست ہماری تدبیر کا نتیجہ ہے"

ایک طرف تو کورنیلوف جمہور کو دھوکا دے رہا تھا دوسری طرف اس نے کرنسکی کو ٹیلی تار دیا تھا "میں اصرار سے کہتا ہوں کہ پٹروگریڈ کا ضلع میرے ماتحت ہونا چاہئے"

حکومت اس وقت بہت مشکل میں تھی اس کے دو دشمن ہو گئے تھے ایک بولشیوک اور دوسرا کورنیلوف۔ اب کرنسکی کو یہ چال سوجھی کہ پہلے کورنیلوف سے ملکر بولشیوک کو تباہ کرنا چاہیئے پھر کورنیلوف کو سمجھیں گے۔ حکومت نے ریگا جرمن فوجوں کے سپرد کر کے بولشیوک کو نیم مردہ تو کر ہی دیا تھا اب یہ تجویز ہوئی کہ کسی طرح بولشیوک کے دوسرے مرکز یعنی پٹروگریڈ میں ان کو بھڑکا کر بلوا کرانا چاہیئے تاکہ بلوا دبانے کے بہانے سے بولشیوک کو پوری طرح کچل دیا جائے۔ چنانچہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حکومت نے بولشیوک کو اشتعال دلانے کے لئے ۲۵ اگست کو ان کا اخبار پرولتاری بند کر دیا اور کورنیلوف کو اطلاع دی "آپ کا موت کی سزا کے قانون کے اجرا کا مطالبہ چند روز میں پورا کر دیا جائیگا لیکن خوف ہے کہ بولشیوک اجرا کے خلاف مظاہرہ کرینگے اور دارالسلطنت میں بدامنی کا خطرہ ہے۔ مجلس عاملہ کے رویہ کی بابت بھی یقین کیساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ شاید وہ بھی حکومت کی مخالفت کرے۔ اس لئے میں درخواست کرتا ہوں کہ نمبر ۳ سوار فوج کابینہ کے سپرد کر دی جائے تاکہ وقت ضرورت ہم بولشیوک پارٹی اور سوویٹ کے خلاف کارروائی کر سکیں۔" کورنیلوف بھلا کب فوج روانہ کر سکتا تھا اس کا تو مقصد ہی دوسرا تھا وہ تو پٹروگریڈ پر قبضہ کرنے کی تدابیر سوچ رہا تھا۔ اس نے چار ہزار افسروں کو انگریزی طریقہ پر بمباری کرنے کی مشق کروادی تھی اور دارالخلافہ میں ایک خفیہ پارٹی بنادی تھی جس کو یہ حکم تھا کہ کورنیلوف کی فوج داخل ہوتے ہی بلوا کر دے اور تمام بولشیوکوں کو گرفتار کرلے۔ انگلستان کے سفیر بی۔ بکیانن کا بھی اس سازش میں ہاتھ تھا اور اتحادیوں کے دوسرے سفیر بھی کورنیلوف کی ہمت افزائی کر رہے تھے۔ اتحادیوں کی نظریں اب کمانڈر ان چیف پر لگی ہوئی تھیں اور وہ اس کا

برسرِ اقتدار آنا چاہتے تھے۔ عارضی حکومت کے سفیر مقیم پیرس نے ۲۳ اگست کو تار دیا "فرانس کا وزیرِ خارجہ ریبٹ دریافت کر رہا تھا کہ کرنسکی کے ساتھیوں میں کونسا آدمی باہمت ہے اور قوتِ عمل رکھتا ہے پریذیڈنٹ ہنکاسے نے کورنیلوف کی بابت مجھ سے بہت سے سوالات کئے۔"

کرنسکی اور کورنیلوف میں تصادم

کرنسکی کی درخواست کے جواب میں کورنیلوف نے بجائے فوج روانہ کرنے کے لیفوف کو یہ پیام دیکر کرنسکی کے پاس بھیجا" دارالسلطنت میں حالات مخدوش ہوتے جارہے ہیں اس لئے تم یہاں میری حفاظت میں آجاؤ"۔ لیفیف یہ پیغام لیکر آیا اور کرنسکی سے التجا کی کہ اپنی اور دوسرے وزیروں کی جان کی خاطر کورنیلوف کے پاس چلے چلئے لیکن کرنسکی اس 'پیغام' اور 'حفاظت' کے معنی خوب سمجھتا تھا ۲۶ اگست کی شام کو مرکزی فوجی دفتر کو اس کا یقین ہوگیا تھا کہ عارضی حکومت اس کی حفاظت میں آرہی ہے۔ پرنس ٹروبٹسکی کا بیان ہے "جب میں نے کورنیلوف سے دریافت کیا "کیا حکومت آپ کی حفاظت میں آرہی ہے"؟ تو اس نے جواب دیا "ہاں" لیکن واقعہ یہ تھا کہ اسی وقت حکومت یہ فیصلہ کررہی تھی کہ وہ پٹروگریڈ ہی میں رہیگی۔

کورنیلوف کی چال کے جواب میں کرنسکی نے یہ چال چلی کہ ۲۷ اگست کی شام کو تمام وزیروں سے استعفٰے دلوادئے اور اس طرح اپنی ڈکٹیٹر شپ قائم کرلی اور اب اپنی سیاست کی یہ طرح ڈالی کہ سوویٹ سے ملکر کورنیلوف کو فنا کرنا چاہیے۔ کرنسکی نے ادہر تو سوویٹ سے سازباز شروع کی اور اُدہر کورنیلوف کو تار دیا "اپنا عہدہ چیف آف اسٹاف کے سپرد کردو اور خود فوراً پٹروگریڈ چلے آؤ"۔ بیوقوف سے بیوقوف بھی اس تار کا مطلب سمجھ سکتا تھا چنانچہ کورنیلوف نے حکم ماننے سے انکار کردیا اور

یہ اعلان کیا "میں جنرل کورنیلوف اعلان کرتا ہوں کہ عارضی حکومت بولشیوک اور سوویٹ کے اثر میں جرمن فوجی محکمہ کے حکم کے مطابق چل رہی ہے اور اس نازک وقت میں جبکہ جرمن ریگا پر قبضہ کر چکے ہیں عارضی حکومت روسی فوج کو تباہ کرنا چاہتی ہے میں دشمن کے ہاتھوں میں طاقت نہیں دے سکتا۔ میں دشمن کے مقابلے میں جان تک دیدینا عزت کی بات سمجھتا ہوں" اس اعلان کے بعد کورنیلوف نے فوجوں کو پیٹروگریڈ پر بڑھنے کا حکم دیدیا۔ کرنسکی کو جب اس کارروائی کا علم ہوا تو اس نے مرکزی فوجی دفتر کو تار دیا۔ "جو فوجیں پیٹروگریڈ آرہی ہیں ان کو روکو" کورنیلوف کو جب کرنسکی کے اس حکم کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوجی مرکزی دفتر کو تار دیا "کرنسکی کا حکم مت مانو۔ فوج پیٹروگریڈ کی طرف بڑھاؤ"۔ کرنسکی نے اعلان کیا "کورنیلوف کے لئے جو ملک کی خدمت کا دم بھرتا ہے کیا یہ زیبا ہے کہ جرمنی کے خلاف جو فوج لڑ رہی تھی اس کو محاذ سے ہٹا کر پیٹروگریڈ پر چڑھالائے اور جرمنی کو کامیابی کا موقع دے" اس پر کورنیلوف نے اعلان کیا "ہمارے ساتھیوں میں غدار نہیں ہیں اس کے برخلاف کچھ لوگ عارضی حکومت کی مرضی سے فقط جرمن روپیہ کی خاطر روس کو فروخت کر رہے ہیں" مختصر یہ کہ ۲۸ اگست کی صبح تک حکومت اور اس کے کمانڈر ان چیف میں مصالحت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی اور کمانڈر ان چیف کا پلہ بھاری معلوم ہو رہا تھا عام طور پر یہ خیال تھا کہ اس خانہ جنگی میں کرنسکی کو شکست ہوگی سب طرف سے کورنیلوف کی حمایت ہو رہی تھی۔ جب کرنسکی نے جنرل لوکومسکی کو کورنیلوف کی جگہ مقرر کرنا چاہا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا " کورنیلوف کو برطرف کرنا ممکن نہیں اس سے فوج میں بدامنی پھیل جائیگی اور روس تباہ ہو جائیگا"۔ انگلستان کے فوجی مشین کے صدر جنرل نوکس نے امریکن

کرنل روبن سے کہا "مجھے کرنسکی کی حکومت سے ہمدردی نہیں ہے۔ عارضی حکومت بہت کمزور ہے روس کو یک مضبوط ڈکٹیٹر شپ کی ضرورت ہے۔ کوسک کی ضرورت ہے اور کوڑوں کی ضرورت ہے"۔ کورنیلوف کی کامیابی کی امید پر امیر طبقہ خوش تھا اور اسٹوک اکسچینج پر اجناس کے دام بڑھ رہے تھے۔ کورنیلوف کے دارالسلطنت کی طرف بڑھنے کی خبریں مل رہی تھیں اور بورژوازی اخبارات بڑی بڑی سرخیوں سے ان کو نشر کر رہے تھے تاکہ انقلابی جمہور میں گھبراہٹ پھیل جائے۔ ۲۸ اگست کو ½ ۱۲ بجے خبر آئی کہ کورنیلوف کی فوجیں لنگا کے گردونواح میں جمع ہو رہی ہیں ½ ۲ بجے خبر آئی کہ مسلح سپاہیوں کی ۹ ریل گاڑیاں اوبڈزہ اسٹیشن سے گذری ہیں ۳ بجے خبر آئی لنگا میں عارضی حکومت کی وفادار فوج نے ہتھیار ڈال دئے۔ شام کو ۶ بجے خبر آئی کورنیلوف کی فوج ناروا سے گذر چکی ہے۔ رات کے ۲ بجے خبر ملی کہ پیٹروگریڈ سے ۳۳ کلومیٹر کے فاصلہ پر لڑائی ہو رہی ہے۔ ان حالات میں انگلستان کے سفیر بچانن نے روسی حکومت کو ایک یاداشت دی جس میں اتحادیوں نے "انسانیت" کی "خدمت" کے لئے ان المناک حالات کو رفع کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں تھیں۔ ان حالات میں مصالحت کی تحریک کرنا دراصل باغی جنرل کورنیلوف کی حیثیت کو ماننا اور منوانا تھا۔ اس نازک وقت میں کرنسکی بھی گھبرا گیا اور اس نے اپنے پرانے وزیروں کی کانفرنس بلائی جس میں یہ طے پایا کہ ایک ڈائرکٹری بنادی جائے۔ کرنسکی استعفٰی دیدے اور جنرل الکسیر صدر وزیر مقرر کر دیا جائے۔ ابھی یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ کسی نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلنے پر یہ معلوم ہوا کہ سوویٹ کی جنگی کمیٹی کے نمائندے یہ پیام لائے ہیں

کہ اگر حکومت جمہوریت کا اعلان کر دے۔ اسٹیٹ ڈوما توڑ دے اور زمین کے متعلق مراعات دیدے تو سوویٹ کورنیلوف کے خلاف حکومت کی مدد کریں گے۔ ان نمایندوں کے آتے ہی کرنسکی تاڑ گیا کہ اب اس کا پلہ بھاری ہوگیا ہے وہ سمجھ گیا کہ سوویٹ کورنیلوف کی بڑھتی ہوئی طاقت سے ڈر گئے ہیں اس لئے وہ اس کی ہر بات ماننے پر مجبور ہونگے ان وجوہات کی بنا پر کرنسکی نے جمہوری حکومت کا اعلان کرنے سے انکار کر دیا۔ کرنسکی کا خیال ٹھیک نکلا سوویٹ نے اپنے مطالبات واپس لے لئے اور حکومت کی مدد کرنے لگے دراصل واقعہ یہ تھا کہ جہاں کرنسکی سوویٹ سے ملکر کورنیلوف کو تباہ کرنے کی فکر میں تھا اور اس کے بعد سوویٹ پر ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا وہاں سوویٹ کرنسکی سے ملکر کورنیلوف کو تباہ کرنے کے درپے تھے اور اس کے بعد کرنسکی کو فنا کرنا چاہتے تھے۔

کورنیلوف کو شکست اس زمانہ میں حکومت نے کورنیلوف کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کیلئے سوویٹ کو مزدوروں کے مسلح کرنے کی اجازت دیدی۔ اجازت ہوتے ہی ہر طرف سے انقلابی گارڈ میں بھرتی ہونے لگیں اور اگست کے آخر میں تقریباً ۴۰۰۰۰ مزدور مسلح ہوگئے ۲۸ اگست کو کرنسکی نے بولشیوک ملاحوں سے ونٹر محل کی حفاظت کرنے کی درخواست کی وہ محل کی حفاظت کرنے لگے لیکن ایک دن موقع پاکر وہ ٹروٹسکی سے جیل میں ملنے گئے اور انہوں نے دریافت کیا "کیا یہ حکومت کو گرفتار کرنے کا اچھا موقعہ نہیں ہے"؟ جواب ملا "ابھی نہیں۔ ابھی تو کرنسکی کے کندھے پر رکھ کر کورنیلوف پر بندوق چلاؤ۔ کورنیلوف کے بعد کرنسکی کو دیکھیں گے۔ ۳۰ اگست کو کورنیلوف نے جنرل کریمبف کو حکم دیا "پٹروگریڈ پر جلدی بڑھو

اور اس پر اچانک قبضہ کر لو"۔ اسی روز کریمیف نے پٹروگریڈ پر حملہ کرنے کے لئے بہانہ تراشا اور یہ اعلان کیا "مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ پٹروگریڈ میں بغاوت شروع ہوگئی ہے اس لئے وہاں فوج لیجانا ضروری ہے" اس پر کرنسکی نے کریموف کو تار دیا۔ "پٹروگریڈ میں امن ہے کسی مظاہرہ کا خطرہ نہیں۔ تمہاری فوج کی یہاں ضرورت نہیں ہے"۔ کرنسکی کے تار موصول ہونے پر اگرچہ کریموف کا دارالسلطنت کی طرف رُخ کرنا بہت غیر مناسب تھا تاہم وہ فوج لیکر روانہ ہو ہی گیا۔ لیکن جب پٹروگریڈ کے قریب اس کو کچھ مخالف فوج ملی تو بلا لڑے واپس ہوگیا کورنیلوف کی فوج کا ایک جنرل لکھتا ہے "پٹروگریڈ پر بجائے فوج کی ۸۶ دستے روانہ کرنے کے ہم نے ۸ کمزور دستے روانہ کئے گھونسا مارنے کی بجائے ہم نے انگلی ماری جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ دشمن کے چوٹ نہیں لگی البتہ ہماری انگلی میں تکلیف ہوگئی"۔

اصل واقعہ یہ تھا کورنیلوف کی فوجی طاقت اتنی نہ تھی جتنی ہر جوازی پریس ظاہر کر رہا تھا۔ جو ڈویژن پٹروگریڈ پر حملہ کرنے والا تھا اس میں صرف ۱۳۵۰ سپاہی تھے اور ان میں سے بھی ۶۰۰ کے پاس بندوقیں نہ تھیں۔ جن لوگوں کو کورنیلوف کی تدبیر کے مطابق دارالسلطنت میں بغاوت کرنا اور بولشیوک کو گرفتار کرنا تھا انہوں نے انگلی تک نہ ہلائی۔ جو اس سازش کے سرغنا مفرر ہوئے تھے ان کا کہیں پتہ نہ تھا کوسک کرنل ڈوتوف کا بیان ہے "وقت معینہ پر میں پٹروگریڈ کی سڑکوں پر دوڑا پھرتا تھا اور لوگوں کو سڑک پر آنے کو کہتا تھا لیکن کوئی نہیں آتا تھا"۔ جو روپیہ اس سازش کے لئے فراہم کیا گیا تھا وہ دعوتوں میں صرف ہوا اور جو بچا اس کو کرنل سڈورن فنلنڈ لے کر فرار ہوگیا ازگوف کا بیان ہے "کورنیلوف اگرچہ

برجوازی طبقہ میں شہرت رکھتا تھا لیکن عوام اس کو طاقت کا سبھو کا سمجھتے تھے اور فوج میں اس کا اثر نہیں تھا" فرینچ جرنلسٹ نے جب کورنیلوف سے دریافت کیا" ایسے نازک وقت میں آپ خود پٹروگریڈ کیوں نہیں گئے؟ تو جواب دیا" میری طبیعت خراب تھی۔ مجھے بخار ہوگیا تھا اور نقاہت محسوس ہو رہی تھی"۔

کورنیلوف کی شکست کی دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ بغیر پرولتاری طبقہ کے لوگوں کی مدد کے کوئی کام نہیں کر سکتا تھا۔ یہ طبقہ سوویٹ کے اثر میں تھا اور سوویٹ اب کرنسکی کے ساتھ تھے جنگ کے زمانے میں اس طبقہ کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ جس طرح کہ پینچ اگرچہ حقیر چیز ہوتے ہیں لیکن اگر ڈھیلے ہو جائیں تو مشین بند ہو جاتی ہے اسی طرح چھوٹے موٹے حقیر کام کرنے والے اگر کسی طاقت کا ساتھ نہ دیں تو وہ طاقت فنا ہو جاتی ہے۔ نوکر چاکر۔ موٹر چلانے والے گاڑی چلانے والے۔ انجن چلانے والے کوئلہ جھونکنے والے۔ ریل کی پٹری بدلنے والے۔ سگنل دینے والے۔ قلی۔ ڈاکئے۔ تار لیجانے والے۔ باورچی۔ دھوبی۔ درزی۔ چمار۔ چوڑھے۔ بجلی والے۔ مستری۔ سائیس وغیرہ یہ سب حکومت کے لئے ایسے ہی ضروری ہیں جیسے مشین کے پینچ۔ اگر یہ لوگ مخالفت پر اتر آئیں تو زبردست سے زبردست فوج کو شکست دلوا سکتے ہیں[1]۔ کورنیلوف کی فوج کے ساتھ یہ ہو رہا تھا کہ اگر وہ کسی خاص مقام پر جانا چاہتی تھی تو انجن چلانیوالا اس کو دوسری سمت لے جاتا تھا یا انجن بگاڑ کر کھڑا کر دیتا تھا مستری چاہے تو ایک منٹ میں موٹر پوری درست کر دے لیکن نہیں کرتا تھا۔ توپخانہ اور ہتھیار ایسی جگہ لاکر ڈال دیتے کہ وہاں ان کا کوئی مصرف نہیں تھا۔ تار کے بابو نے تار کا مضمون دشمن کو

[1] سوشلسٹ جو یہ کہتے ہیں کہ مکمل ہڑتال کو انقلاب میں بدل سکتے ہیں اس کی تہ میں بھی یہی خیال ہوتا ہے۔

بتا دیا۔ تار پہنچانے والے نے بہت دیر بعد تار جا کر دیا۔ اس طرح معمولی کام کرنے والے کورنیلوف کو شکست دے رہے تھے۔

پٹرو گریڈ پر شکست ہو جانے سے کورنیلوف کے وقار کو بہت صدمہ پہنچا اور امیدیں مایوسی میں تبدیل ہو گئیں اور کمانڈر ان چیف نے ہتھیار ڈال دئے۔ ۳۱ اگست کو مجلس عاملہ نے سوویٹ کو یہ خوشخبری سنائی "کورنیلوف کی فوج اس سے بددل ہو گئی ہے" اس روز کرنسکی کے پاس تار آیا کورنیلوف موجودہ حالات پر نظر رکھتے ہوئے کمانڈ سے دست بردار ہونے کو تیار ہے بشرطیکہ ایک مضبوط مرکزی حکومت بنا لی جائے اور فوجی افسروں کو گرفتار نہ کیا جائے" کرنسکی اس اطلاع سے بہت خوش ہوا۔ اس خوشی کے دو سبب تھے ایک تو مد مقابل کا اطاعت قبول کرنا دوسرا یہ کہ کورنیلوف سے ملکر بولشیوک کو کچلنے کا اب یہ نادر موقعہ پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ کرنسکی نے ریڈیو پہ یہ اعلان کر دیا "تمام فوج کو کورنیلوف کے احکامات ماننے چاہیں" کورنیلوف ریڈیو کے اس اعلان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کرہبوف کو لکھتا ہے "ایک ایسا واقعہ پیش آیا ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ ایک کمانڈر ان چیف جس کو باغی اور غدار کہا جا رہا ہے اس کو حکم ملتا ہے کہ فوج کی کمانڈ کرتے رہو" چند ہی روز میں کرنسکی اور کورنیلوف میں صلح ہو گئی اس پہ سوویٹ بہت ناراض ہوئے کیونکہ وہ کورنیلوف کو فنا کرنا چاہتے تھے۔ کرنسکی کے ایک اپنے آدمی نے کہا "یہ سوویٹ میں بےچینی بہت بڑھی ہوئی ہے اور یہ بےچینی اس وقت تک دور نہیں ہو سکتی جبتک کہ کورنیلوف کو گرفتار نہ کر لیا جائے" اگرچہ کرنسکی اور اس کے ساتھی کورنیلوف کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن جمہور کے دباؤ سے کورنیلوف کو حراست میں لینا پڑا اور ایک کمیشن مقرر کرنا پڑا جس نے مقام

پہنچکر اور افسروں کو بھی قید کر دیا لیکن قید میں رہکر بھی ان کو سب آرام و آسایش مہیا تھے اور وہ بیرونی دنیا سے خط و کتابت کر سکتے تھے۔ چرچ کی کونسل جو کل تک بڑے زور شور سے سزائے موت کا قانون نافذ کرنے کی تائید کر رہی تھی کورنیلوف کی گردن پر چھری رکھی دیکھ کر بہت بیتاب ہو گئی کونسل نے حکومت کو تار دیا "خدا کے نام پر اور عیسائی رحم و کرم کے صدقے سے خطاوار جنرل کی جان بخشی کر دو" اس جذبہ کے ماتحت جنرل الکسیوف نے میلیکوف کو لکھا "آپ کو اس کا کچھ نہ کچھ علم ضرور ہے کہ ملک کے سرآوردہ حلقے نہ صرف کورنیلوف کی تدابیر سے پہلے سے واقف تھے بلکہ ان سے ہمدردی رکھتے تھے اور جہاں تک ممکن تھا انہوں نے کورنیلوف کی مدد بھی کی۔ اب سرمایہ داروں کو چاہئیے کہ باغی جرنیلوں کے "بھوکے" خاندانوں کو کم سے کم تین لاکھ روبل چندہ کر دیں" اس خط میں آگے چل کر دھمکی تھی "اگر ایماندار پریس نے کورنیلوف کی طرف سے فوراً صفائی پیش نہیں کی تو جنرل کورنیلوف عدالت کے سامنے تمام خفیہ کارروائیوں کو اور ان لوگوں کے ناموں کو جو ان میں شریک تھے طشت از بام کر دیگا" اس دھمکی کا یہ اثر ہوا کہ اکتوبر تک کورنیلوف کو چار لاکھ روبل مل گئے۔ تحقیقاتی کمیشن کا ڈھونگ برابر جاری رہا یہاں تک کہ روس میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور کورنیلوف بولشیوک فوج کے ایک گولہ کا شکار ہو گیا۔

بولشیوک کا سوویٹ پر قبضہ

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سیاسی تحریکات خط مستقیم کی طرح نہیں بلکہ پیچ و خم کھاتی ہوئی بڑھتی ہیں۔ اگر چار قدم آگے بڑھتی ہیں تو دو قدم پیچھے ہٹتی ہیں۔ فروری اور مارچ کے زمانہ میں اگر انقلابی رجحانات زور پر تھے تو شروع جولائی میں بالکل فنا ہو گئے تھے لیکن جولائی کی

آخری تاریخوں میں فضا پھر بدلنی شروع ہو گئی تھی۔ واقعات نے جمہور اور بولشیوک پارٹی کے مذبذب ممبروں کو یقین دلایا تھا کہ لینن پر سیاسی اغراض کے لئے تہمت لگائی گئی تھی۔ نوجوانوں کی سبھا جس کے پانچ لاکھ ممبر تھے بولشیوک کے اثر میں آتی جا رہی تھی اور مزدور اپنی ایک دن کی اجرت پارٹی کا پریس جاری کرنے کے لئے دے رہے تھے۔

بولشیوک پارٹی کی طاقت اور کمزوری کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ جولائی کی شکست سے پہلے ان کے اہم اخبارات اور رسائل تقریباً ۳۲۰۰۰۰ کی تعداد میں نکلتے تھے لیکن شکست کے بعد اگست کے مہینے میں پارٹی کے اخبار کی صرف ۵۰۰۰۰ کاپیاں کفایت کرنے لگی تھیں اور پارٹی فنڈ کی کمی کا یہ عالم تھا کہ صرف ۳۰۰۰۰ روبل نوٹوں کی شکل میں تھے۔ لیکن اگست کے آخر میں بولشیوک اخباروں کی مانگ بڑھنی شروع ہو گئی تھی۔ پیرو سپاہی اپنی ڈائری میں لکھتا ہے "ہمارا فوجی پریس انقلاب کی بہت خدمت کر رہا ہے وہ پراودا اخبار کے چیدہ مضامین چھوٹے چھوٹے رسالوں کی شکل میں چھپا کر نشر کر رہا ہے۔" محاذ پر بورژوازی اخبارات کے بلندے چائے پکانے کے کام آتے تھے۔

شروع اگست میں یہ ضرورت محسوس ہونے لگی تھی کہ سیاسی جد و جہد دوسرے طریقہ پر ہو اور نئے سیاسی نعرے مقرر کئے جائیں۔ جیسا بیان کیا جا چکا ہے۔ جولائی کے مہینے میں سوویٹ بہت دب گئے تھے اور مینشیوک اور سوشل انقلابی پارٹیوں نے جن کی سوویٹ میں اکثریت تھی عملی طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ ان کو حکومت نہیں چاہئے اس صورت میں بولشیوک کے لئے یہ جد و جہد کرنا کہ قوت سوویٹ کے ہاتھ میں آ جائے بے معنی تھا اور یہ نعرہ "تمام قوت سوویٹ کے لئے ہے" بالکل بیکار ہو گیا تھا۔ چنانچہ

بولشیوک پارٹی کا اب یہ نعرہ مقرر کیا گیا "طاقت پرولتاریوں اور غریب کسانوں کے ہاتھ میں آنی چاہیئے" یعنی نعرے سے سوویٹ کا نام نکال دیا گیا لیکن اب بھی بولشیوک کا یہ خیال ضرور تھا کہ طاقت پر قبضہ کرنے کے بعد حکومت کو سوویٹ کے نمونہ پر منظم کرنا ہوگا لیکن ان سوویٹوں میں بجائے دوسری پارٹیوں کے بولشیوک پارٹی کی اکثریت ہوگی۔ لینن نے ایک مضمون میں لکھا "اس وقت یہ نعرہ لگانا کہ قوت سوویٹ کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے مضحکہ خیز ہے (کیونکہ سوویٹ حکومت کرنا نہیں چاہتے) اس نعرے سے جمہور دھوکے میں آجائیں گے۔ کیا ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اب ان سوویٹوں میں ان لوگوں کی اکثریت ہے جنہوں نے جلادوں سے سمجھوتہ کر لیا ہے کیا ہم نے سوویٹ کی اکثریت کی غداری نہیں دیکھی؟" ٹروٹسکی نے کہا "جب تک ہم سوویٹ کے ممبر ہیں یہ کوشش کریں گے کہ سوویٹ میں فروری کے زمانے کی انقلابی روح پیدا ہو جائے اور وہ مستقبل کو انقلابی زاویہ نگاہ سے دیکھیں لیکن اگر سوویٹ انقلابی آمریت کے قایم کرنے اور ملک اور قوم کو آزادی دلانے میں سدراہ ثابت ہوں گے تو ہمیں سوویٹ کی زندگی و موت سے کوئی واسطہ نہیں۔"
لینن کہتا تھا "ہمیں سوویٹ کی طرف سے توجہ ہٹا کر فیکٹری اور دکانوں کی کمیٹی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور ان کمیٹیوں کو بغاوت کا آلہ کار بنانا چاہیئے۔"

اگست کی آخری تاریخوں میں بولشیوک اثر بڑھتا دیکھ کر لینن کو پھر خیال پیدا ہوا کہ شاید سوویٹ میں بولشیوک کی اکثریت ہو جائے اور آئینی طریق پر طاقت حاصل ہو جائے اس نے پھر اپنے نعرے پر زور دیا "طاقت سوویٹ کے ہاتھ میں آنی چاہیئے" لیکن چند ہی روز گزرے تھے کہ مخالفوں نے بولشیوک کی

بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر لیا۔ لینن کو اپنا نعرہ پھر
غلط معلوم ہونے لگا۔ اب اس نے یہ نعرہ اختیار کیا "قوت بولشیوک سوویٹ کے لئے
ہے" اس نعرے کے یہ معنی تھے کہ پہلے سوویٹ میں بولشیوک کی اکثریت ہونی چاہئے
اس کے بعد سوویٹ کا حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

ایک طرف بولشیوک اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ ان کی پارٹی سب
سیاسی اور اقتصادی اداروں میں اکثریت حاصل کرلے دوسری طرف کرنسکی اپنی
سیاسی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ اس نے مزدوروں کی تلوار
سے کورنیلوف کو تو ختم کر دیا جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کرنسکی اب خود ڈکٹیٹر بن گیا
اور اس نے پانچ ممبروں کی ایک ڈائرکٹری بنا دی۔ اس ڈائرکٹری نے پہلا کام یہ کیا
کہ وزیر جنگ چاکوف کو جو کورنیلوف کی مدد کرنے کے جرم میں گرفتار تھا رہا کر دیا اور
نہ صرف اس کو ہی بلکہ کیڈٹ پارٹی کے ممبر جو کورنیلوف کی بغاوت کے سلسلے میں گرفتار
کر لئے گئے تھے ان کو بھی رہائی دیدی ان رہائیوں کے بعد حکومت کے لئے یہ مشکل
ہو گیا کہ بولشیوک کو مقید رکھے ان پر بھی بغاوت کا الزام تھا جب ایک باغی کو رہا کیا
تو دوسرے کو بھی کرنا پڑا۔ لیکن بولشیوک کے ساتھ یہ تخصیص کر دی کہ ان کو ضمانت پر
رہا کیا۔ چنانچہ ۴ ستمبر کو ۳۰۰۰ روبل کی ضمانت پر ٹروٹسکی کو رہائی مل گئی۔ اس طرح
ستمبر کے مہینے میں بہت سے بولشیوک رہا کر دئے گئے جنہوں نے آزاد ہوتے ہی
سیاسی جدوجہد شروع کر دی۔ اب کرنسکی کو یہ دکھائی دینے لگا کہ بولشیوک کی طاقت
کو اگر اسی طرح بڑھنے دیا گیا تو وہ ایک دن سوویٹ پر قابض ہو جائے گی۔ اس کا
سدباب کرنے کے لئے کرنسکی نے ایک جمہوری کانفرنس کی بنیاد ڈالی جس کے ذریعہ

سے اس نے بولشیوک کی مخالف پارٹیوں کو ایک لڑی میں پرو لیا۔ اس جمہوری کانفرنس میں سب پارٹیوں کو دعوت دی گئی اور ۱۴ ستمبر کو اجلاس شروع ہوا جس میں ۱۷۷۵ نمایندے شریک ہوئے کانفرنس میں بولشیوک پارٹی اقلیت میں تھی۔ کانفرنس کے حالات قلم بند کرتے ہوئے شلیپنیکوف لکھتا ہے "کرنسکی ہال میں داخل ہوا تو خوب تالی بجی۔ وہ سیدھا صدر میز پر پہنچا اور لیڈروں سے ہاتھ ملانے لگا۔ ہم بولشیوک بھی قریب ہی بیٹھے تھے۔ جب کرنسکی نے ہم سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو ہم نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے اور کرنسکی اپنا ہاتھ پھیلائے ہوئے میز سے گذر گیا جب مصافحے ختم ہو گئے تو اس نے اپنی تقریر شروع کی اور کورنیلوف کی سازش کا ذکر کرتے ہوئے کہا "وہ میرے پاس بھی آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے بھی کہا تھا کہ تم ڈکٹیٹر بنجاؤ" اس پر کرنسکی کے مخالف چلائے "کون آئے تھے۔ کس نے تم سے یہ درخواست کی تھی"؟ کرنسکی نے کچھ جواب نہ دیا اور تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "اس میں شبہ کی گنجایش نہیں کہ اگر بولشیوک نے مجھے دبایا تو تمام جمہوریت پسند لوگ میری مدد کرینگے یہ خیال مت کرنا کہ میں ہوا میں معلق لٹکا ہوا ہوں یاد رکھو۔ اگر تم نے بدامنی پھیلائی تو ریل اور تار گھر تمہارے لئے بالکل بند کر دئے جائیں گے"۔

تقریر کے اس حصہ پر بولشیوک بہت ہنسے کہ یہ کتنی کمزور حکومت ہے جو اس طریقہ پر اپنی طاقت کا یقین دلانا چاہتی ہے۔ وقت تو ٹل گیا لیکن سب پر یہ روشن ہو گیا کہ کرنسکی کو سازش کا پتہ تھا۔ پھر دوران تقریر میں کرنسکی نے کہا "مجھے یقین ہے کہ خطرے کے وقت ہم سب مل جائیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کریں گے"۔

اس پر حاضرین میں سے کسی نے کہا "جب تم موت کی سزا کا قانون بناتے ہو تو ہم

سب کس طرح مل سکتے ہیں" اس بے باک جملہ پر کرنسکی نے کہا " ذرا صبر کرو۔ جب میں کسی قتل کی سزا کے حکم پر اپنے دستخط کروں اس وقت تم مجھ کو برا بھلا کہنا" کرنسکی کے بعد ٹروٹسکی تقریر کرنے کھڑا ہوا۔ اس نے کھڑے ہوتے ہی کہا" اگر موت کی سزا کا قانون حالات کی بنا پر ضروری ہے تو کرنسکی کس طرح یہ کہتا ہے کہ وہ اس کو استعمال نہیں کریگا اور اگر وہ یہ وعدہ کر رہا ہے کہ اس کو کبھی استعمال نہیں کریگا تو یہ قانون کیوں بنایا گیا اس قانون کے بنانے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کرنسکی ایسے سنگین قانون کی اہمیت نہیں سمجھتا" اس پر تمام حاضرین نے ٹروٹسکی کی موافقت کی وزیر انصاف ڈیمینتوف کا بیان ہے" سزائے موت کی بابت بیان دیکر کرنسکی نے اپنی اور عارضی حکومت کی حیثیت کو مٹی میں ملا دیا" ٹروٹسکی نے دوران تقریر میں یہ اعلان کیا۔

" ہماری پارٹی جمہور کی منظم مرضی کے بغیر طاقت پر قبضہ کرنا نہیں چاہتی" اس کا یہ مطلب تھا کہ جبتک سوویٹ میں ہماری اکثریت نہیں ہوتی اور جب تک سوویٹ کی کانگرس میں یہ تجویز منظور نہیں ہو جاتی کہ بولشیوک حکومت پر قبضہ کرلیں اس وقت تک ہم حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے۔ اعلان میں یہ بھی کہا گیا تھا " موجودہ کانفرنس کی صرف ان تجاویز پر عمل درآمد ہو سکتا ہے جن کو تمام ملک کی سوویٹ کانگرس منظور کرے ہمیں مزدوروں کو مسلح کرنا چاہئے" اس پر آوازیں آئیں۔ کیوں؟ کس لئے؟ ٹروٹسکی نے جواب دیا" ہم مزدوروں کو اس لئے مسلح کرنا چاہتے ہیں تاکہ انقلاب کے خلاف بغاوت کو روک سکیں" ٹیسرٹلیلی نے کہا۔ "ہمکو اس سے۔ بولشیوک کا مقصد دوسرا ہے" ٹیسرٹلیلی کا گمان درست تھا۔

پری پارلیمنٹ کا انعقاد بہت ردوکد کے بعد اس جمہوری کانفرنس میں یہ تجویز منظور ہوئی کہ

سب پارٹیوں سے ۵۰۰ نمائندے نامزد کر کے ایک جمہوری ادارہ بنایا جائے جس کا نام پری پارلیمنٹ رکھا جائے اور جب تک مجلس دستور ساز منعقد ہو یہ پارلیمنٹ ملک کے لئے ضروری آئین و قوانین بناتی رہے لیکن جب یہ ادارہ بنا تو حکومت نے اس پارلیمنٹ میں ۱۲۰ امیر طبقہ کے اور ۲۰ کوسک نمائندے نامزد کر دئے۔ بولشیوک پارٹی کے لئے اب یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا اس پارلیمنٹ میں حصہ لیں یا نہ لیں۔ اس پارلیمنٹ میں حصہ لینے کے یہ معنی تھے کہ برجوازی حکومت میں شرکت کی جا رہی ہے اور انقلابی راستہ ترک کر کے آئینی راستہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ بولشیوک پارٹی کی مرکزی کمیٹی میں پارلیمنٹ میں شرکت و غیر شرکت کا مسئلہ پیش ہوا۔ ٹروٹسکی نے کمیٹی کے جلسہ میں پری پارلیمنٹ کو بائیکاٹ کرنے کی تجویز پیش کی۔ کیمونیف۔ ریکوف اور زینوئیوف نے اس تجویز کی مخالفت کی اور سرڈولوف۔ جافے۔ اور استالین نے موافقت کی۔ بحث و مباحثہ کے بعد جب تجویز پہ رائے لی گئی تو ۷ ۲ رائے سے بائیکاٹ کی تجویز گر گئی۔

دراصل واقعہ یہ تھا کہ بولشیوک پارٹی کے لیڈروں میں ابھی تک تلون مزاجی تھی اور جب بھی انقلابی راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کن لمحہ آتا تھا ان کی اکثریت ہچکچانے لگتی تھی۔ پارٹی کے اونچے طبقہ میں تذبذب اور اغماز بہت ہی بڑھا ہوا تھا پری پارلیمنٹ کی شرکت کے بارے میں لینن اور ٹروٹسکی کی ایک رائے تھی ۲۴ ستمبر کو لینن نے لکھا "ہمیں پارلیمنٹ کا بائیکاٹ کرنا چاہئے۔ ہمیں مزدوروں۔ سپاہیوں اور کاشتکاروں کے سوویٹوں میں گھسنا چاہئے۔ ہمیں جمہور سے کہنا چاہئے کہ کہ کرنسکی کو فنا کر دو اور کیونکہ مینشیوک اور سوشل انقلابی پارٹیوں نے ہمارے ساتھ

سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا ہے اس لئے ان سے جان توڑ کر لڑنا چاہئے اور اس کو سب انقلابی اداروں کے انتخاب میں شکست دینی چاہئے۔ ٹروٹسکی کو مرحبا کہ وہ بائیکاٹ کے لئے لڑ رہا ہے۔ بائیکاٹ کی تجویز کو اس لئے شکست ہوگئی کہ وہ ان منتخب لوگوں کے سامنے پیش ہوئی جو جمہوری کانفرنس میں شریک تھے (اگر بولشیوک پارٹی کے ابتدائی ممبروں کی رائے لی جاتی تو بائیکاٹ کی تجویز منظور ہو جاتی) بائیکاٹ زندہ باد" اس موقع پر لینن کی کسی نے نہ سُنی اور ریازنوف نے پارٹی کی طرف سے پارلیمنٹ میں شرکت کا اعلان کر دیا۔

اب کرنسکی نے نئی کابینہ بنا لی جس میں چھ بر جوازی وزیر اور دس نیم سوشلسٹ قسم کے وزیر نامزد کر دئے۔ اِدھر تو کرنسکی نے حکومت کی کابینہ بنائی اُدھر پٹروگریڈ کے سوویٹ میں نئی مجلس عاملہ کا انتخاب ہوا جس میں ۱۳ بولشیوک ۶ سوشل انقلابی اور ۳ مونشیوک چنے گئے اور ٹروٹسکی اس سوویٹ کا صدر مقرر ہوا۔

ٹروٹسکی کے زیر صدارت سب سے پہلی جو تجویز پاس کی گئی یہ تھی "نئی حکومت روس کی تاریخ میں خانہ جنگی دور کی حکومت ثابت ہوئی ہے تمام ملک اس حکومت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ دراصل جمہوری حکومت وہ ہوگی جس کو تمام روس کی سوویٹ کی کانگرس منتخب کرے گی" کرنسکی کی نئی حکومت کی ذہنیت اس قدر رجعتی تھی کہ سوکولوف سنیٹ کے ایک اجلاس میں کاروباری لباس میں آیا تو ممبروں نے اس کو جلسے میں شرکت نہیں کرنے دی۔ تصنع اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ وزیر آپس میں ایک دوسرے کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ وزیر کو اس کے محکمہ کے نام سے پکارتے تھے۔ مثلاً وزیر جنگ صاحب۔ وزیر انصاف صاحب وغیرہ کرنسکی نے کابینہ تو

بنالی تھی لیکن اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ ملک کا اس کا بینہ پر اعتماد نہیں ہے۔ اس زمانہ میں سرمایہ دار اور بورجوازی طبقے تو کرنسکی کے اس لئے خلاف ہو گئے کہ اس نے کورنیلوف سے غداری کی تھی اور غریب طبقہ اس لئے مخالف تھا کہ کرنسکی نے کورنیلوف کو سزا نہیں دی تھی۔ کرنسکی کو اب یہ احساس ہو گیا تھا کہ واقعات مساعدت نہیں کر رہے۔ بولشیوک کا اثر بڑھ رہا ہے اور دوسری پارٹیاں کمزور ہوتی چلی جا رہی ہیں چنانچہ کورنولوف کو صدر بنا کر کرنسکی خود صدر دفتر میں جا بیٹھا کچھ دن بعد محاذ جنگ پر چلا گیا۔ کرنسکی اپنے دن پورے کر تا پھرتا تھا۔ میلیکوف کا بیان ہے "کرنسکی کے پیر تلے کی زمین نکلی چلی جا رہی تھی اس میں مالیخولیہ کی سی کیفیات نمایاں ہو گئیں تھیں صبح کے وقت وہ بہت سست معلوم ہوتا تھا اس کے بعد کسی دوا کے استعمال سے شام کے وقت بہت چست ہو جاتا تھا" کرنسکی کا مصاحب اسٹانکبورچ لکھتا ہے۔

" اس زمانے میں کرنسکی کی عجیب حالت تھی اس کی دماغی اور جذباتی دنیا میں ایک خلا پیدا ہو گیا تھا۔ سیاسی جد وجہد کی ناکامی نے اسکی امیدوں کو مایوسی میں بدل دیا تھا اس کے پاس نہ ملنے جلنے والے تھے اور نہ کوئی وفد داد و فریاد کے لئے آتا تھا اس کو فرصت ہی فرصت تھی اور مجھے اس سے گھنٹوں باتیں کرنے کا موقع ملتا تھا۔ وہ اس انسان کی طرح باتیں کرتا تھا جس نے اپنی زندگی کا مشن پورا کر دیا ہو اور اب اسے کچھ کرنا باقی نہ ہو۔" واقعہ یہ تھا کہ اس زمانہ میں کرنسکی ہی کا یہ حال نہ تھا بلکہ سرمایہ دار اور بورجوازی جماعت پر بھی جمود طاری ہو گیا تھا۔ وہ اپنا مشن پورا کر چکی تھیں اب ایک پرولتاری جماعت قوت پکڑتی جا رہی تھی اور وہ حکومت پر قبضہ کرنے والی تھی۔

چھٹا باب

اکتوبر کا انقلاب

اکتوبر کے انقلاب کے اسباب

غریب کسان اور مزدور کے لئے لگان اور مزدوری کا سوال ہمیشہ اہم ہوتا ہے چنانچہ روس کی اقتصادی حالت خراب ہونے پر وہاں یہ دونوں سوالات اور بھی نمایاں ہو گئے تھے۔ غریب کسان سے اراضی کی پیداوار کا ۶۰ فی صدی یعنی چالیس کروڑ روبل لگان لیا جا رہا تھا جو اس پر بہت شاق تھا اور اس کو بغاوت پر آمادہ کر رہا تھا۔ مزدور کی اجرت اتنی کم تھی کہ وہ پیٹ بھی نہیں پال سکتا تھا۔ یہ دونوں طبقے اقتصادی حالات کی وجہ سے بے چین تو ہو رہے تھے لیکن ان میں وہ تخلیقی قابلیت اور خود اعتمادی پیدا نہیں ہوئی تھی جو انقلاب کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ ان کی بے چینی کو انقلابی جدوجہد میں ڈھالنے کے لئے تبلیغ کی ضرورت تھی جس کو مدنظر رکھتے ہوئے پٹروگریڈ کے کسانوں کے سوویٹ نے ۱۳۹۵ مبلغ دیہات میں روانہ کئے جو ۶۵ صوبوں میں پھیل گئے اور اپنے فرائض انجام دینے لگے۔ لیکن زیادہ تبلیغی کام ان سپاہیوں

نے کیا جو محاذ سے اپنے اپنے گاؤں واپس ہوئے۔ ایک کسان نمچیکاف کا بیان ہے "جب محاذ سے ہمارے گاؤں میں سپاہی آئے اور انہوں نے انقلابی بحث ومباحثہ شروع کیا تو ان کی باتوں کا گاؤں پر ایسا اثر ہوا جیسے کوئی سوتے سے جاگ گیا ہو" نازیکورود کے کمیسار کا بیان ہے "ضلع میں اس وقت سے بدامنی شروع ہوئی ہے جب سے سپاہی محاذ سے چھٹی لیکر یا بھاگ کر واپس آئے ہیں" ایک اور مقام کا کمیسار لکھتا ہے "جو سپاہی اور ملاح چھٹی لیکر آئے ہیں وہ بہت بدامنی پھیلا رہے ہیں" نہ صرف سپاہی بلکہ ان کی بیویاں بھی حکومت اور زمیندار کے احکام کی خلاف ورزی کر رہی تھیں اور لوٹ مار کی ترغیب دے رہی تھیں اس زمانہ کا ایک معتدل اخبار لکھتا ہے "غریب دہقان ابھی تک کچھ نہیں کر رہا بلکہ اپنے چاروں طرف کی زمین پر صرف نظر ڈال رہا ہے اس کی نظر یہ بتاتی ہے کہ وہ اپنے قرب وجوار کی زمین کو اپنی سمجھ رہا ہے" بڑے زمیندار حکومت کو اطلاع دے رہے تھے کہ گاؤں کے فوجی دستہ پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ چند مقامات پر فوجیوں نے دہقانوں کی حمایت کی ہے"

ایک کمیسار نے حکومت کو اطلاع دی "ہمیں سرکاری گھوڑوں کے لئے گھانس خریدنی پڑتی ہے" اس کے یہ معنی تھے کہ کسان نے بیگار دینی بند کر دی تھی پھر اطلاع آئی کہ غریب کاشتکاروں نے وزیر خارجہ کی اراضی کو آپس میں بانٹ لیا۔ گاؤں کی کمیٹی نے ڈوما کے صدر کے کارندہ سے کہا "گھانس ہمارے سپرد کر دو ورنہ تم کو گرفتار کر لیں گے"۔ کاشتکار گرجا کی اراضی پر بھی قبضہ کر رہے تھے۔ اقتصادی حالات اس درجہ خراب ہو گئے تھے کہ مختلف مقامات پر خوراک کی کمی کی وجہ سے بلوے ہو رہے تھے۔ کھیتیاں لوٹی جا رہی تھیں لیکن اس پر بھی سب کو روٹی میسر نہیں ہوتی تھی۔

بیماری پھیل گئی تھی اور بہت سے غریب مصیبت سے نجات پانے کے لئے خودکشی کر رہے تھے۔ ۸ ستمبر ۱۹۱۷ء کو ٹومبوف کے ضلع سے خبر آئی "سیکو کا گاؤں کے لوگ چاقوں۔ چھریوں۔ بلموں سے مسلح ہو رہے ہیں اور میقاف کی ریاست پر حملہ کرنے والے ہیں" ان حملہ کرنے والوں میں بالکل قلاش اور نسبتاً پیٹ بھرے (کولک) بھی شامل تھے۔ کولک کا خیال تھا کہ مزروعہ اراضی کو آپس میں بانٹ لیا جائے اور عمارتوں کو بجائے آگ لگانے کے سماجی کاموں کے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔ قلاش طبقہ کہتا تھا "ان عمارتوں کو جلا دو دشمنوں کو پناہ کا موقعہ نہ دو۔ اگر وافعات نے ساتھ ندیا تو یہ عمارتیں بڑی نقصان دہ ثابت ہوں گی" چنانچہ عمارتوں کو آگ لگائی جا رہی تھی اس زمانہ میں بڑے زمینداروں کی لیگ نے حکومت کو اطلاع دی "تین دن میں ۴۲ ریاستیں خاک وسیاہ کر دی گئی ہیں اور مقامی افسر لاچار ہیں" ایک کسان پونکف کا بیان ہے "ٹورائیڈ کے ضلع میں بلوائیوں نے کھیتوں پر قبضہ کر لیا ہزاروں مویشی ذبح کر ڈالے اور عمارتوں کو ایسا لوٹا کہ ان کی چوکھٹیں تک نہ چھوڑیں۔ پہلے تو بلوائی لوٹ کا سامان سر پہ رکھ کر لیجاتے تھے پھر گاڑیاں بھر بھر کر لیجانے لگے۔ دو دن اور دو رات تک گاڑیوں کا تانتا بندھا رہا۔ ۴۸ گھنٹوں میں انہوں نے سب صاف کر دیا" گرانڈ ڈیوک کی ریاست کی ایسی صفائی کی کہ چولہے کی لوہے کی چادریں تک لے گئے اور جو چیز نہ لے جا سکے اس کو آگ لگا دی۔ فوجی سپاہی، بلوائیوں کو روکنے کی بجائے ان سے یہ کہہ رہے تھے "جب بھیڑیئے کا بھٹ تباہ کر دیا تو بھیڑیئے کو بھی مت چھوڑو" چنانچہ جو زمیندار ہاتھ پڑ جاتا تھا ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ زمانے کا انقلاب دیکھیئے کہ کسی زمانہ میں زمیندار کاشتکار سے یہ کہا کرتا تھا۔

"چونکہ تم میرے ہو اس لئے جو کچھ تمہارا ہے وہ بھی میرا ہے"۔ اب کاشتکار زمیندار سے کہتا تھا "چونکہ تم میرے ہو اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ میرا پیدا کردہ ہے اس لئے جو کچھ تمہارا ہے وہ میرا ہے"۔ لیکن اس کے یہ معنی نہ سمجھنا چاہئیں کہ کاشتکار اشتراکی ملکیت پر راضی ہو گیا تھا۔ نہیں۔ وہ غریب کی ملکیت قائم رکھنے کا حامی تھا کسان کہتا تھا "مزدور کو زمین دیدو وہ اشتراکی ملکیت کا خواب دیکھنا چھوڑ دیگا۔ ہم اپنی زمین کسی کو نہیں دیں گے۔ ہاں بڑے زمیندار آسانی سے زمین دے سکتے ہیں کیونکہ ان کو مفت ملی ہے۔ لیکن ہم نے اپنا خون پسینہ کرکے زمین حاصل کی ہے ہم اس کو کبھی نہیں چھوڑیں گے"۔

اس قحط کے زمانہ میں حکومت نے یہ ظلم کیا کہ اپنی خریداری کو مدنظر رکھتے ہوئے اناج کے لئے ایک خاص نرخ مقرر کردیا لیکن دوسری اشیا کے نرخ پر کوئی پابندی نہیں لگائی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اناج کا نرخ تو جتنا تھا اتنا رہا لیکن جنگ کی وجہ سے دوسری اشیار کے دام بہت چڑھ گئے اور کسان کو نرخ کی پابندی سے بہت نقصان ہونے لگا۔ کاشتکار اور غریب زمیندار یہ چاہتے تھے کہ جیسے دوسری اشیار کے دام بڑھ رہے ہیں انہیں بھی اناج کے دام بڑھانے کا حق ہونا چاہئے لیکن حکومت مانع تھی بولشیوک ان حالات سے پورا فائدہ اٹھا رہے تھے۔ اور کسان سے کہہ رہے تھے "ہمارے ہاتھ میں طاقت آنے دو ہم اناج اور دوسری اشیا میں منصفانہ نسبت قایم کریں گے"۔ کسان اپنے فائدہ کی خاطر بولشیوک کے ساتھ ہو رہے تھے۔ بوفا کے ضلع سے خبر آئی کہ گاؤں کی کمیٹی کا ممبر واسیلوف بولشیوک پارٹی کا پروگرام تقسیم کر رہا ہے اور اعلانیہ کہتا ہے کہ

زمینداروں کو مار ڈالو۔ ایک کسان زماآرن نامی کا بیان ہے کہ مزدور گاؤں درگاؤں پھر رہے تھے اور بولشیوک پارٹی کا پروپگنڈا کر رہے تھے۔ ایک ۲۶ برس کا نوجوان گاؤں میں آیا اور سب سے یہ کہتا پھرا کہ عارضی حکومت کے خلاف بغاوت کردو اور لینن کی پیروی کرو۔

ستمبر اور اکتوبر کے مہینے میں جب فصلیں کٹ چکیں تو کسان کو فرصت ہوگئی اور اس نے پہلے سے بھی زیادہ قتل و غارت شروع کردی۔ اس زمانہ میں غربا نے روس کے شرفا کی تہذیب (جس کے پوشکن اور ٹالسٹائی نے گیت گائے ہیں) اسی بربریت سے فنا کی جس بربریت سے ان شرفا کے آباؤ اجداد نے غریبوں کے باپ دادا کو قلاقمع کیا تھا۔ دیہات کے مختصر سے حالات بیان کرنے کے بعد اب ہم دوسری سمت نظر ڈالتے ہیں۔

موسکو کو دار الخلافہ بنانے کی تجویز ریگا کی فتح کے بعد پٹروگریڈ پر جرمن حملہ کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا اور چونکہ ریگا کے بعد پٹروگریڈ بولشیوک رجحانات کا مرکز بن گیا تھا اس لئے جن مصلحتوں کی بنا پر ریگا جرمنی کے سپرد کیا جا چکا تھا پٹروگریڈ بھی دشمنوں کے سپرد کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ حکومت نے دو ہفتہ کے اندر اندر دار السلطنت بدلنے کا حکم دیدیا اس زمانے میں روڈزینکو نے اخبار میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا "پٹروگریڈ کا خدا حافظ لیکن مجھے سوویٹ اور اسی قسم کے دوسرے اداروں کے فنا ہوجانے سے خوشی ہوگی کیونکہ روس کی تباہی انہیں کی وجہ سے ہو رہی ہے بالٹک کا بیڑا بھی تباہ ہوجانے دو۔ وہ بیڑا بھروسہ کے قابل نہیں ہے" اس بیان سے جمہور کو یقین ہوگیا کہ بولشیوک کو تباہ کرنے کی خاطر

بر جوازی طبقہ پیٹروگریڈ اور بالٹک کے بیڑے پر جرمنی کا قبضہ کرانا چاہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بر جوازی طبقہ کے اس رویہ کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے ۶ راکتوبر کو سپاہیوں کے سوویٹ کا اجلاس ہوا جس میں ٹروٹسکی نے یہ تجویز پیش کی "اگر عارضی حکومت پیٹروگریڈ کی حفاظت نہیں کر سکتی تو اس کو صلح کر لینی چاہیئے یا دوسروں کے لئے جگہ خالی کر دینی چاہیئے۔" اس احتجاج کا یہ اثر ہوا کہ حکومت نے دارالخلافہ بدلنے کا خیال ترک کر دیا۔

پری پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس

لیکن اس عمل سے حکومت کی کمزوری کا چرچا ہونے لگا چنانچہ جمہور میں دوبارہ وقار قائم کرنے کے لئے ۷ راکتوبر کو حکومت نے پری پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس بلایا جس میں کرنسکی نے افتتاحی تقریر کرتے ہوئے کہا "حکومت کو پوری طاقت حاصل ہے لیکن حکومت ہر معقول تجویز سُننے کے لئے تیار ہے"۔ کرنسکی تقریر کر رہا تھا اور ممبر کانا پھوسی کر رہے تھے کہ پارلیمنٹ کے بائیکاٹ کی تجویز بولشیوک پارٹی نے منظور کر لی ہے اور وہ اس اجلاس سے اٹھ کر جانے والے ہیں۔ کرنسکی کی تقریر کے بعد حسب دستور بولشیوک پارٹی کو اظہار خیال کے لئے دس منٹ ملے۔ ٹروٹسکی نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا "اس پارلیمنٹ میں مالدار جماعت کے نمائندے ملک کی جماعتوں کے آپس کے تناسب سے زیادہ ہیں جس کا ان کو حق نہیں پہنچتا۔ حکومت کی اقتصادی پولیسی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ غریب کو بغاوت پہ آمادہ کر رہی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ حکومت دیدہ و دانستہ پیٹروگریڈ پہ جرمن قبضہ کرا رہی ہے تاکہ انقلابی پارٹی کو دھکا لگے۔"
ٹروٹسکی کا یہ کہنا تھا کہ مخالفوں کی طرف سے "جرمن سونے" اور "لینن کی بند گاڑی" کے

آوازے کسے جانے لگے جب خاموشی ہوئی تو ٹروٹسکی نے کہا" ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس رجعت پسند اور غدار حکومت سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے ہم مزدوروں۔ سپاہیوں اور کسانوں سے کہتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے چوکنے اور خبردار رہو۔ اس حکومت کے ہاتھوں انقلاب اور جمہور خطرے میں ہیں۔ انقلاب کو خطرے سے بچانے کے لئے سب طاقت سوویٹ کے ہاتھ میں ہونی چاہئے" اس اعلان کے بعد ٹروٹسکی اور اس کے ساتھی اجلاس سے اٹھ کر چلے گئے۔ بالشیوک نے پارلیمنٹ سے علیحدہ ہو کر انقلابی جدوجہد اور بھی تیز کر دی۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مختلف شہروں کے ڈوما میں بالشوک کو اکثریت حاصل ہو گئی اس اکثریت سے فائدہ اٹھا کر بولشیوک نے شہروں کی ڈوما (میونسپل کمیٹیاں) ختم کر دیں اور ان کی جگہ سوویٹ نے لے لی جن کا یہ مطالبہ تھا کہ پٹروگریڈ کی حفاظت مجلس عاملہ کو اپنے ہاتھ میں لینی چاہئے۔ چنانچہ ۹ اکتوبر کو بظاہر جمہور کا مطالبہ پورا کرنے کے لئے مجلس عاملہ نے ایک تحفظی کمیٹی اور لال فوج بنانے کا اعلان کر دیا جس کا مقصد کاغذ پر تو پٹروگریڈ اور انقلاب کی حفاظت کرنا تھا لیکن دراصل بالشیوک کا اثر مٹانا تھا۔ اسی کمیٹی کے بن جانے سے بولشیوک بہت خوش ہوئے کیونکہ اب ان کو عوام کو مسلح کرنے کا موقع مل گیا۔ دراصل بولشیوک خود ایک فوجی ادارہ بنانا چاہتے تھے تاکہ بغاوت کے لئے عوام کو تیار کریں لیکن وہ اپنی پارٹی کی طرف سے کوئی ایسی تجویز پیش کرنا نہیں چاہتے تھے جن کو ان کے بغاوت کرنے کے ارادے کے ثبوت میں پیش کیا جا سکے۔ بولشیوک بھی کیونکہ تحفظی کمیٹی کے ممبر تھے۔ اس لئے انہیں اس کمیٹی کی آڑ میں جمہور کو مسلح کرنے کا موقع مل گیا جس کے وہ مدت سے متلاشی تھے۔

اس موقع سے بولشیوک پارٹی نے خوب فائدہ اٹھایا اور جمہور کو مسلح کر دیا ٹروٹسکی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں پرولتاریوں کا ایک وفد میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ "ہمارے لئے ہتھیاروں کا انتظام کر دیجئے" ٹروٹسکی نے جواب دیا "ہتھیار بنانے کے کارخانہ ہمارے قبضے میں نہیں ہیں میں کیسے انتظام کر سکتا ہوں" اس پر وفد نے کہا "فیکٹری والے یہ کہتے ہیں کہ اگر سوویٹ کے صدر سے تم حکم لکھوا لاؤ تو ہم ہتھیار دے دیں گے" ٹروٹسکی کا بیان ہے " یہ سنکر میں نے فیکٹری کے نام وفد کو پانچ ہزار رائفل دینے کا حکم لکھدیا اور ان کو رائفلیں مل گئیں "

بر جوازی پریس کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے خوب شور مچایا کہ ایک غیر متعلق سزا یافتہ آدمی جو ضمانت پر رہا ہے اس کے حکم پر فیکٹری نے کیسے ہتھیار دے دیے۔ لیکن باوجود برجوازی طبقہ کے اکسانے کے حکومت نے چون تک نہ کی۔ البتہ مجلس عاملہ نے یہ حکم نکالا کہ بلا اس کی اجازت کے ہتھیار نہ دے جائیں۔

حکومت کی خاموشی نے بولشیوک کی ہمتیں اور بھی بڑھا دیں اب انہوں نے مجلس عاملہ پر یہ زور دینا شروع کر دیا کہ سوویٹ کی کانگرس فوراً بلائی جائے اور عارضی حکومت پر قبضہ کرنے کا مسئلہ اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ بولشیوک کے اسرار پر مجلس عاملہ نے کانگرس کے انعقاد کے لئے پہلے تو ۲۰ اکتوبر مقرر کر دی لیکن بعد میں انعقاد ملتوی کر دیا اس پر ٹروٹسکی نے اعلان کیا " اگر کانگرس آئینی طریقہ پر نہیں بلائی گئی تو غیر آئینی طریقہ پر بلائی جائے گی " بالشیوک نے صرف دھمکی ہی نہیں دی بلکہ شمالی روس کے سوویٹوں کی ایک کانگرس بھی منعقد کر ڈالی

جس میں ۲۳۲ مقامات سے ۶۵۰ نمائندے شریک ہوئے. اس کانگرس میں دو فیصلہ ہوئے ایک یہ کہ سوویٹ کو حکومت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے دوسرا یہ کہ پیٹروگریڈ سے انقلابی فوج نہیں ہٹانے دینی چاہئے۔ اس فیصلہ کی بنا پر تمام ملک کو یہ یقین ہو گیا کہ بغاوت کا وقت قریب ہے۔

فیکٹریوں اور بازاروں میں یہی ذکر تھا۔ حکومت نے بھی اپنے طرف دار مسلح کرنے شروع کر دئے تھے لیکن بالشوک ہنوز یہی کہہ رہے تھے کہ ان کا بغاوت کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ پیٹروگریڈ کے سوویٹ کے اجلاس میں ٹروٹسکی نے دوران تقریر میں کہا " چند دن سے اخبارات میں اس قسم کی خبریں نشر ہو رہی ہیں کہ بغاوت ہونے والی ہے۔ سوویٹ ایک جمہوری ادارہ ہے اور اس کی سب تجاویز جمہوری طریقہ پر بحث و مباحثہ کے بعد منظور کی جاتی ہیں اگر ہمارا بغاوت کرنے کا ارادہ ہوتا تو یہ چیز چھپ نہیں سکتی تھی۔ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہمارا بغاوت کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ لیکن اگر حالات نے مجبور کیا تو ہم مزدور اور سپاہی کے دوش بدوش جان دینے کو تیار ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ ہزار رائفل کے حکم پر دستخط کئے۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں کئے۔ سوویٹ مزدوروں کو مسلح کرنے سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ ہم حکومت سے اس بات پر ٹکرائے ہیں کہ وہ پیٹروگریڈ کی انقلابی فوج کو باہر لے جا کر ہم کو پسوانا چاہتی ہے۔ ہم ہرگز ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سوویٹ کانگرس پیٹروگریڈ میں منعقد ہونے والی ہے جس میں یقینی طور پر حکومت پر قبضہ کرنے کا سوال پیدا ہو گا۔ حکومت اس لئے انقلابی فوج کو پیٹروگریڈ سے ہٹانا چاہتی ہے تاکہ سوویٹ کانگرس پر

اثر ڈال سکے۔ اور اس کا فیصلہ اپنے موافق کرا سکے۔ اگر مخالفین نے ذرا بھی تشدد کیا تو ہم اس تشدد کا جواب تشدد سے دیں گے۔ اور لسقت تک لڑیں گے جب تک فتح نہ ہو جائے" دوسرے الفاظ میں ٹروٹسکی نے یہ کہا کہ بولشیوک حکومت پر قبضہ کرنے والے ہیں ان کو انقلابی فوج کی ضرورت ہے اس لئے وہ فوج کو پٹروگریڈ سے باہر نہیں جانے دیں گے۔

حکومت کے خلاف بولشیوک کے مظاہرے اسی زمانہ میں پٹروگریڈ کے سوویٹ نے جس میں بولشیوک کی اکثریت تھی ایک فوجی انقلابی کمیٹی پٹروگریڈ اور انقلاب کے تحفظ کیلئے بنائی اور ۲۲ر اکتوبر کو ایک مظاہرہ کیا۔ یہ بالکل پُرامن مظاہرہ تھا جس کا مقصد مخالفوں کو انقلابی طاقت کا احساس کرانا اور جو لوگ انقلاب کی کامیابی کو اب تک خواب سمجھ رہے تھے ان کو یقین دلانا تھا کہ انقلاب ہوا چاہتا ہے۔ بولشیوک کو یہ خیال بھی تھا کہ مظاہرہ سے متاثر ہو کر مخالف شاید بلا لڑے حکومت سے دست بردار ہو جائیں۔ اس روز سوائے امیر طبقہ کے تمام پٹروگریڈ والے شہر کے مختلف مقامات پر جمع ہو گئے۔" اور کرنسکی مردہ باد" جنگ مردہ باد" اور "سوویٹ زندہ باد" کے نعرے لگانے لگے۔ سوشل انقلابی مسٹلاوسکی لکھتا ہے " ۲۲ر اکتوبر کا دن لاتعداد مقامات پر بڑے جوش وخروش سے منایا گیا" سوکانوف لکھتا ہے "میں جس جلسے میں شریک تھا وہاں جمہور کی حالت ایسی تھی جیسے لوگ وجد میں ہوں۔ ٹروٹسکی نے ایک تجویز پیش کی تو اس کی تائید میں ہزاروں ہاتھ اُٹھ گئے۔ میں ان تنے ہوئے ہاتھوں اور مردوں۔ عورتوں۔ بچوں۔ مزدوروں۔ اور سپاہیوں کی جوش سے دہکتی ہوئی آنکھوں میں انقلاب دیکھ رہا تھا۔ ٹروٹسکی تجاویز پیش کرتا جاتا تھا

اور ان کی تائید میں ہاتھ اٹھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ٹروٹسکی نے کہا۔ اس رائے دینے کو قسم کھانا سمجھو۔ یہ سُن کر مجمع نے ہاتھ اور اونچے اٹھا دئے۔ یعنی انہوں نے انقلاب کو کامیاب بنانے اور سوویٹ کے حکم پر جان قربان کرنے کی قسم کھائی۔"
اس روز نہ صرف پٹروگریڈ میں بلکہ آس پاس کے قصبوں میں بھی ۲۲ر اکتوبر کا دن منایا گیا۔ جمہور اور ان کے لیڈروں کو اب اپنی طاقت کا پورا احساس ہو گیا تھا لیڈر کہتے تھے کہ اب التوا نہیں ہو سکتا جمہور کہتے تھے اس مرتبہ انقلاب کر کے ہٹیں گے۔"

بغاوت کے آثار اس مظاہرہ سے متاثر ہو کر عارضی حکومت اور مجلس عاملہ نے یہ چاہا کہ سوویٹ سے صلح کر لیں لیکن اب وہ وقت آگیا تھا کہ صلح کی گفت وشنید بیکار تھی اب تو فتح و شکست کا سوال تھا۔ اس روز انقلابی فوجی کمیٹی نے ملکی انتظام کے لئے اپنے کیسار مقرر کر دئے اور یہ اعلان کر دیا" کیسار چونکہ سوویٹ کے منتخب کردہ ہیں اس لئے ان کا حکم منسوخ نہیں ہو سکتا کیسار کے حکم کی نافرمانی کرنا مزدوروں اور سپاہیوں کے ادارے سوویٹ کی نافرمانی کرنا ہے۔ جمہور کو اطلاع دی جاتی ہے کہ بدامنی ہونے کی صورت میں اپنے قریب کے کیسار سے مدد چاہیں" کیونکہ اس اعلان کی زبان حکومت کی سی زبان تھی۔ اس لئے سوکانوف نے انقلابی فوجی کمیٹی سے دریافت کیا" جو کچھ ہو رہا ہے یہ بیوقوفی ہے یا کمیٹی حکومت کے ساتھ وہ کر رہی ہے جو بلی چوہے کے ساتھ کرتی ہے"
سوکانوف کا دوسرا خیال زیادہ درست تھا۔ سوویٹ جمہور کے دباؤ سے کام لیکر حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ فوج سوویٹ کے زیر اثر آکر پٹروگریڈ پر حملہ

کرنے سے انکار کر رہی تھی اور حکومت کے فوجی مرکزی دفتر کے احکامات کی تعمیل ہونی بند ہو گئی تھی۔ لیکن کرنسکی ابھی تک یہ کہہ رہا تھا "میرا خیال ہے کہ ہم آسانی سے انقلابی لوگوں پر قابو پالیں گے۔ میں جو محاذ پر نہیں جا رہا اس کی یہ وجہ نہیں کہ مجھے پیٹرو گریڈ میں بغاوت کا خطرہ ہے۔ وہ تو میری عدم موجودگی میں بھی فرد کی جا سکتی ہے۔ بغاوت کے فرد کرنے کا سب انتظام مکمل ہے۔ میں ذاتی طور پر بہت خوش ہونگا اگر بولشیوک بغاوت کر دیں کیونکہ ان کے ایسا کرنے سے ہمیں بولشیوک کو کچلنے کا سنہری موقعہ مل جائیگا۔ میں تو اس کے لئے منت ماننے کو تیار ہوں" بورژوازی اخبارات لکھ رہے تھے "طوفان تو آ رہا ہے لیکن وہ گرد و غبار کو صاف کر دے گا"۔ کیڈٹ پارٹی کے ایک با اثر ممبر نے جون ریڈ سے کہا "بغاوت میں بولشیوک کو شکست فاش ہو گی اور اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ وہ مجلس دستور ساز کے موقع پر سر نہیں اٹھا سکیں گے"۔ انقلاب ہونے سے دو دن قبل یعنی ۲۲ اور ۲۳ اکتوبر کو کرنسکی یہ مشورہ کرتا پھرتا تھا کہ فوجی انقلابی کمیٹی کو گرفتار کرنے کا کونسا موقعہ اچھا ہو گا اور اس کے مشیر یہ کہتے تھے "ابھی سے گرفتار کر کے کیا ہو گا بغاوت ہونے دو پھر گرفتار کر لیں گے"۔

لینن کے خطوط لینن اگرچہ جولائی کے مہینہ میں روس سے بھاگ کر فنلینڈ چلا گیا تھا۔ لیکن اپنی کمین گاہ میں بیٹھا ہوا دن رات انقلاب کے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہا تھا اور ایک کتاب 'ریاست اور انقلاب' لکھنے میں مشغول تھا۔ دوسرے وہ بولشیوک مرکزی کمیٹی کو خطوط لکھ رہا تھا جن کی وجہ سے کمیٹی بغاوت کرنے پر آمادہ ہو رہی تھی اپنی کتاب 'ریاست اور انقلاب' کی بابت جولائی میں لینن نے کمیونیف کو

لکھا" میں نے مارکس اور انجلز کے چند اقتباسات جمع کئے ہیں اور ان کی وضاحت بھی کر دی ہے اس مسودہ پر نیلا کاغذ چڑھا ہوا ہے۔ اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو تم اس کتاب کو ترتیب دے کر شایع کر دینا۔ تم ایک ہفتہ میں اس کو ترتیت دے لوگے میں اس کام کو بہت اہم سمجھتا ہوں" اس کتاب میں لینن لکھتا ہے "اگر ریاست سماجی تقاضوں کے مطابق بدلتی رہا کرتی تو کسی زمانے میں بھی انقلاب نہ ہوتا۔ لیکن دنیا میں انقلاب ہوتے چلے آئے ہیں آخر بر جوازی طبقہ بھی تو انقلاب ہی کے ذریعہ سے برسر اقتدار آیا ہے۔ اب مزدوروں کے انقلاب کرنے کی باری ہے اس پر برجوازی طبقہ کیوں چراغ پا ہوتا ہے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ مزدور ریاست کے ادارے چلانے کے اہل نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ادارے تو صرف برجوازی طبقہ کے مفاد کے لئے وجود میں آئے تھے۔ ہمیں انہیں چلانے کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے ہیں اور ان کی بجائے سوویٹ قایم کرنے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم ریاست کا کاروبار چلائیں گے"

لینن کے خطوط وقتی سیاسی ضرورتوں کے متعلق ہیں مثلاً ستمبر کے آخر میں جب مجلس دستور ساز کے لئے بولشیوک پارٹی نے جو نمایندے منتخب کئے تھے ان کی فہرست شائع ہوئی تو لینن نے لکھا " اس فہرست میں مزدور کم ہیں اور پڑھے لکھے لوگ بہت ہیں۔ اگر ان کو مجلس دستور ساز میں نمایندہ بنا کر بھیج دیا تو یہ طویل بحث و مباحثہ میں پھنس کر رہ جائیں گے دوسرے اس فہرست میں بہت سے ایسے لوگوں کے نام ہیں جن کی وفاداری کی آزمایش کا موقع نہیں آیا ان کو نمایندہ بنا کر بھیجنا مناسب معلوم نہیں ہوتا البتہ ٹرٹسکی جیسے نمائندے کے

جانے میں کوئی مضائقہ نہیں جس نے ہر آڑے وقت میں پرولتاریوں کا ساتھ دیا ہے لیکن اس فہرست میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جن کی بابت یہ کہا جا سکتا ہے۔"

ایک خط میں لکھتا ہے "مینشیوک اور سوشل انقلابی پارٹیوں کی تلون مزاجی سے جمہور بیزار ہو رہے ہیں۔ اگر پیٹروگریڈ اور موسکو میں ہماری اکثریت ہو جائے تو کسان ہماری طرف ڈھل جائیں گے۔ ان دونوں مقامات کے سوویٹوں میں جب بولشیوک پارٹی کو اکثریت ہو جائے تو فوراً حکومت پر قبضہ کر لینا چاہئے۔"

ایک اور خط میں لکھتا ہے "انقلابی پرولتاریوں کی قوت عمل بہت زیادہ ہوتی ہے ان کی قوت عمل کا اندازہ اس سے نہیں لگانا چاہئے کہ وہ جمہوری اداروں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ جمہوری اداروں کی قید و بند میں رہ کر پرولتاری اپنی قوت عمل کا مظاہرہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے عمل کا طریقہ دوسرا ہوتا ہے ان کے قوت عمل کے مظاہرہ کے لئے دوسری نوعیت کے اداروں کی ضرورت ہے ان اداروں میں ان کی عملی قوت کھولتے ہوئے پانی کی طرح ابلنے لگتی ہے۔ جمہور کی قوت عمل سیاسی انتخابات کے وقت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ میدان جنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگر کسان بغاوت کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں تو یہ اتنا عظیم الشان واقعہ ہے کہ اگر چند حالات بغاوت کے خلاف بھی ہیں تو ان کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ کسان کا مسئلہ ملک کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر حکومت کو کسان پر فتح ہو گئی تو سمجھ لو کہ انقلاب بھی خواب و خیال ہو گیا۔ کسان کے علم بغاوت بلند کرتے ہی ہم کو بغاوت کر دینی چاہئے ایسا سنہری موقع دوبارہ نہیں آ سکتا۔ عمل کا لمحہ آ گیا ہے تمام دنیا کے پرولتاریوں کا مستقبل

تمہارے ہاتھ میں ہے۔ لوہا سُرخ ہے۔ زبردست چوٹ مارو۔"

اس زمانہ میں لینن کو تمام عالم میں پرولتاری انقلاب ہونے کا یقین تھا چنانچہ وہ اپنے بیشتر خطوط میں لکھتا ہے "بولشیوک پارٹی انقلاب کے دروازے پر کھڑی ہوئی ہے اس کو اب دروازے میں داخل ہو جانا چاہیئے تمام دنیا اس کی تقلید کرے گی"۔ اگرچہ جنگ عظیم کے بعد تمام عالم میں پرولتاری انقلاب نہیں ہوا لیکن انقلاب شروع ہوا۔ مغربی یورپ کے سرمایہ دار اور برجوازی طبقوں نے دنیا کو پرولتاری انقلاب سے بچا لیا لیکن مغربی یورپ کی انقلابی فضا ہی کا یہ اثر تھا کہ سرمایہ دار ملکوں کو روس کی نحیف پرولتاری حکومت پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور بولشیوک کو اپنا نظام مستحکم کرنے کا وقفہ مل گیا لینن کے نزدیک روس میں جو کچھ بھی ہوا وہ مغربی یورپ کی انقلابی فضا کا مرہون منت ہے۔

اکتوبر کے مہینے میں ایک خط میں لکھتا ہے "بغاوت شروع کرنے کے لئے کوئی خاص دن مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ وقت کا تعین وہی لوگ بخوبی کر سکتے ہیں جو جمہور اور سپاہیوں کے ساتھ ملکر کام کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ چاہیئے کہ تعداد کی طرف نہ دیکھیں بلکہ وفادار اور اولالعزم لوگوں کو فیکٹریوں اور سپاہیوں کی بارگوں میں تبلیغ کے لئے روانہ کر دیں۔ اپنی وفادار رجمنٹوں کو اہم مورچوں پر بھیجدیں۔ جہاں جمہوری کانفرنس ہو رہی ہے اس جگہ کا محاصرہ کر لیں۔ پیٹر اور پال کے قلعہ پر قبضہ کر لیں۔ حکومت اور فوجی محکمہ کو گرفتار کر لیں۔ وقت آنے پر ہمیں انقلابی فوج حکومت کی فوج کے مقابلے میں روانہ کر دینی چاہیئے اور

اس بات کی از حد کوشش کرنی چاہیئے کہ حکومت کی فوج شہر میں نہ داخل ہونے پائے۔ ہمیں تار گھر اور ٹیلیفون گھر پر قبضہ کر لینا چاہیئے اور وفادار لوگ کام پہ لگانے چاہئیں وغیرہ۔" لینن کا یہ خط جب بولشیوک مرکزی کمیٹی میں پہونچا تو سب ہکا بکا رہ گئے کیونکہ ابھی تک کسی نے بغاوت کے مسئلہ کو اس طرح نہیں سوچا تھا۔ بوخارن کا بیان ہے "جب یہ خط آیا تو ہم سب اس کو پڑھ کر بہت متعجب ہوئے۔ اور ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ اس خط کو جلا دینا چاہیئے۔" یہ لینن کا پہلا اور آخری خط تھا جو مرکزی کمیٹی نے جلایا۔ لینن کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ مرکزی کمیٹی کی طرف سے بہت مایوس ہو گیا اور ایک رفیق کار سملگا سے مل کر روس پر حملہ آور ہونے کی سازش کرنے لگا۔ سملگا لینن کا پرانا ساتھی تھا اور روس سے فیلنڈ آیا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں کچھ طاقت بھی تھی۔ اس زمانہ میں لینن نے سملگا کو ایک طویل خط لکھا جس میں لکھتا ہے۔

لینن کا مرکزی کمیٹی سے اختلاف اور علیحدگی

"ہم سوائے تجاویز منظور کرنے کے کچھ نہیں کر رہے اور قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے بولشیوک بغاوت کرنے کیلئے کوئی تنظیم نہیں کر رہے ہیں۔ ہمیں اپنی پارٹی میں اس امر کی تلقین کرنی چاہیئے کہ بغاوت کے مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کریں تم انقلابی فوج کے چند لوگوں کی خفیہ کمیٹی بناؤ اور یہ معلوم کرو کہ پیٹروگریڈ اور اس کے آس پاس حکومت کی کتنی فوج پڑی ہے۔ اگر فنلنڈ کی فوج لیکر حملہ کیا جائے تو رسل و رسائل کا انتظام کس طرح ہوگا اور بیڑے کو کس طرح نقل و حرکت دینی چاہیئے وغیرہ۔" جب یہ تجویز بھی کامیاب نہ ہوتی دکھائی دی تو لینن نے بولشیوک مرکزی کمیٹی کے چیدہ چیدہ لوگوں کو کمین گاہ میں بلا کر

سمجھایا کہ وہ جا کر بولشیوک کی مرکزی کمیٹی کو بغاوت کرنے پر مجبور کریں۔ اس زمانہ میں لینن نے ایک مضمون "مواد پک چکا ہے" کے نام سے لکھا اس میں کہتا ہے "ہمیں یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہئے کہ پارٹی کے اونچے طبقہ میں یہ خیال ہے کہ نہ اس وقت بغاوت کرنی مناسب ہے اور نہ حکومت پر قبضہ کرنا مفید ہے۔ پارٹی کے لیڈر یہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہو سوویٹ کانگرس کے اجلاس اور فیصلے کے بعد ہو۔ ہمیں اس خیال کی مخالفت کرنی چاہئے اور فوراً کرنسکی کی حکومت پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ سوویٹ کانگرس کا انتظار کرنا حماقت ہوگا۔ کیونکہ کانگرس میں کوئی فیصلہ کن بات طے نہیں پا سکتی۔ کانگرس منعقد ہونے میں بارہ دن ہیں اس سے بیشتر ہی حکومت پر قبضہ ہونا چاہئے جب حکومت پر قبضہ ہو جائیگا تو کانگرس ہماری سب تجاویز منظور کر لے گی کیونکہ مرکزی کمیٹی نے ابھی تک میری تجاویز پر کوئی توجہ نہیں کی ہے۔ اور پارٹی کے اخبار کے اڈیٹر (استالین وغیرہ) میرے مضامین کو دیدہ و دانستہ دیر میں نشر کرتے ہیں۔ اور ان میں سے وہ حصص اڑا دئے جاتے ہیں جہاں میں پارٹی سے اختلاف کرتا ہوں۔ میں ان صورت حالات میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ مجھے بولشیوک کی مرکزی کمیٹی سے علیحدہ ہونے کی اجازت دیدی جائے تاکہ میں آزادی سے اپنے خیال کی اشاعت کر سکوں" لینن بظاہر تو مستعفی ہو گیا لیکن اس کے اور مرکزی کمیٹی کے تعلقات میں فرق نہیں آیا۔ پارٹی کی قید و بند سے آزاد ہو کر لینن نے براہ راست ان اداروں کو خط لکھنا شروع کر دئے۔ جن میں پارٹی کے نچلے طبقہ کی اکثریت تھی ایک مزدور ناموف نامی کا بیان ہے۔

"ہمارے پاس لینن کا ایک خط مرکزی کمیٹی تک پہنچانے کے لئے آیا۔ جب ہم نے خط پڑھا تو بہت متعجب ہوئے۔ اس خط سے ہمیں پہلی مرتبہ یہ انکشاف ہوا کہ لینن بہت مدت سے مرکزی کمیٹی کو بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے اور کمیٹی آج کل کر رہی ہے۔ اس خط کو پڑھنے کے بعد ہم نے مرکزی کمیٹی پر زور دیا کہ لینن کی تجاویز پر کاربند ہونا چاہیئے" لینن جانتا تھا کہ اس کی تجاویز نچلے طبقہ میں مقبول ہونگی۔ اور اونچا طبقہ بغاوت کا کام کانفرنس۔ تجاویزوں اور بحث و مباحثہ سے لینے کی کوشش کرتا رہیگا۔ لینن کا ہمیشہ یہ قاعدہ تھا کہ اڑے وقت میں وہ پارٹی کے نچلے طبقہ سے اپیل کرتا تھا چنانچہ اب بھی اس نے وہی تدبیر اختیار کی لینن کے نچلے طبقہ کو خطوط لکھنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ مرکزی کمیٹی بغاوت کرنے پر آمادہ ہو گئی۔

مرکزی کمیٹی میں لینن کی فتح

سوکانوف لکھتا ہے "قدرت کی نیرنگی دیکھئے کہ میرے گھر میں وہ اجلاس ہوا جس میں مرکزی کمیٹی نے بغاوت کی تجویز منظور کی میری بیوی بولشیوک تھی جب میں باہر سے آیا تو اس نے کہا تم تھکے ہوئے ہو اس لئے الگ جا سوؤ میں مکان کے باغ میں سو گیا۔ میرے سو جانے کے بعد گھر میں مرکزی کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ میرے گھر میں اجلاس کرنے کی یہ وجہ تھی کہ پولیس کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ مرکزی کمیٹی کا اجلاس سکانوف کے گھر پر ہو رہا ہے" اس اجلاس میں ۲۱ ممبروں میں سے ۱۲ ممبر موجود تھے لینن بھی بالوں کی ٹوپی اوڑھے۔ عینک لگائے اور داڑھی منڈائے اس اجلاس میں موجود تھا۔ ساری رات اجلاس ہوتا رہا۔ لینن نے اس جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا "ہمیں جنگ آزادی فوراً شروع کر دینی چاہیئے۔ کسان بغاوت پر تلا ہوا ہے۔ حکومت کو اس بغاوت کے

دبانے کے لئے بہت فوج درکار ہوگی۔ کسان کا بغاوت پر تیار ہونا ہمارے لئے
نعمت ہے" اس جلسے میں لینن نے یہ تجویز پیش کی "مرکزی کمیٹی کو بین الاقوامی
حالات کا اندازہ ہے اور ملک کی فوجی کیفیت کا بھی علم ہے اور اس کا بھی علم ہے
کہ کسان بغاوت پر آمادہ ہیں۔ جمہور ہم پر اعتماد کرنے لگے ہیں اور اس کے بھی آثار
نمایاں ہو رہے ہیں کہ رجعت پسند عناصر متحد ہو کر انقلاب کو فنا کرنے کی کوشش
کر رہے ہیں۔ ان حالات میں مرکزی کمیٹی دوسری کمیٹیوں کو ہدایت کرتی ہے کہ
وہ جنگ آزادی کے لئے تیار ہو جائیں" یہ تجویز آٹھ رائے سے منظور ہو گئی۔ زینوویف
کیمونیف اور ان کے پیرو اس کے مخالف تھے ان کا خیال تھا کہ انقلاب کے
مستقبل کو بغاوت کی کامیابی پر منحصر کر دینا دانشمندی نہیں اگر بغاوت کامیاب
نہ ہوئی جس کے امکانات ہیں تو انقلاب ختم ہو گیا۔ ان کا خیال تھا کہ مجلس دستور
ساز بلانی چاہئے اس طرح ملک میں دو ادارے ہو جائیں گے ایک سوویٹ
پرولتاریوں کا ادارہ اور دوسرا مجلس دستور ساز برجوازی کا ادارہ یہ دونوں
ادارے مل کر حکومت کریں گے یہاں تک کہ بتدریج سب پرولتاری۔ ٹرپونجیا
برجوازی اور برجوازی بولشیوک کے ہم خیال ہو جائیں۔ لینن کہتا تھا "برجوازی
اور پرولتاریوں کے مفاد میں تضاد ہے۔ ان دونوں میں کسی طرح سمجھوتہ نہیں
ہو سکتا آخر اب تک بھی ٹرپونجیہ برجوازی اور برجوازی طبقوں نے سمجھوتہ کی
ہر کوشش کو ٹھکرایا ہے اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ اب سمجھوتہ کر لیں گے اور موقع
پا کر ہم کو کچل نہ دیں گے اس لئے اگر بغاوت کرنے میں خطرہ ہے تو سمجھوتہ کی
تدبیر میں بھی خطرہ ہے اس لئے کیوں نہ بغاوت کی جائے۔ اگر اس وقت

انقلاب نہ ہوا تو پھر کبھی نہ ہوگا۔ انقلابی حالات اس وقت موجود ہیں ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ایسے حالات ہر وقت پیدا نہیں کئے جا سکتے۔ اگر ہم نے اس وقت بغاوت نہیں کی تو جمہور کہیں گے کہ بولشیوک بھی دوسری پارٹیوں کی طرح ہیں۔ کہتے ہیں کرتے نہیں۔ اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ کچھ مزدور تو مایوس ہو کر بیٹھ رہیں گے، جو جوشیلے ہوں گے وہ غیر منظم طور پہ جدوجہد جاری رکھیں گے جس کو حکومت بآسانی کچل دے گی۔ اس عرصے میں حکومت جرمنی سے صلح کرلے گی اور پھر روس میں سرمایہ دارانہ نظام جاری ہو جائیگا۔" لینن کی تجویز پہ یہ طے ہو گیا کہ سوویٹ کی کانگرس ہونے سے پیشتر بغاوت ہو جانی چاہئے۔ اس تجویز کے منظور ہونے کے بعد لینن نے دوسری تجویز پیش کی "مرکزی کمیٹی مزدوروں اور سپاہیوں کے تمام اداروں سے درخواست کرتی ہے کہ وہ بغاوت کی تیاری شروع کردیں" یہ تجویز بھی ۱۰ رائے سے منظور ہو گئی۔ اس پہ زینوویف۔ کیمونیف نے مرکزی کمیٹی سے استعفےٰ دے دئے۔ بولشیوک پارٹی میں تو یہ سرگرمی جاری تھی لیکن دوسری سیاسی پارٹیاں اور عوام آرام کی نیند سو رہے تھے۔

دارالسلطنت پہ بولشیوک کا قبضہ

دارالخلافہ کے کاروبار بدستور جاری تھے۔ لڑکے اسکول جا رہے تھے۔ لڑکیاں ناچ گانا سیکھ رہی تھیں۔ شاعر شعر کہہ رہے تھے اور پیٹر پال کے قلم سے بدستور ٹھیک بارہ بجے توپ چلتی تھی البتہ متوسط طبقہ سماج کی اخلاقی حالت پہ رو رہا تھا اور گورکی کا خیال تھا کہ تہذیب و تمدن کا خاتمہ ہوا چاہتا ہے۔ ہاں ایک بات میں فرق آگیا تھا۔

امیروں کے خادم سرکش ہو گئے تھے اور چونکہ خواجگی کا انحصار خادم پر ہوتا ہے اس لئے خواجہ کو خود خادم بننا پڑ رہا تھا اور امیر طبقہ کا خاص طرز زندگی ختم ہو رہا تھا۔

حکومت کا زاویہ نگاہ ابھی تک نہیں بدلا تھا۔ نہ وہ کسی قسم کا خطرہ محسوس کر رہی تھی۔ جب انگلستان کے سفیر مقیم بیٹر وگریڈ نے روسی وزیر خارجہ سے بغاوت کے متعلق ذکر کیا تو اس نے جواب دیا "بغاوت کیا ہو سکتی ہے حکومت بہت طاقتور ہے" روس کے ایک بہت بڑے کاروباری نے جب نائب وزیر خارجہ سے کہا "سیاسی فضا میں ڈراونے بادل چھائے ہوئے ہیں" تو اس نے جواب دیا "کوئی بات نہیں یہ بادل بھی گزر جائیں گے اور آسمان صاف ہو جائیگا۔ جائے مزے سے سوئیے"

بغاوت سے صرف ایک روز قبل حکومت چونکی اور اس کو یہ احساس ہوا کہ بولشیوک بلا تشدد نہیں دب سکتے چنانچہ اسی روز حکومت نے یہ حکم صادر کیا کہ انقلابی فوجی کمیٹی کو گرفتار کر لیا جائے۔ بولشیوک اخبارات کو بند کر دیا جائے اور دارالخلافہ میں وفادار فوج مہیا کی جائے۔ اگر وہ کافی نہ ہو تو محاذ سے فوج بلائی جائے تاکہ بولشیوک کی اچھی طرح سرکوبی کی جائے۔ جو لوگ ضمانت پر رہا ہیں۔ (ٹروتسکی وغیرہ) ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ حکومت کی عمارات اور دفاتر پر پہریدار کی تعداد بڑھا دی جائے۔ بولشیوک کے مرکزی دفتر سومو نی کا رشتہ ٹیلیفون منقطع کر دیا جائے اور انقلابی فوجی کمیٹی نے جو زبردستی کے کمیسار مقرر کر دئے ہیں ان کا کورٹ مارشل کر دیا جائے۔

اس روز عارضی حکومت نے پری پارلیمنٹ کا دوسرا اجلاس کیا جس میں

کرنسکی نے تقریر کرتے ہوئے کہا "چند روز سے تمام روس اور خاص کر دارالسلطنت میں بغاوت کی افواہیں گرم ہیں۔ بولشیوک جمہور کو بغاوت پر آمادہ کر رہے ہیں۔ یہ اس وقت بغاوت کرنا چاہ رہے ہیں جب کہ حکومت کے سامنے زمین کو کسانوں کی کمیٹی کے تحویل میں دے دینے اور جنگ ختم کرنے کا مسئلہ زیر غور ہے۔ حکومت نے ابھی تک ان غداروں کے خلاف کوئی کارروائی اس لئے نہیں کی کہ شاید یہ اپنی غلطی سمجھ لیں اور راہ راست پر آجائیں۔ لیکن اب زیادہ صبر نہیں ہو سکتا۔ بولشیوک نے نہ صرف یہ کہ اپنی غیر قانونی حرکات پر تاسف کا اظہار نہیں کیا بلکہ انہوں نے دو فوجی دستہ بنا لئے ہیں جن میں وہ ہتھیار تقسیم کر رہے ہیں۔ اس مرتبہ حکومت نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ وہ باغیوں کو فنا کر کے چھوڑیگی۔ باغیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ حکومت کے پاس اب بھی کافی طاقت ہے اور فوج کا مطالبہ ہے کہ بولشیوک کے خلاف سخت کارروائی کی جائے" کرنسکی تقریر کر ہی رہا تھا کہ اس کے پاس تار آیا جس میں یہ اطلاع درج تھی کہ بولشیوک نے دارالسلطنت کی فوج کو یہ ہدایت کی ہے کہ مسلح رہے اور حکم کا انتظار کرے۔ کرنسکی نے یہ تار پڑھکر سنایا اور وہ چلایا "قانونی زبان میں ان حالات کو بغاوت کہتے ہیں جن پارٹیوں نے حکومت کے خلاف سازش کی ہے وہ پیس دی جائیں گی"۔ تقریر کے بعد کرنسکی سیدھا مرکزی دفتر پہنچا اور اس نے حکم دیا کہ شہر کے خاص خاص راستوں پر فوجی پہرہ بٹھا دیا جائے دریا کے پل اٹھا دئے جائیں تاکہ گردونواح سے بولشیوک کو کمک نہ مل سکے۔ پُل کا اٹھانا اس امر کا اعلان تھا کہ حکومت اور بولشیوک میں جنگ شروع ہو گئی۔

بولشیوک فوج بھی پل پر آپہنچی اور انہوں نے پہرے داروں کو سمجھا بجھا کر اور دھمکا کر پل پھر گرادئے جس کے معنی یہہ تھے کہ بولشیوک کی فتح شروع ہو گئی۔ حکومت نے اب جارحانہ کارروائی شروع کردی ۲۵ اکتوبر کو صبح کے ۵½ بجے حکومت نے بولشیوک پریس پر چھاپا مارا۔ کام کرنے والوں کو باہر نکال دیا اور عمارت میں تالا ڈال دیا۔ اس پر پریس کے مزدور بھاگے ہوئے بولشیوک کے مرکزی دفتر آئے اور انہوں نے کہا "اگر پریس کی حفاظت کے لئے فوج کا دستہ دو تو ابھی اخبار نکال تے ہیں" ——————

—— چنانچہ فوج مزدوروں کے ہمراہ کردی گئی انہوں نے جاکر تالا توڑ دیا اور چند گھنٹے بعد اخبار نکال دیا۔ اسی روز جہاز ارورا نے انقلابی فوجی کمیٹی سے دریافت کیا "ہم نیوا پر رہیں یا سمندر کو واپس چلے جائیں" کمیٹی نے حکم دیا۔ "نیوا پر رہو اور رجعت پسند فوج کا مقابلہ کرو" ان دونوں واقعات کے یہ معنی تھے کہ بولشیوک کی حکومت قایم ہو گئی تھی۔ اسی روز انقلابی فوجی کمیٹی نے تمام فوجی مرکزوں کو تار دیا "جمہور کے دشمنوں نے رات سے حملہ شروع کردیا ہے انقلابی فوجی کمیٹی غداروں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ پوری طرح مسلح رہو اور حکم کا انتظار کرو" اس روز بولشیوک نے حکومت کی زبان بولنی شروع کردی تھی۔ اب بولشیوک حکومت تھے اور حکومت باغی تھی۔

جون ریڈ کا بیان ہے "۲۵ اکتوبر کو میں نے سمولنی کے دروازے پر مشین گنیں اور فوجی پہرہ دیکھا۔ جو راستے بولشیوک کے مرکزی دفتر سمولنی جاتے تھے ان کے ناکوں پر بھی انقلابی فوجی پہرہ تھا۔ شہر کا وہ حصہ میدان جنگ

معلوم ہوتا تھا۔ توپیں چڑھی ہوئیں تھیں اور فوج مسلح کھڑی تھی۔" بولشیوک نے اسی روز بلا کسی کشت وخون کے ریلوے اسٹیشن۔ بجلی گھر۔ تار گھر۔ ڈاکخانہ۔ پریس پانی گھر اور حکومت کے بنک پر قبضہ کرلیا اور لال فوج کا پہرہ لگا دیا۔

اب عارضی حکومت نے چاروں طرف کمک کے خفیہ پیام روانہ کرنے شروع کئے۔ شمالی محاذ کے مرکزی دفتر کو تار دیا "پٹروگریڈ کی عجیب حالت ہے نہ مظاہرہ ہے اور نہ بدامنی بلکہ نہایت تنظیم کے ساتھ تار گھر۔ ڈاکخانہ اور ریلوے اسٹیشن پر بولشیوک قبضہ کررہے ہیں۔ چند گرفتاریاں بھی عمل میں آئی ہیں۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ بولشیوک عارضی حکومت کو چھوڑ ینگے یا نہیں۔ مدد روانہ کرو" کوہ قاف کے محاذ پر عارضی حکومت تار دیتی ہے "مجلس عاملہ اور سوویٹ کی کانگرس کا اجلاس ہو رہا ہے جس میں بولشیوک اکثریت میں ہیں۔ ٹروٹسکی کا شاندار استقبال ہوا اس نے اعلان کیا ہے کہ بلا خون بہائے عارضی حکومت پر فتح حاصل ہوگئی ہے۔ بولشیوک نے ریلوے اسٹیشن اور پلوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ ونٹر محل کی سڑک پر بھی لال فوج کا پہرہ ہے۔ بولشیوک نے وزیر کار تسبر کو بھی گرفتار کرلیا ہے۔ اگر محاذ سے وفادار فوج نہ آئی تو عارضی حکومت لال فوج کا مقابلہ نہیں کرسکے گی۔"

دوپہر کے وقت لال فوج نے میرنسکی محل کو گھیر لیا وہ پوری پارلیمنٹ کے اجلاس میں گھس گئے اور حکم دیا کہ ہال خالی کردیا جائے اس پر کسی نے کان تک نہ ہلایا۔ سب ممبر دو دو کی قطار میں فرار ہونے شروع ہوگئے۔ یہاں بولشیوک سے غلطی ہوئی کہ ان لوگوں کو بجائے گرفتار کرنے کے فرار ہونے دیا گیا یہی وہ

لوگ تھے جنہوں نے بعد میں فوج بنائی اور خانہ جنگی شروع کردی۔ ان میں سے ایک ممبر کا بیان ہے "جب میں شہر کی حالت دیکھنے نکلا تو سب جگہ امن تھا جب امیر طبقہ کے محلہ سے گزرا تو دیکھا کہ چند لوگ کھڑے ہنس رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں۔ تم نے سنا۔ بولشیوک پارٹی نے عارضی حکومت پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہ قبضہ تین دن رہ جائے تو غنیمت سمجھو۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔" شام کے وقت امن ہوگیا تھا اور لوگ باگ بازاروں میں گشت لگا رہے تھے۔ چند دوکانیں بھی کھلی ہوئی تھیں۔ اور جو بند تھیں وہ احتیاطاً بند کر دی گئیں تھیں۔

فرانسیسی جرنلسٹ کلاوڈ انٹ لکھتا ہے "شہر میں امن ہے"۔

انقلاب کے مقاصد کا اعلان اور کرنسکی کی حکومت کا خاتمہ

۲ بج کے ۳۵ منٹ پر پیٹروگراڈ میں سوویٹ کا ایک غیر معمولی اجلاس ہوا جس میں ٹروٹسکی نے تقریر کرتے ہوئے کہا "مخالفین کہتے تھے کہ خون کے دریا بہہ جائیں گے۔ خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرا اور عارضی حکومت ختم ہوگئی"۔ اس غیر معمولی اجلاس میں لینن بھی علانیہ ظاہر ہوگیا اور اس نے انقلاب کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا "ہم سوویٹ کے اداروں کو حکومتی اداروں کی جگہ دیں گے۔ جنگ ختم کر دیں گے۔ زمینداروں کی جائدادیں ضبط کر لیں گے اور صنعت و حرفت مزدوروں کے ہاتھ میں دیں گے"۔

اِدھر تو یہ ہو رہا تھا اُدھر عارضی حکومت حسب دستور حالات پر صرف غور کر رہی تھی اور بولشیوک پارٹی کو فنا کرنے کی تدابیر سوچ رہی تھی۔ شام کے نو بجے ہوں گے کہ کرنسکی کو اطلاع ملی "بالٹک کا بیڑا آگیا ہے اور وہ

تمام مقامات پر قبضہ کر رہا ہے۔ بولشیوک نہایت تنظیم کے ساتھ قبضہ کرتے چلے آرہے ہیں" یہ سن کر کرنسکی اور اس کے ساتھی مرکزی دفتر بھاگ گئے وہاں جاکر معلوم ہوا کہ فوجی افسروں کے وفادار فوج جمع کرنے کے وعدے محض دھوکا تھے۔ ان کو خود فوج کے دل کی حالت کا اندازہ نہ تھا۔ بے یار و مددگار کرنسکی کبھی مرکزی دفتر اور کبھی ونٹر محل بھاگا پھرتا تھا لیکن بولشیوک سیلاب روکنے کے لئے اسے تنکے کا سہارا ابھی نہیں ملتا تھا۔ آخر کار وہ امریکن سفیر کی موٹر میں بیٹھ کر محاذ کو فرار ہو گیا اور یہ کہہ گیا کہ کمک لیکر فوراً واپس آتا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھی انتظار ہی کرتے رہے اور وہ واپس نہ آیا یہانتک کہ ونٹر محل پر بولشیوک نے قبضہ کر لیا۔ بقول کلاوڈ ائنٹ کے "عارضی حکومت اُف، بھی نہ کرنے پائی تھی کہ فنا ہو گئی"۔

فروری اور اکتوبر کے انقلاب کا موازنہ

اگرچہ فروری اور اکتوبر کے انقلابات پٹروگریڈ میں ہوئے اور یہ دونوں کسان، مزدور اور فوج کے اتحاد عمل کا نتیجہ تھے لیکن اس یکسانیت کے باوجود دونوں مختلف تھے۔ فروری کا انقلاب ہنگامی اور جمہور کے غصہ کا نتیجہ تھا اس میں تنظیم و پروگرام مفقود تھا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ فتح کے بعد طاقت بجائے پرولتاریوں کے ہاتھ میں آنے کے بورژوازی طبقہ کے ہاتھ میں چلی گئی۔ برخلاف اس کے اکتوبر کا انقلاب آٹھ ماہ کی سیاسی جدوجہد کا نتیجہ تھا۔ یہ انقلاب ایک پروگرام کے مطابق کیا گیا تھا۔ آٹھ ماہ میں جتنے بھی واقعات رونما ہوئے ان کے نتائج پر غور و فکر کے بعد ہر قدم اٹھایا گیا تھا اور انقلاب سے

پیشتر ہی لائحہ عمل تیار کر لیا گیا تھا جس کے مطابق کام کرنا تھا۔ اس شعوری جد و جہد کا یہ نتیجہ ہوا کہ انقلاب کے بعد بولشیوک حکومت پر قبضہ کر سکے۔

سوویٹ کانگریس کا اجلاس

۲۵ر اکتوبر کو جب یہ صاف دکھائی دینے لگا کہ بولشیوک پارٹی کی فتح یقینی ہے اس وقت سوویٹ کی کانگریس کا اجلاس بلایا گیا۔ اب کانگریس کا رنگ ہی دوسرا تھا۔ اس اجلاس میں پڑھے لکھے لوگ بہت کم تھے۔ مختلف سوویٹوں کے جتنے بھی نمایندے آئے تھے ان میں کوئی مشہور آدمی نہ تھا بلکہ وہ لوگ تھے جنہوں نے قوت عمل سے جمہور کا اعتماد جیت لیا تھا۔ ان نمایندوں کی معلومات تو محدود تھی لیکن جو کچھ جانتے تھے اس کی صحت کا ان کو یقین تھا۔ اجلاس میں مشکل سے کوئی کالر ٹائی لگائے دکھائی دیتا تھا۔ سپاہی اپنے فوجی لبادوں میں موجود تھے اور کیونکہ مزدور نمایندوں کے پاس پہننے کو کچھ نہ تھا انہوں نے بھی سپاہیوں کے پھٹے پرانے کپڑے نیلام میں سے خرید کر پہن رکھے تھے۔ خندقوں کی فوج کے نمایندوں کا حلیہ سب سے ہی زیادہ عجیب تھا۔ مہینوں سے نہ ان کے بال کٹے تھے اور نہ داڑھی منڈی تھی اس لئے چہروں پر عجیب وحشت برس رہی تھی کوٹ پتلون پھٹے ہوئے تھے۔ کپڑوں میں بٹن نہ تھے بوٹ کو مہینوں سے تیل نہیں دیا گیا تھا اس لئے چلتے ہوئے وہ ڈھول کی طرح بجتے تھے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایک غریب ملک نے صحیح معنوں میں اپنے نمایندہ روانہ کئے تھے۔

کانگریس کیونکہ بڑے پر آشوب زمانہ میں ہو رہی تھی اس لئے اجلاس کے

مفصل حالات قلم بند نہ ہو سکے البتہ اتنا معلوم ہے کہ کانگرس میں کل ۶۵۰ نمایندے
تھے جن میں ۳۹۰ بولشیوک کے ہم خیال تھے۔ کیمونیف اس کانگرس کا صدر
مقرر ہوا۔ اس نے خطبہ صدارت دیتے ہوئے کہا اس اجلاس میں تین باتوں
پر غور کرنا ہے۔

(۱) صلح کا اعلان۔

(۲) حکومت کی تنظیم۔

(۳) مجلس دستور ساز کا انعقاد۔

کیمونیف یہ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ پیٹر پال کے قلعہ سے توپوں کی آواز
آئی۔ اور فوراً ہی سوشل انقلابی مارٹوف نے اٹھ کر کہا یہ فوجی کارروائی
بند کرو۔ ہم جانتے ہیں کہ بولشیوک طاقت کے سوال کو بغاوت سے حل کرنا
چاہتے ہیں۔ بولشیوک کا یہ خیال ہے کہ ایک مرتبہ بغاوت کے ذریعہ سے
طاقت حاصل کر لیں پھر تمام روس ان کی بات مان لے گا۔ تمام ملک میں امن
وامان اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ تمام جمہوری پارٹیاں مل کر ایک حکومت
قایم کریں" مارٹوف کی اس مشترکہ جمہوریت کی تجویز کو لینن اور ٹروٹسکی
نے مان لیا کیونکہ وہ خوب سمجھتے تھے کہ طاقت کا سوال تو توپ و بندوق سے
طے ہو ہی رہا ہے دوسرے کانگرس میں بولشیوک کی اکثریت پہلے ہی سے
ہے اس لئے کسی نہ کسی طرح کانگرس میں دوسری پارٹیوں کی شرکت رکھنی
چاہئے تاکہ جو بولشیوک کی تجاویز منظور ہوں ان کی بابت یہ کہا جا سکے کہ
وہ روس کی تمام پارٹیوں کی منظور کردہ ہیں اور معترضین کا منہ بند کیا جا سکے

اجلاس کی کارروائی جاری تھی کہ مارتوف پھر اٹھا اور اس نے کہا "تجاویز کو ملتوی کرو ــــ پہلے کشت وخون بند ہونا چاہیئے" آوازیں آئیں "کشت وخون نہیں ہو رہا یہ صرف افواہیں ہیں" مارتوف نے جھنجلا کر کہا "کھڑکی کے قریب آکر سنو یہ توپوں کے گرجنے کی آوازیں کیسی آرہی ہیں" اس پر ٹروٹسکی نے جواب دیا "ہم سازش نہیں بلکہ بغاوت کر رہے ہیں۔ ہم نے ایک مدت کی کوشش کے بعد جمہور میں یہ ہمت پیدا کی ہے کہ وہ بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ جمہوری بغاوت کو اپنے لئے اخلاقی بہانے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بغاوت کامیاب ہو رہی ہے کیا تم ہم سے یہ کہتے ہو کہ ہم جیتا ہوا میدان چھوڑ دیں۔ تم کہتے ہو تعاون کرو؟ کس سے تعاون کریں؟ کیا ان مٹھی بھر آدمیوں سے جو ابھی جلسے سے اٹھ کر چلے گئے ہیں؟ کیا ہمیں ان کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہے؟ ان کا ملک میں کچھ اثر نہیں۔ اس وقت کسی قسم کی مصالحت ناممکن ہے۔ جو لوگ اجلاس چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور جو جانا چاہتے ہیں ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ تمہاری صرف انفرادی حیثیت ہے ملک تمہارے ساتھ نہیں ہے۔ تمہارے دن ختم ہو گئے۔ اب تم کوڑا کرکٹ ہو" یہ سنکر مارتوف اجلاس سے اٹھ کر چلا گیا۔ ٹروٹسکی کی تقریر کے بعد کیمونیف نے اجلاس کو یہ اطلاع دی کہ ونٹر محل پر جمہور کا قبضہ ہو گیا ہے اور کرنسکی کے علاوہ سب وزیر گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد اجلاس میں یہ اعلان کر دیا گیا "مجلس عاملہ اور عارضی حکومت کو ختم کیا جاتا ہے۔ کانگرس سب اختیارات اپنے ہاتھ میں لیتی ہے۔

اور سوویٹ حکومت کا یہ پروگرام ہے۔ (۱) جنگ فوراً ختم کر دی جائے گی۔
(۲) کاشتکار کو زمین دے دی جائے گی۔ (۳) فوج میں جمہوری روایات قایم کی جائیں گی۔ (۴) صنعت و حرفت پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ (۵) مجلس دستور ساز بلائی جائے گی۔ (۶) اور روس میں مختلف قوموں کو خود اختیاری حکومت کا حق دے دیا جائے گا" اس اعلان کو سن کر دوسری پارٹیاں یہ کہتی ہوئی اٹھ کر چلی گئیں " بوشیوک کے ہاتھ میں صرف چند روز طاقت رہ سکتی ہے۔"
صبح ہوتے اجلاس ختم ہوا اور جب پٹروگریڈ کے لوگ جاگے تو حکومت بدل چکی تھی رجعت پسند فرانسیسی جرنالسٹ کلاوڈ انٹ لکھتا ہے "فاتح فتح کے گیت گا رہے ہیں۔ ان کو اس کا حق ہے کیونکہ باقی لوگ بکواس کرتے تھے اور یہ انقلابی لوگ عمل کرتے تھے۔ آج وہ کل کی بوئی ہوئی کھیتی کاٹ رہے ہیں۔ شاباش کیا خوب کام کر کے دکھایا ہے" لیکن مخالف اخبارات لکھ رہے تھے " بوشیوک کو حکومت کرتے ہوئے صرف ۲۴ گھنٹے ہوئے ہیں کہ ان کی حکومت ختم ہونی شروع ہو گئی ہے۔ ان کے ارد گرد خلا پیدا ہو گیا ہے۔ تمام کلرک و حکومتی طبقہ مزدوروں کی حکومت کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر رہا ہے اور وہ شکست و گمنامی کی طرف جا رہے ہیں۔"
بورژوازی پریس نے سپھر جرمن سونے، 'بند گاڑی' اور 'قیصر کی غلامی' کے افسانے شروع کر دئے جس کی وجہ سے نئی حکومت کو بورژوازی اخبارات بند کر دینے پڑے۔ لیکن مخالف سوشلسٹ اخبارات اب بھی نکل رہے تھے۔
۲۹ر اکتوبر کو خبر آئی کہ کورنیلوف قید سے فرار ہو گیا ہے واقعہ تو یہ تھا کہ

وہ کبھی اصل معنوں میں قید تھا ہی نہیں لیکن اس کے فرار ہو جانے کی خبر سے جمہور کو اور یقین ہو گیا کہ کرنسکی اور کورنیلوف ملے ہوئے تھے۔ اور بولشیوک جو کچھ کورنیلوف کی بغاوت کے زمانہ میں کیا کرتے تھے وہ سب صحیح تھا۔ اس واقعہ سے جمہور میں بولشیوک کا اعتبار اور بھی بڑھ گیا اسی روز رات کے نو بجے کانگرس کا دوسرا اجلاس شروع ہوا جس میں کیمونیف نے مزدور حکومت کی دو روز کی کارگزاری پڑھ کر سنائی۔ اس نے بیان کیا "موت کی سزا کا قانون منسوخ کر دیا گیا ہے۔ اور سیاسی بحث و مباحثہ کی مکمل آزادی کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ سیاسی قیدیوں کو رہائی دے دی گئی ہے۔ عارضی حکومت کے تمام کیسار برخواست کر دئے گئے ہیں۔ کورنیلوف اور کرنسکی کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دئے گئے ہیں" اس کے بعد لینن صلح کے متعلق تقریر کرنے اٹھا۔ اس نے کہا "ہم کسانوں اور مزدوروں کی حکومت کی طرف سے دوسری حکومتوں کے جمہور سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی حکومتوں پر زور ڈال کر منصفانہ صلح کی گفت و شنید شروع کرائیں۔ ہماری حکومت ہر تجویز پر غور کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ وہ تجاویز فوراً معلوم ہو جائیں اور ان میں کوئی سیاسی چالیں پوشیدہ نہ ہوں۔ ہماری حکومت کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ حکومت تمام خفیہ معاہدے منسوخ کرتی ہے اور ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء سے قبل کے جتنے بھی خفیہ معاہدے ہیں ان کو نشر کرنے کا وعدہ کرتی ہے۔ ان معاہدوں سے روس کو اگر کوئی ناجائز حقوق ملے ہوئے ہیں تو ہم ان سے دستبردار ہوتے ہیں۔ ہم یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ حکومتوں کو فوراً تین ماہ کی عارضی صلح کا اعلان کر دینا چاہئے۔ روس کی مزدور

اور کسان حکومت یہ تجاویز خاص طور پر انگلستان۔ جرمن اور فرانس کی حکومتوں اور ان کے جمہور کے سامنے پیش کرتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ دنیا میں امن قایم کرنے میں سب ہماری مدد کریں گے۔" تقریر ختم ہوتے پر حاضرین نے بڑے جوش وخروش سے انقلابی گیت گایا اور "لینن زندہ باد" کے نعروں سے ہال گونج اٹھا۔ (اس زمانہ میں لینن ہر قسم کے احکامات معمولی پرچوں پر لکھا کرتا تھا۔ اس کا یہ قاعدہ تھا کہ پرچوں کا ایک ڈھیر اپنے سامنے رکھتا تھا اور اگر ایک پرچے پر کسی کو دو روٹیاں دینے کا حکم دیتا تھا تو اسی قسم کے دوسرے پرچے پر ایسے اہم احکامات صادر کرتا تھا جیسے "روس میں کسی شخص سے اجرت پر کام کرانا ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔") تقریر ختم کرنے کے بعد لینن نے ایک پرچہ پڑھنا شروع کیا لیکن چونکہ وہ جلدی میں لکھا گیا تھا۔ اس لئے نہ پڑھا جا سکا۔ دوسرے لوگ اس کی مدد کو آئے تب کہیں اس کو بمشکل پڑھ پائے اس پرچے میں یہ حکم درج تھا "زمینداروں کی جائداد بلا کسی معاوضے کے ضبط کی جاتی ہے۔ اور جبتک مجلس دستور ساز منعقد ہو زمینداروں۔ گرجاؤں اور خانقاہوں کی آراضی اور مویشی گاؤں کی کمیٹیوں اور سوویٹوں کی تحویل میں دی جاتی ہیں۔ غریب کسان اور کوسک کی زمین ضبط نہیں کی جائے گی لیکن انفرادی ملکیت کا حق کالعدم کیا جاتا ہے۔ تمام کاشتکاروں کو زمین کاشت کرنے کا حق ہے مزدوری پر کام کرانا ممنوع قرار دیا جاتا ہے" یہ احکامات اس لئے مجمل رکھے گئے تھے تاکہ عملی ضرورت کے مطابق ان کو ڈھالا جا سکے لینن لکھتا ہے "کسان اپنا قطعہ زمین رکھنا چاہتا ہے اس سے زمین چھیننے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ زمین کے قطعات مساوی کر دئے جائیں۔ کسی

سوشلسٹ کو ایک چھوٹے سے قطعہ زمین کے لئے کسان سے بگاڑنے کی ضرورت نہیں البتہ بڑی جائدادوں اور کارخانوں کو ضبط کرنا چاہئے۔ کیونکہ بڑی جائدادوں کے ضبط کرنے سے بنک کی اور کارخانے ضبط کرنے سے مہاجن کی حکومت فنا ہو جائے گی پھر غریب کسان کا مسئلہ تو تجربہ سے جو بہتر شکل معلوم ہوگی وہ کردی جائے گی۔ خواہ ہم غریبوں کی خواہشات سے اتفاق کریں یا نہ کریں ہمیں ان کی خواہشات کو ٹھکرانی نہیں چاہئے۔ بلکہ جمہور کو تخلیق کی پوری آزادی دینی چاہئے ہمیں کسان کو صرف یہ اطمینان دلا دینا چاہئے کہ زمیندار کے پنجے سے اس کو نجات مل گئی ہے رہی سماجی زندگی تو اس کی تشکیل کی ذمہ داری ہمیں کسان پر ڈالدینی چاہئے"

یہ روسی انقلاب کی مختصر سی داستان ہے جس کو پڑھ کر یقین نہیں آتا کہ روس میں اس درجہ آسانی سے انقلاب ہوگیا لیکن بقول لینن روس جیسے پس ماندہ ملک میں انقلاب کردینا اتنا آسان ہے جتنا کہ ایک پر کو اٹھانا۔ چنانچہ روس میں ایسی ہی آسانی سے انقلاب ہوا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکتوبر میں انقلاب ختم نہیں ہوا تھا بلکہ شروع ہوا تھا اور جو کچھ ان چند اوراق میں بیان کیا گیا ہے وہ روسی انقلاب کی صرف تمہید ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اکتوبر میں تو روسی انقلاب کا صرف سنگ بنیاد رکھا گیا اور ظاہر ہے کہ سنگ بنیاد کا رکھنا اور عمارت بنانا دو مختلف باتیں ہیں۔ سنگ بنیاد کے رکھنے میں نہیں بلکہ عمارت کی تعمیر میں ساری دشواری پیش آتی ہے۔ اسی طرح روس میں انقلاب کرنے میں نہیں بلکہ اشتراکی نظام قایم کرنے میں ساری دشواری پیش آئی اور در اصل اس اشتراکی نظام کے قیام اور ترقی کے ذکر کو ہی روسی انقلاب کی تاریخ سمجھنا چاہئے۔ اگر حالات و واقعات نے مساعدت کی تو پہلی فرصت میں وہ تاریخ بھی پیش ناظرین کردی جائیگی۔

اور روس میں جمہوریت قایم کرنے کی سبھی مخالف تھی ایک تاریخ کا پروفیسر میوکوکف اس پارٹی کا لیڈر تھا۔

مونشیوک Menshevics یہ معتدل سوشلسٹ پارٹی تھی جس کو کارل مارکس کے پیرو ہونیکا دعویٰ تھا لیکن اس کا پروگرام یہ تھا کہ مزدور جماعت کو بورژوازی پارٹی سے تعاون کرنا چاہیے اور زار کی حکومت کو ختم کرکے ایک جمہوریت قایم کرنی چاہیے۔

پراودا Pravada بولشیوک پارٹی کے اخبار کا نام ہے یہ اخبار سب سے پہلے سنہ ۱۹۱۲ء میں نشر ہوا۔

سوویٹ Soviets سوویٹ روسی زبان میں کونسل کے ہم معنی لفظ ہے اس کتاب میں سوویٹ سے مزدوروں۔ سپاہیوں اور کاشتکاروں کی کونسلیں مراد ہیں۔

سوشل انقلابی پارٹی Social Revolutionaries یہ پارٹی ٹریوڈیا کاشتکاروں کی نمایندہ تھی۔ اس میں کچھ دن کے بعد دو شاخیں ہوگئیں تھیں۔ دائیں اور بائیں اول الذکر کرنسکی کی مددومددگار تھی۔ موخرالذکر پر بولشیوک کا رنگ چڑھا ہوا تھا اور کچھ مدت تک یہ شاخ بولشیوک حکومت میں حصہ بھی لیتی رہی۔

زیمروالڈسٹ Zemmerwaldist یہ پارٹی بین الاقوامی اشتراکی کانگرس کے پروگرام کی پیرو تھی۔ اس پارٹی کا نقطہ نگاہ جنگ کے زمانہ میں بھی بین الاقوامی تھا۔

چیدہ اشخاص کی فہرست اور انکے مختصر حالات

Chaidze چیڈزہ — مینشیوک پارٹی کا ممبر اور پیٹروگریڈ کے سوویٹ کا پہلا صدر مقرر ہوا۔

Prince Golitsin — زار کی آخری وزارت میں وزیر اعظم تھا۔

Gorky گورکی — روس کا مشہور افسانہ نگار تھا۔ جس کا ایک اخبار بھی نکلتا تھا۔

Guchkov — عارضی حکومت میں پہلا بحری اور بری فوج کا وزیر مقرر ہوا۔

Kamenev کمینوف — بولشیوک پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا ممتاز ممبر تھا۔

Kerensky کرنسکی — ڈوما کا ڈپٹی تھا۔ فروری کے انقلاب کے بعد سوشل انقلابی ہوگیا۔ عارضی حکومت میں پہلے وزیر انصاف پھر وزیر جنگ بنا اور آخرکار وزیر اعظم بن گیا۔ جب بولشیوک نے حکومت پر قبضہ کیا تو کرنسکی روس سے بھاگ گیا۔

Kornilov کورنیلوف — روسی فوج کا جنرل جس نے فوجی آمریت قائم کرنا چاہی تھی۔

Lenin لینن — بولشیوک پارٹی کا لیڈر تھا اور سوویٹ کی حکومت کا پہلا صدر ہوا۔

Prince Lvov شہزادہ لوف — کیڈٹ پارٹی کا ممبر تھا اور فروری کے انقلاب کے بعد پہلا وزیر اعظم بنا۔

Miliukov میلیوکوف — یہ کیڈٹ پارٹی کا لیڈر تھا۔ عارضی حکومت میں وزیر کے عہدے پر ممتاز تھا اور کابینہ کا سب سے بااثر وزیر تھا۔

Protopopov پروٹوپوپوف — زار کی حکومت میں وزیر داخلہ تھا۔

Rasputin راسپوٹین — سائبیریا کا ایک ناخواندہ درویش تھا جس کا زار اور زارینہ پر بہت اثر تھا دسمبر ۱۹۱۶ء میں قتل کر دیا گیا۔

Rodzianko رودزینکو — روس کا بہت بڑا زمیندار تھا۔ زار کا دوست ممبر لبرل تھا اور ڈوما کا صدر تھا۔

Stalin اسٹالین — بولشیوک پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا ممتاز ممبر تھا لینن کی آمد سے پہلے وہ اخبار کا مدیر تھا۔ ۱۹۲۲ء میں بولشیوک پارٹی کا سکرٹری ہوگیا۔ اور اب روس کا حاکم ہے۔

Sturmer اسٹرمر — ۱۹۱۶ء میں روس کا وزیر اعظم تھا۔

Sukhanov سیکوناف — گورکی کی پارٹی کا ممبر تھا شروع میں پیٹروگریڈ کی سوویٹ کا لیڈر بھی رہا ہے جس نے سات جلدوں میں انقلاب روس کے حالات قلم بند کئے ہیں۔

Prince Yusupov پرنس یوسوپاف — راسپوٹین کا قاتل تھا۔

Zinoviev زینوویف — بولشیوک پارٹی کا ممتاز ممبر تھا۔ ۳ اپریل کو لینن کے ساتھ روس آیا تیسری بین الاقوامی کمیونسٹ مجلس کا صدر مقرر ہوا۔

اہم واقعات کی تاریخوں کی فہرست

۱۹۱۴ء

۱ر اگست ۔ جنگ عظیم شروع ہوتی ہے اور روس کے خلاف جرمنی اعلان جنگ کرتا ہے۔

۴ر نومبر ۔ ڈوما کے بولشیویک ڈپٹی گرفتار کر لئے جاتے ہیں اور ان کو سائبیریا پہنچا دیا جاتا ہے۔

۱۹۱۷ء

۱۴ر فروری ۔ ڈوما کا آخری اجلاس منعقد ہوتا ہے۔

۲۳ر فروری ۔ عورتیں بین الاقوامی دن مناتی ہیں اور انقلاب شروع ہو جاتا ہے۔

۲۴ر فروری ۔ پٹروگریڈ میں دو لاکھ مزدور ہڑتال کرتے ہیں۔

۲۵ر فروری ۔ پٹروگریڈ میں عام ہڑتال ہوتی ہے اور انقلابی جماعت مقتول، مجروح اور قید ہوتی ہے۔

۲۶ر فروری ۔ زار ڈوما برخواست کر دیتا ہے لیکن ممبران شہر سے نہیں جاتے ۔ ہزاروں مزدور سڑکوں پر حکومت کے خلاف مظاہرہ کرتے ہیں۔

۲۷ر فروری ۔ گارڈ کی رجمنٹ بغاوت کرتی ہے ۔ مزدور اپنا سوویٹ منتخب کرتے ہیں ۔ ڈوما ایک عارضی کمیٹی مقرر کرتی ہے۔

۲۸ر فروری ۔ زار کے وزیر گرفتار کر لئے جاتے ہیں۔

۱ر مارچ ۔ حکم نمبر اول جاری ہوتا ہے ۔ سپاہی اپنا سوویٹ منتخب کرتے ہیں ۔ موسکو کے سوویٹ کا پہلا اجلاس ہوتا ہے۔

۲ر مارچ ۔ گرانڈ ڈیوک میکائل کے حق میں زار تخت و تاج سے دست بردار ہو جاتا ہے ۔ ڈوما کی عارضی کمیٹی سوویٹ کی مرضی سے عارضی حکومت کا کابینہ منتخب کرتی ہے جس میں کرنسکی وزیر انصاف منتخب ہوتا ہے۔

۳ر مارچ ۔ گرانڈ ڈیوک میکائل تخت و تاج سے دست بردار ہو جاتا ہے۔
عارضی حکومت میڈیوپر انقلاب کا اعلان کرتی ہے۔

۸ر مارچ ۔ موگالیغ کے مقام پر زار قید کر دیا جاتا ہے۔

۳ر اپریل ۔ لینن، زنیویف روس میں داخل ہوتے ہیں۔

۴ر اپریل ۔ لینن اپریل کا مقالہ نشر کرتا ہے۔

۲ر مئی ۔ ملیکوف مستعفی ہوتا ہے۔

۴ر مئی ۔ ٹروٹسکی روس آتا ہے اور لینن کی تائید کرتا ہے۔

۵ر مئی ۔ مشترکہ حکومت قایم ہوتی ہے اور کرنسکی وزیر جنگ مقرر ہوتا ہے۔

۳ر جون ۔ سوویٹ کی کانگرس کا جلسہ ہوتا ہے۔

۱۶ر جون ۔ کرنسکی روسی فوج کو حملہ کا حکم دیتا ہے۔

۱۸ر جون ۔ ایک مظاہرہ ہوتا ہے جس میں بولشیویک کو فتح ہوتی ہے۔

ختم شد

موجودہ زمانہ کی ایک اہم سیاسی کتاب

"سوویٹ روس"

لینن کا خیال تھا کہ روس میں انقلاب کرنا ایسا آسان ہے جیسا زمین سے ایک پر اٹھا لینا۔ اس کی یہ پیشین گوئی درست ثابت ہوئی اور اشتراکیوں کی یکسالہ جدوجہد کا نتیجہ انقلاب کی صورت میں رونما ہو کر رہا۔ حقیقت میں یہ سیاسی انقلاب اس اقتصادی، سماجی، تمدنی اور اخلاقی انقلاب کا پیش خیمہ تھا جس نے روس کو تہذیب یافتہ ممالک کی صف اولین میں لا کر کھڑا کر دیا۔ "سوویٹ روس" اسی عظیم الشان تبدیلی کی مفصل تاریخ ہے۔ جس میں ۱۹۱۷ء سے لے کر آج تک کے تمام واقعات نہایت دلچسپ انداز میں سپرد قلم کیے گئے ہیں اور جس میں اُن حالات اور منازل کا تفصیلی طور پر تذکرہ کیا گیا ہے جن میں سے ہو کر روس گذر رہا ہے۔

اس زمانہ میں اس کتاب کا مطالعہ جس قدر مفید ہو سکتا ہے قارئیں خود اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

ملنے کا پتہ

مکتبۂ برہان قرول باغ نئی دہلی

ب

کارل مارکس کی شہرہ آفاق کتاب کیپٹل کا جامع خلاصہ

سرمایہ

سیاسی دنیا میں کارل مارکس کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب کارل مارکس کی سب سے اعلیٰ تصنیف کیپٹل (Capital) کی تلخیص ہے۔ کتاب کی اہمیت اور دلچسپی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ دنیا میں آج تک کسی کتاب پر اتنے تبصرے نہیں ہوئے جتنے اس کتاب پر ہو چکے ہیں۔ اس تصنیف میں کارل مارکس نے اپنے انقلابی نظریات کو علمی صورت میں پیش کیا ہے۔ ایم ایم جوہر صاحب نے اس کی تلخیص نہایت سہل اور دلنشین انداز میں کی ہے۔ ہمیں اس پر فخر ہے کہ اس عظیم الشان تصنیف کو ایک مشرقی زبان میں روشناس کرانیکا شرف سب سے پہلے اردو ہی کو حاصل ہو رہا ہے۔ سیاسیات اور اقتصادیات سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے لیے کتاب کا مطالعہ ازبس مفید ہے۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ برہان قرول باغ نئی دہلی

اُردو زبان میں ایک عظیم الشان مذہبی اور علمی ذخیرہ

قصص القرآن

جلد اول

کتاب کے اس حصہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات قبل عبور تک پوری تحقیق و تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے حالات اور قصص قرآنی پر اُردو اور دوسری زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ قصص القرآن کے درجہ کی کوئی کتاب آج تک کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی، جس میں عبر و نصائح کے اس عظیم الشان دفتر کو ایسی جامعیت اور تحقیق کے ساتھ یکجا کیا گیا ہو۔ قصص القرآن نہ صرف انبیاء علیہم السلام کے سوانح حیات کی مستند ترین تاریخ ہے بلکہ قرآن پاک کے ایک بہت بڑے حصہ کی بلند پایہ محققانہ تفسیر بھی ہے جس کی خوبیوں اور خصوصیتوں کا صحیح اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ ذیل میں چند خصوصیتیں درج کیجاتی ہیں

(۱) تمام حالات و واقعات کی اساس قرآن عزیز کو بنایا گیا ہے اور احادیث صحیحہ اور تاریخی بیانات سے اُن کی توضیح و تشریح کی گئی ہے۔

(۲) جدید تاریخ اور کتب عہد قدیم کے درمیان اور قرآن عزیز کے بیان کے درمیان اگر کہیں تعارض اور اختلاف ہو گیا ہے تو کھلے ہوئے دلائل و براہین کے ذریعہ یا تو اس اختلاف میں تطبیق دینے کی کوشش کی گئی ہے اور یا پھر صداقت قرآنی کو وضاحت سے ثابت کیا گیا ہے۔

(۳) اسرائیلی خرافات اور معاندین کے مزخرفانہ اعتراضات کو حقائق کی روشنی میں ظاہر کیا گیا ہے۔

(۴) خاص خاص مقامات پر تفسیری، حدیثی اور تاریخی مشکلات پر بحث کے بعد سلف صالحین کے مسلک کے مطابق اُن مشکلات کا حل پیش کیا گیا ہے۔

(۵) ان تمام اُمور کے ساتھ ساتھ واقعات کے اصل مقصد اور حقیقی غرض و غایت یعنی عبرت و بصیرت

کے پہلو کو خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔

صفحات ۴۸۰ بڑی تقطیع کتابت، طباعت نہایت اعلیٰ قیمت غیر مجلد چار روپے مجلد للعہ

مسئلہ وحی پر پہلی محققانہ کتاب

وحی الٰہی

"وحی الٰہی" ہماری زبان میں پہلی بے مثل محققانہ کتاب ہے جس میں اس مسئلہ کے تمام گوشوں پر ایسے سنجیدہ اور دل پذیر و دلکش انداز میں بحث کی گئی ہے کہ وحی اور اس کی صداقت کا ایمان افروز نقشہ آنکھوں کو روشن کرتا ہوا دل میں سما جاتا ہے۔

اس کتاب میں وحی کی لغوی اور شرعی حقیقت، وحی کے اقسام وحی سے متعلقہ مباحث مثلاً صفاتِ الٰہی خصوصاً صفت کلام، ملکۂ نبوت اور استعدادِ وحی، وحی اولاً کس طرح نازل ہوئی اور آخر تک کن کن طریقوں سے نازل ہوتی رہی، قرآن نے اپنے وحی ہونے کے کیا کیا دلائل بیان کیے، وحی کی حقیقت جدید فلاسفۂ مغرب کے نزدیک ان سب عنوانوں پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے۔

کتاب کے آخری باب میں اعجاز قرآن پر بالکل جدید طرز سے گفتگو کی گئی ہے جس میں وجوہ اعجاز کی تنقیح کر کے ہر وجہ اعجاز پر بصیرت کی پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔

وحی الٰہی کے سلسلہ میں جس قدر عقلی اور نقلی شکوک و شبہات کیے گئے ہیں اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اُن کا کلی طور پر ازالہ ہو سکتا ہے اور طالب حق کے لیے ہدایت کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

ترتیب کی دلنشینی اور انداز بیان کی شگفتگی کے لیے مولانا سعید احمد مدیر برہان کا نام نامی کافی ہے۔

جدید تعلیمیافتہ اصحاب اس کتاب کا خاص طور پر مطالعہ فرمائیں۔ وحی جیسے نازک اور اُلجھے ہوئے مسئلہ کا حل اس سے بہتر انہیں کہیں نہیں ملیگا۔ کتابت طباعت نہایت اعلیٰ۔ قیمت غیر مجلد ایک روپیہ بارہ آنے مجلد للعہ

ملنے کا پتہ:۔ ندوۃ المصنفین قرولباغ نئی دہلی